فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورۂ نحل: ۴۳)

رَوضَۃُ الفَتَاوىٰ

(جلد دوم)

از افادات

استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، وقارِ گجرات محقق زماں

حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ

سابق صدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ حسینیہ، راندیر سورت

مترجم

حضرت مولانا محمد حسن بن ابراہیم صاحب ہیتپوانیؒ

استاذ حدیث وفقہ، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار

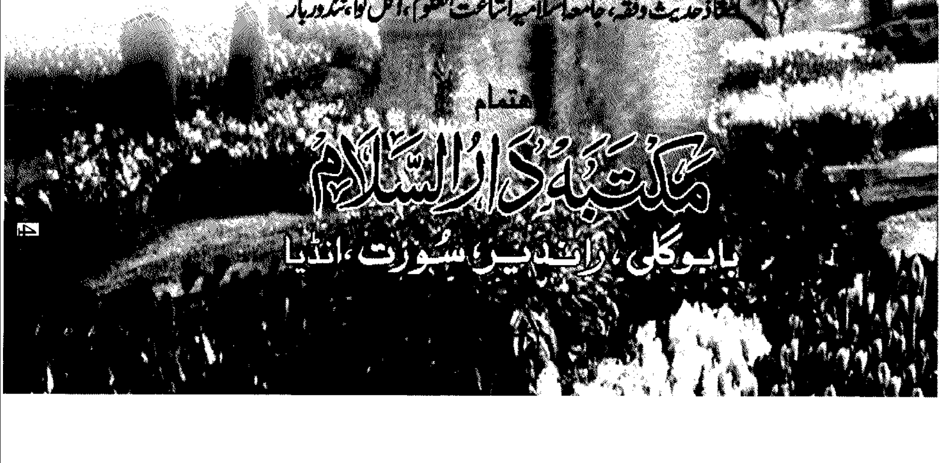

باہتمام

مکتبہ دار السلام

بابو گلی، راندیر، سورت، انڈیا

بسمہ تعالیٰ

فَسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ. (سورة النحل:٤٣)

رَوْضَۃُ الْفَتَاویٰ (جلد دوم)

از: افادات

استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، وقارِ گجرات، محقق زماں

حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ

سابق صدر مفتی و شیخ الحدیث جامعہ حُسینیہ راندیر سورت

مترجم

حضرت مولانا محمد حسن بن ابراہیم صاحب ستپونی

استاذ حدیث وفقہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندربار

﴿...... باہتمام ......﴾

'مکتبہ دار السلام' بابوگلی، راندیر سورت-انڈیا

Letter.jpg not found.

مکتبہ دار السلام بابوگلی، راندیر، سورت-۳۹۵۰۰۵ Ph.0261-2767073 09879767073	مولانا مفتی قاری محمد اسلم واڈی والا صاحب **6,BARNABY. ST. BOLTON** **BL.3 - 5LU - U.K**
عطرستان بھاگا تلاؤ مین روڑ، سورت، گجرات قاضی بُکس رانی تلاؤ، سورت	مولانا محمد حسن بن ابراہیم صاحب ستپونی جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندر بار (مہاراشٹر)
مکتبہ رحمانیہ دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ	مکتبہ سعیدیہ ترکیسر، سورت

يلـوح الخط في القرطاس دهـرا	و كاتـبـه رمـيـم في الـتـراب
من نوشتم صرف کردم روزگار	من نمانم ایں بماند یادگار

(ا) کاغذ میں لکھا ہوا ہمیشہ چمکتا رہتا ہے (یعنی باقی رہتا ہے) اور اس کا لکھنے والا مٹی میں مل جاتا ہے۔

(۲) میں نے اس کے لکھنے میں ایک مدت صرف کی ہے، میں تو نہیں رہوں گا یہ میری یادگار رہے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسنِ تأثر
بر کتابِ عجیب
روضۃ الفتاویٰ (مجموعۂ فتاویٰ)

نتیجۂ فکر
ولی اللہ ولی قاسمی بستوی
استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم
اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر

جناب حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل واڈی والا صاحب علیہ الرحمہ
سابق صدر مفتی وشیخ الحدیث، جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات

روضۂ فقہ وفتاویٰ، ہے حسیں سِلکِ دُرَرُ — ہیں سلیقے سے پروئے ، علم کے لعل وگہر
ہے یہ مجموعہ، فتاویٰ کا متاعِ گمشدہ — سائلوں کے واسطے ہے ، تحفۂ علم وہنر
اور فتوؤں کی کتابوں کی کوئی حاجت نہیں — یہ فتاویٰ کا خزینہ ہاتھ آجائے اگر
سائلوں کو راس آیا ، نقطۂ حلِّ سوال — مُدَّعَا جب مل گیا تو کیوں پھریں گے دَر بدر
کتنے پیاسوں کی مٹی ہے، اس سے علمی تشنگی — اس سے روشن ہوگئے فقہی مسائل کے شَرَرُ
جو لکھاہے وہ دلائل سے مُدَلَّل خوب ہے — پڑھنے والوں کے دلوں پر ہوتا ہے اچھا اثر
مختلف اس میں مسائل، جَمْع فرمائے گئے — اس کی شاخیں ہیں بہت ، یہ ہے مسائل کا شجر
اس کی سطروں میں کشش ہے اس کے جملوں میں چمک — جگمگاتے ہیں عناویں ، دیکھئے مثلِ قمر
درجنوں عمدہ کتب کے ہے مطالعے کا نچوڑ — مفتی اسماعیلؔ کا تابندہ ہے نقشِ حجر
جامعہؔ راندیر ، کے تھے بہترین شیخ الحدیث — اور تھے گجرات کے ، وہ مفتیِ اہلِ نظر
ہے حسنؔ کی کوششوں کا دیرپا نقشِ جمیل — ہے انہی کی جُہدِ کامل اور محنت کا ثمر
مفتیِ طاہرؔ کا اس سے ہے عیاں حسنِ عمل — عام کرنے کے لئے کوشاں جو تھے آٹھوں پہر
اِس جہاں میں، اسلمؔ و محمود شبیرؔ و شعیبؔ — کیلیے ہے باپ کا یہ ہدیۂ نورِ سحر
ہے تَوَقُّعْ، حشر میں وہ پائیں گے حسنِ قبول — ہے مؤلف کیلیے ، یہ مُژدۂ فتح و ظفر
ہے ”ولیؔ“ کُتُبِ فتاویٰ میں، بڑا اس کا مقام — کہہ رہا ہوں بات میں ، یہ دل کی بے خوف و خطر

الصفحة	فهرس الموضوعات	رقم المسائل
۲۹	عرض ناشر	
۳۱	تقریظ	
	نماز کے طریقہ کا بیان فصلِ اول نماز کے شرائط کے بیان میں	
۳۲	منہ قبلہ کی طرف ہے کہ نہیں وہ کتنی ڈگری تک شمار ہوگا	۳۰۵
۳۴	کتنی ڈگری قبلہ سے منہ پھر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی	۳۰۶
۳۵	پرانی مسجد ساڑھے تین فٹ قبلہ سے ہٹ کر تھی اب نئی تعمیر ہو رہی ہے، تو کیا کریں؟	۳۰۷
۳۶	جہتِ قبلہ	۳۰۸
۴۰	قبلہ معلوم نہ ہو، تو نماز میں چہرہ کس طرف کریں	۳۰۹
۴۱	اگر قبلہ معلوم نہ ہو، تو کیا کرے؟	۳۱۰
۴۱	جوتے یا چپل ناپاک ہوں تو اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا درست نہیں	۳۱۱
۴۲	ناپاک جگہ پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا	۳۱۲
۴۲	نماز میں عورت کے سر کے بال کھل جائیں تو اس کا حکم شرعی	۳۱۳
۴۳	ہمبستری کے وقت پہنے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا	۳۱۴
۴۴	نماز میں ستر کا کھل جانا	۳۱۵
	فصلِ دوم فرائضِ نماز	
۴۵	قضا نماز کے بدلے ادا نماز کی نیت کر لی اس کے متعلق	۳۱۶
۴۶	امامت کی نیت کس طرح کریں؟	۳۱۷

۳۱۸	کیا امام کے لیے امامت کی جگہ پر کھڑے ہو جانا، امام کی نیت کے لیے کافی نہیں ہے؟	۴۶
۳۱۹	نفل نماز کی نیت	۴۷
۳۲۰	رکوع کی کم سے کم مقدار	۴۸
۳۲۱	سفر کے درمیان بس میں اگر سیٹ پر سجدہ کرنے کی گنجائش نہ تو کیا کریں؟	۴۹
	فصلِ سوم واجباتِ نماز	
۳۲۲	سورۂ فاتحہ کے بعد نماز میں کتنی آیات کا پڑھنا ضروری ہے؟	۵۰
۳۲۳	نماز میں قرأت کی مقدار	۵۰
۳۲۴	قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنا واجب ہے	۵۱
۳۲۵	التحیات یا تسبیح پوری کرنے سے پہلے ہی امام کھڑا ہو جائے تو	۵۲
۳۲۶	مقتدی کے تشہد کے ختم ہونے سے پہلے امام کھڑا ہو جائے، تو کیا حکم ہے	۵۲
	فصلِ چہارم نماز کی سنتوں کے بیان میں	
۳۲۷	سفر میں تکبیر اولیٰ کا ثواب کس طرح حاصل کیا جائے	۵۴
۳۲۸	تکبیر کے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑا رہنا	۵۵
۳۲۹	تکبیر کے وقت ہاتھوں کو باندھے یا کھلے رکھے	۵۵
۳۳۰	قیام میں عورتوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کو کہاں رکھنا چاہیے؟	۵۶
۳۳۱	تسمیہ، تعوذ اور آمین کب پڑھنا چاہیے	۵۷
۳۳۲	مقتدی کا ثنا، تعوذ، اور بسملہ پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے	۵۸
۳۳۳	ثنا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا	۵۸
۳۳۴	جماعت میں شامل ہوتے وقت ثنا پڑھنے کے متعلق	۵۸

۳۳۵	نماز شروع ہونے کے بعد آنے والا شخص ثنا پڑھے یا نہیں	۵۹
۳۳۶	رکوع میں جاتے وقت تکبیر کب کہی جائے	۶۰
۳۳۷	منفرد کو تسمیہ اور تحمید دونوں کہنا چاہیے	۶۰
۳۳۸	مقتدی کو امام کی اقتدا فوراً کرنی چاہیے یا تاخیر سے	۶۱
۳۳۹	رکوع اور سجدہ کی تکبیرات اور ختم کرنے کا صحیح طریقہ	۶۱
۳۴۰	رکوع میں انگلیاں کہاں رکھی جائیں	۶۲
۳۴۱	سجدے میں جاتے وقت پہلے داہنا پاؤں رکھنا چاہیے یا بایاں؟	۶۳
۳۴۲	سجدہ کرنے کا صحیح طریقہ	۶۴
۳۴۳	سجدہ کرنے کا صحیح طریقہ	۶۴
۳۴۴	عورتوں کو سجدہ کرنے کا طریقہ	۶۵
۳۴۵	تشہد میں انگلی اٹھانے اور رکھنے کا طریقہ	۶۷
	فصل پنجم نماز کے مستحبات کے بیان میں	
۳۴۶	تکبیر تحریمہ میں کان کی لو، کو ہاتھ لگانا ضروری ہے؟	۶۸
۳۴۷	قد قامت الصلوٰۃ پر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنا	۶۸
۳۴۸	پہلے تکبیر تحریمہ کہے اس کے بعد ہاتھ باندھے	۶۹
۳۴۹	قیام اور رکوع میں پاؤں کے درمیان فاصلہ	۷۰
۳۵۰	سورۂ فاتحہ اور ضم سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے	۷۰
۳۵۱	سورۂ فاتحہ کے بعد آمین سراً پڑھی جائے	۷۰
۳۵۲	نماز کے تمام رکن میں نظر کہاں رہنی چاہیے	۷۴
۳۵۳	طولِ قیام افضل ہے	۷۴

۳۵۴	نماز اور دعا میں دس منٹ کا وقت لینا مناسب ہے	۷۵
۳۵۵	امام رکوع اور سجدہ طویل کرتا ہے جس کی بنا پر مقتدیوں کو تکلیف ہوتی ہے	۷۶
	نماز کے بعد دعا اور تسبیح کا بیان	
۳۵۶	فرض کے بعد کی دعا	۷۸
۳۵۷	فرض نماز کے بعد دعا	۷۹
۳۵۸	کیا فرض نماز کے بعد دعا ثابت ہے	۸۰
۳۵۹	نماز کے بعد دعا کرنا	۸۱
۳۶۰	فرائض کے بعد دعا جہراً کی جائے یا سراً	۸۴
۳۶۱	فرض نماز کے بعد کونسی دعا کرنی چاہیے	۸۴
۳۶۲	فجر اور عصر میں دعا عربی میں کرنی چاہیے یا اردو میں	۸۵
۳۶۳	دعا میں إن الله و ملائکته إلخ پڑھنا کیسا ہے؟	۸۵
۳۶۴	فرض نماز پڑھا کر امام صاحب کس سمت کی طرف گھوم کر دعا مانگے	۸۶
۳۶۵	نماز کے بعد دعا کے لیے جنوب کی طرف منہ کرنا	۸۷
۳۶۶	دعا آہستہ سے کرنی چاہیے	۸۷
۳۶۷	امام زور سے دعا کرے یا آہستہ	۸۸
۳۶۸	فرض نمازوں کے بعد امام دعا زور سے مانگے یا آہستہ	۸۹
۳۶۹	دعا میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ	۹۰
۳۷۰	دعا کے بعد ہاتھوں پر تھوک کر منہ پر پھیرنا	۹۱
۳۷۱	سجدے میں جا کر دعا کرنا کیسا ہے	۹۲
۳۷۲	سجدے میں دعا کرنا	۹۳

۳۷۳	فرائض کے بعد تسبیح پڑھنا	۹۳
۳۷۴	نماز کے بعد مصلیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرنا	۹۴
۳۷۵	نماز کے بعد مصافحہ اور زور سے "لا إله إلا الله" پڑھنے کی رسم جاری کرنا	۹۴
۳۷۶	نماز کے بعد اجتماعی طور پر کلمۂ طیبہ پڑھنا	۹۶
۳۷۷	نماز کے سلام کے بعد "لا إله إلا الله" زور سے پڑھنا	۹۷
۳۷۸	سلام پھیرنے کے بعد "الله اکبر ،استغفر الله" پڑھنا مسنون ہے؟	۹۸
۳۷۹	نماز کے سلام کے بعد بریلیوں کا زور سے صلاۃ وسلام پڑھنے پر ٹرسٹیوں پر بند کرنے کیلیے دباؤ ڈالنا	۹۹
۳۸۰	نوافل کے بعد امام صاحب کو دعا کرنا چاہیے کہ نہیں	۱۰۰
۳۸۱	فرض اور سنتوں کے بعد دعا کی حقیقت	۱۰۱
۳۸۲	سنن ونوافل کے بعد دعائے ثانیہ کا حکم	۱۰۳
۳۸۳	دعاء ثانیہ کا حکم شرعی	۱۰۴
۳۸۴	سنتوں کے بعد دعا	۱۰۴

امامت کا بیان

فصلِ اول امام کے اوصاف

۳۸۵	امام کے اوصاف	۱۰۶
۳۸۶	امام کیسا ہونا چاہیے؟	۱۰۷
۳۸۷	امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۰۹
۳۸۸	عمامہ کے بغیر امامت کرنا	۱۱۰
۳۸۹	کیا عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا ضروری ہے	۱۱۱

۳۹۰	امام صاحب کا تہہ بند پہن کر نماز پڑھانا	۱۱۲
۳۹۱	جائز تجارت کرنے سے امامت میں کوئی حرج آئے گا	۱۱۳
۳۹۲	مقتدیوں کا امام سے ناراض ہونا	۱۱۴
۳۹۳	جس کے ہونٹ پر سفید داغ ہوں اس کی امامت	۱۱۶
۳۹۴	کوڑھی کی امامت	۱۱۶
۳۹۵	نابینا کی امامت	۱۱۷
۳۹۶	جس کی زبان میں لکنت ہو اس کی امامت	۱۱۷
۳۹۷	جس امام کی زبان میں لکنت ہو اس کی امامت	۱۱۷
۳۹۸	ولد الزنا کی امامت	۱۱۸
۳۹۹	ایک شخص سنیما تھیٹر میں کام کرتا ہے اس کے لڑکے کی امامت	۱۱۹
۴۰۰	امام کی زوجہ نے ضبط ولد کا آپریشن کروایا ہو تو اس کی امامت	۱۱۹
۴۰۱	جس نے نصرانی عورت سے نکاح کیا ہو اس کی امامت	۱۲۰
۴۰۲	سودی کاروبار کرنے والے کی امامت	۱۲۱
۴۰۳	غلط قرآن پڑھنے والے کی امامت	۱۲۲
۴۰۴	قرآن صحیح نہ پڑھنے والے کی امامت	۱۲۳
۴۰۵	جس امام سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت	۱۲۳
۴۰۶	امام کو اپنا وقار محفوظ رکھنا چاہیے	۱۲۵
۴۰۷	امام کا غیر شرعی بال رکھنا	۱۲۸
۴۰۸	سنتیں ادا نہ کرنے والے کی امامت	۱۲۸
۴۰۹	قرآن غلط پڑھنے والا اور غلط عقیدہ والے امام کی امامت	۱۲۹
۴۱۰	اپنے ذمہ کی نماز پڑھائے اور دوسری نماز نہ پڑھے ایسے شخص کی امامت	۱۳۰

۴۱۱	گناہ سے توبہ کر لینے والے کی امامت	۱۳۰
۴۱۲	گناہ سے توبہ کر لینے والے کی امامت	۱۳۱
	فصل دوم فاسق اور بدعتی کی امامت کا بیان	
۴۱۳	قبر کو سجدہ کرنے والے کی امامت	۱۳۳
۴۱۴	داڑھی منڈا امامت کر سکتا ہے	۱۳۳
۴۱۵	معین امام کی موجودگی میں فاسق (داڑھی منڈے) کی امامت	۱۳۴
۴۱۶	سفلی عمل کرانے والے امام کی امامت	۱۳۵
۴۱۷	دین کی غلط باتیں بتلا کر اختلاف کر کے لڑائی جھگڑا کرانے والے امام کی امامت	۱۳۶
۴۱۸	متّہم امام کی امامت	۱۳۷
۴۱۹	برتھ کنٹرول کرانے والے امام کی امامت	۱۳۷
۴۲۰	فاسق اور داڑھی منڈے امام کی امامت	۱۳۸
۴۲۱	غلط عقیدہ والے امام کی امامت	۱۳۹
۴۲۲	بزرگوں کی تکفیر پر امام مقرر کرنا	۱۴۲
۴۲۳	فاسق کی امامت	۱۴۴
	فصل سوم حنفی، شافعی کی اقتداء کرنے کے بیان میں	
۴۲۴	حنفی مذہب والے کا شافعی مذہب والے کی اقتداء کرنا	۱۴۵
۴۲۶	شافعی امام کے پیچھے حنفی کی اقتداء	۱۴۶
۴۲۷	رمضان المبارک میں شافعی امام کے پیچھے وتر پڑھنا	۱۴۷
۴۲۸	حنفی امام کے پیچھے شافعی مسلک والے کی فجر کی نماز میں قنوت چھوٹ جائے تو کیا کرے	۱۴۸

	فصلِ چہارم امامت کے متفرق مسائل	
۴۲۹	امام کی تعظیم کرنا چاہیے	۱۴۹
۴۳۰	متولی کا امام صاحب کے ساتھ بدسلوکی	۱۵۰
۴۳۱	امام صاحب سے پیشگی وعدہ لینا	۱۵۲
۴۳۲	صحیح عقیدے والے امام کو الگ کرنے پر غلط عقیدے والے بعض مقتدیوں کا مجبور کرنا	۱۵۳
۴۳۳	امام دوسرے کو نماز کے لیے آگے کر سکتا ہے	۱۵۵
۴۳۴	تنخواہ دار متعین امام دوسروں کے بہ نسبت نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے	۱۵۷
۴۳۵	جس کو امام نے امامت کے لیے کہا ہو وہ دوسرے کو نماز پڑھانے کیلئے کہہ سکتا ہے یا نہیں؟	۱۵۹
۴۳۶	امام اور مؤذن کے تنخواہ کا معیار	۱۵۹
۴۳۷	امام کے لیے چار مہینہ، چالیس دن، تین جماعت میں جانے کی شرط لگانا	۱۶۲
۴۳۸	معین امام دوسروں کے بہ نسبت نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے	۱۶۵
۴۳۹	مُعیَّن امام نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے	۱۶۷
۴۴۰	امام کا دوسرے کو نماز پڑھانے کے لیے حکم دینا	۱۶۸
	جماعت کا بیان **فصلِ اول جماعت کا اہتمام کرنے کا بیان**	
۴۴۱	جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے	۱۷۰
۴۴۲	ایک بیمار شخص کو پیشاب کی تھیلی باندھی گئی ہے، وہ شخص نماز گھر پر پڑھے یا مسجد میں۔۔	۱۷۱

۴۴۳	محلّہ میں دو مسجدیں ہوں، تو کون سی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے؟	۱۷۲
۴۴۴	گھر میں عورت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی جاسکتی ہے؟	۱۷۳
۴۴۵	بچوں کی نگرانی اور تربیت کے خاطر مسجد کے بجائے عبادت خانہ میں نماز پڑھنا	۱۷۴
۴۴۶	فاسق کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے	۱۷۶
۴۴۷	مسجد چھوڑ کر درگاہ میں نماز پڑھنے کے لیے جانا	۱۸۰
۴۴۸	مسجد چھوڑ کر دوکان میں جماعت کرنا	۱۸۲
۴۴۹	کارخانہ کی جگہ میں جماعت سے نماز پڑھنا	۱۸۳
۴۵۰	فاسد شدہ نماز وقت کے بعد جماعت کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہے؟	۱۸۴
۴۵۱	گرمی کی بنا پر جماعت خانہ چھوڑ کر صحنِ مسجد میں نماز پڑھنا۔	۱۸۵
۴۵۲	مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا	۱۸۶
	فصلِ دوم جماعتِ ثانیہ کے بیان میں	
۴۵۳	امام صاحب کے ساتھ اختلاف کی بناء پر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ہوئے الگ جماعت کرنا کیسا ہے؟	۱۸۷
۴۵۴	جماعتِ ثانیہ	۱۸۸
۴۵۵	جماعت ثانیہ	۱۹۰
۴۵۶	جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے	۱۹۱
۴۵۷	امام کا بزرگانِ دین کی غیبت کرنے پر دوسری جماعت کی جاسکتی ہے؟	۱۹۳
۴۵۸	تأخیر سے پہنچنے کی بنا پر جماعت چھوٹ جائے تو دوسری جماعت کرنا	۱۹۳
۴۵۹	جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے	۱۹۴
۴۶۰	نماز کے وقت میں اسکول میں ہونے کی بنا پر جماعت نہیں ملتی تو وقفہ میں جماعت ثانیہ کی جاسکتی ہے؟	۱۹۶

۴۶۱	جماعت ہوتی ہو اس وقت بیٹھے رہنا اور بعد میں جماعت ثانیہ کرنا	۱۹۷
۴۶۲	بعض مقتدیوں کا جماعت ثانیہ کرنا	۱۹۸
۴۶۳	حرم شریف کے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے	۲۰۰
	فصلِ سوم جماعت کے اوقات کے بیان میں	
۴۶۴	کچھ لوگوں کی بنا پر عشا کی نماز کا وقت تاخیر سے متعین کرنا	۲۰۲
۴۶۵	اذان کے بعد کتنے وقت کے بعد جماعت کی جائے؟	۲۰۳
۴۶۶	اذان اور جماعت کے درمیان کا فاصلہ	۲۰۴
۴۶۷	اذان اور اقامت کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟	۲۰۶
۴۶۸	جماعت کیلیے کب کھڑا ہونا چاہیے	۲۰۷
۴۶۹	کیا ''حی علی الصلوٰۃ'' پر کھڑا ہونا چاہیے اس کے متعلق مفصل بحث	۲۰۸
۴۷۰	''حی علی الفلاح'' پر کھڑا کرنا۔	۲۱۱
۴۷۱	''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا	۲۱۱
۴۷۲	امام کا انتظار کرنا	۲۱۶
۴۷۳	امام کا انتظار کرنا	۲۱۶
۴۷۴	کتنی دیر امام کا انتظار کرنا چاہیے	۲۱۷
	فصلِ چہارم عورتوں کا با جماعت نماز پڑھنے کا بیان	
۴۷۵	عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے جانا	۲۱۸
۴۷۶	کیا عورتیں با جماعت نماز پڑھنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟	۲۲۳
۴۷۷	صرف عورتوں کی جماعت	۲۲۴
۴۷۸	عورتوں کی جماعت	۲۲۵
۴۷۹	اگر مسجد خالی ہو تو عورتیں مسجد میں بغیر جماعت کے نماز پڑھ سکتی ہیں	۲۲۸

صف باندھنے کے بیان میں

فصلِ اول صفوں کی ترتیب کے بیان میں

۴۸۰	نماز میں صفیں درست کرنا ضروری ہے؟	۲۳۰
۴۸۱	امام کا درمیان میں کھڑا رہنا	۲۳۱
۴۸۲	صف میں کونسی جانب کھڑا رہنا افضل ہے	۲۳۳
۴۸۳	آگے کی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے کی صف میں کھڑا رہنا	۲۳۴
۴۸۴	آگے کی صف میں جانے کے لیے لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر جانا	۲۳۵
۴۸۵	گردنوں کو پھاند کر آگے کی صف میں جانا	۲۳۶
۴۸۶	صف میں چھوٹے بچوں کو کہاں کھڑا کیا جائے	۲۳۷
۴۸۷	غیر عاقل بچوں کو مسجد میں لانا	۲۳۸
۴۸۸	مخنث صف میں کہاں کھڑا رہے	۲۳۸
۴۸۹	مخنث صف میں کہاں کھڑا رہے	۲۴۰
۴۹۰	بعد میں آنے والے مصلی بچوں کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں	۲۴۰
۴۹۱	سوال میں دیئے گئے نقش کے مطابق صفیں رکھ سکتے ہیں	۲۴۱
۴۹۲	امام کا اکیلا محراب میں کھڑا رہنا	۲۴۲
۴۹۳	مقتدی اور امام کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے	۲۴۳
۴۹۴	اگر صف کے درمیان منبر ہو تو اس کا حکم	۲۴۳
۴۹۵	پہلی صف میں منبر کی بنا پر صف ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا حکم	۲۴۵
۴۹۶	دوسرے مقتدی کے آنے سے پہلے مقتدی کو کس طرح پیچھے ہٹنا چاہیے	۲۴۵

	فصلِ دوم نمازی کے سامنے سے گذرنے کا بیان	
۴۹۷	نمازی کے سامنے سے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید۔	۲۴۷
۴۹۸	مصلی کے سامنے سے گذرنے کی وعید	۲۴۸
۴۹۹	مصلی کے سامنے سے گذرنے میں مسجد کبیر اور مسجد صغیر کے درمیان فرق؟	۲۴۸
۵۰۰	نابالغ بچوں کی نماز کے سامنے سے گذرنا	۲۴۹
۵۰۱	نمازی کے سامنے اونچا برآمدہ ہو تو اس کے اوپر سے گذرنے کا حکم شرعی	۲۵۰
۵۰۲	نماز کے لیے جگہ متعین کر لینا	۲۵۲
	فصلِ سوم امام اور مقتدی کے درمیان کا فاصلہ اور صفوں کو ملانا	
۵۰۳	مسجد سے الگ کمرے میں امام کی اقتدا کرنا	۲۵۴
۵۰۴	مقتدی کا امام سے اونچی جگہ پر نماز پڑھنا	۲۵۴
۵۰۵	دو صفوں کے درمیان میں جگہ خالی رہنا	۲۵۵
۵۰۶	مدرسے میں کھڑے رہ کر مسجد کے امام کی اقتدا کرنا	۲۵۵
۵۰۷	امام اور مقتدی کے درمیان دو صف کی جگہ خالی رہنا، اور اس مسئلہ میں مسجد صغیر اور مسجد کبیر کے حکم میں فرق	۲۵۶
۵۰۸	جگہ نہ ہونے کی بنا پر مقتدیوں کی صف امام کی صف کے ساتھ کر دینا	۲۵۷
۵۰۹	دوسرے کمرے میں امام کی اقتدا کرنا	۲۵۷
۵۱۰	امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ۔۔	۲۵۸
۵۱۱	آدھے مقتدی امام کے ساتھ اوپر کے حصہ میں نماز پڑھے اور آدھے مقتدی نیچے کے حصہ میں نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوگی	۲۵۹

	مسبوق اورلاحق کابیان	
۵۱۲	امام سجدے میں ہوتو آنے والا کیا کرے؟امام کے ساتھ رکوع کب معتبر ہوگا؟	۲۶۱
۵۱۳	امام کے ساتھ رکوع سجدہ ادا کرنا رہ گیا	۲۶۲
۵۱۴	مسبوق اگرامام کے ساتھ سلام پھیر دے تو۔۔۔	۲۶۲
۵۱۵	مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد کیا پڑھے؟	۲۶۳
۵۱۶	مسبوق قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات پڑھے	۲۶۳
۵۱۷	مسبوق امام کے دونوں سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو	۲۶۴
۵۱۸	لاحق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو۔۔۔امام نے سجدۂ سہو کے لیے سلام پھیرا اور لاحق نے بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دی تو اس کا کیا حکم ہے	۲۶۴
۵۱۹	اگرمسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو۔۔۔امام نے سجدۂ سہو کے لیے سلام پھیرا تو مسبوق سلام پھیرے یا نہیں؟	۲۶۵
	نواقضِ وضو کا بیان	
۵۲۰	درمیانِ نماز میں ریح خارج ہوجائے تو کیا کرے،وضوٹوٹ جانے کے خوف سے امام سے پہلے سلام پھیر دینا	۲۶۷
۵۲۱	وضوٹوٹ جانے کے خوف سے امام کے سلام پھیرنے سے قبل چھوٹی ہوی رکعت کا ادا کرلینا	۲۶۸
۵۲۲	درمیانِ نماز وضوٹوٹ جائے تو کیا کرے،خلیفہ کس طرح متعین کرے	۲۶۹
۵۲۳	نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو مسجد سے کس طرح نکلے	۲۷۰
۵۲۴	درمیان نماز وضوٹوٹ گیا قریب میں پانی ہونے کے باوجود وضو کرنے کے لیے دور جائے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی	۲۷۱
۵۲۵	امام کا وضوٹوٹ گیا تو اس نے اپنا خلیفہ بنایا تو نماز صحیح ہوگی	۲۷۱

	مفسداتِ صلاۃ کا بیان	
۵۲۶	امام وضو اور غسل کے فرائض نہ جانتا ہو، تو کیا نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟	۲۷۳
۵۲۷	شافعی مقتدی کے قنوت پڑھنے کے لیے حنفی امام کا قومہ میں تھوڑی دیر ٹھہر جانا	۲۷۴
۵۲۸	امام صاحب غلطی سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، بعض مقتدی بیٹھے رہے	۲۷۵
۵۲۹	تیسری رکعت کے قیام میں کھڑے ہو جانے کے بعد قعدۂ اولی میں چلا جانا	۲۷۶
۵۳۰	امام کو متنبہ کرنے کیلیے کھنکھارنا	۲۷۷
۵۳۱	نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں	۲۷۷
۵۳۲	دائیں یا بائیں طرف عورت نماز پڑھتی ہو تو مرد کی نماز کا حکم	۲۷۹
۵۳۳	امام صاحب سہواً پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، ایک مقتدی بیٹھا رہا	۲۸۰
۵۳۴	سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ہی آیت پڑھی تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟	۲۸۱
۵۳۵	نماز میں تین مرتبہ پے در پے کھجانا	۲۸۲
۵۳۶	بحالت نماز موبائل کی رِنگ بند کرنا	۲۸۳
۵۳۷	امام صاحب نے قعدہ اولیٰ چھوڑ دیا لقمہ دیا گیا تو فرض سے واجب کی طرف لوٹ آنے کا حکم شرعی	۲۸۴
۵۳۸	سورۂ فاتحہ میں ایک آیت ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' سہواً چھوٹ گئی تو نماز ادا ہوگی	۲۸۶
۵۳۹	چار رکعت کی نیت سے نفل شروع کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا.....	۲۸۶
۵۴۰	کسی کام کو تین مرتبہ کرنا	۲۸۷
۵۴۱	نماز میں آگے پیچھے ہٹنے کی مقدار	۲۸۸
۵۴۲	درمیانِ نماز کھانا	۲۸۹

۵۴۳	سلام کو کھینچنا	۲۹۰
۵۴۴	سجدے میں ٹوپی گر گئی تو کیا کرے	۲۹۱
۵۴۵	فاسد شدہ نماز کے اعادہ میں نئے مقتدی شامل نہ ہو، نماز کا اعادہ کیا جائے تو اس میں اذان اور اقامت نہ ہوگی۔	۲۹۱
۵۴۶	سجدے میں پاؤں اٹھ جائے تو۔۔	۲۹۲
۵۴۷	سجدے میں جانے کے بعد پاؤں زمین سے اٹھ جانا	۲۹۳
۵۴۸	جوتے، چپل چوری ہو جانے کے خوف سے نماز توڑ دینا	۲۹۳
۵۴۹	کیا گرودوار (Teample) میں نماز پڑھ سکتے ہیں	۲۹۴
	مکروہاتِ نماز کا بیان	
۵۵۰	امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کرنا	۲۹۵
۵۵۱	امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کرنا مکروہ ہے	۲۹۶
۵۵۲	امام سے پہلے سلام پھیرنا	۲۹۷
۵۵۳	تکبیرات انتقال اگر بھولے سے چھوٹ جائے	۲۹۸
۵۵۴	فقہ کی کتاب میں جہاں صرف کراہت لکھا ہو تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہے۔	۲۹۸
۵۵۵	بلا رضامندی دوسرے کی زمین پر نماز پڑھنا	۲۹۹
۵۵۶	سوئے ہوئے شخص کے سامنے نماز پڑھنا	۲۹۹
۵۵۷	نمازی کے سامنے قرآن مجید ہو تو۔۔۔	۳۰۰
۵۵۸	کھلے سر (بغیر ٹوپی کے) نماز پڑھنا	۳۰۱
۵۵۹	سر پر رومال رکھ کر نماز پڑھنا (بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا)	۳۰۱
۵۶۰	چٹائی کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا	۳۰۳
۵۶۱	کالا پینٹ یا شرٹ پہن کر نمام پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟	۳۰۴

۵۶۲	ٹائی پہن کر اور شرٹ اِن کر کے نماز پڑھنا	۳۰۴
۵۶۳	جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا	۳۰۵
۵۶۴	نماز پڑھتے وقت جیب میں تصویر کا ہونا	۳۰۶
۵۶۵	ٹخنے کے نیچے پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا.	۳۰۶
۵۶۶	کھلی کہنیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم	۳۰۷
۵۶۷	نماز میں کپڑوں کا برابر کرنا	۳۰۷
۵۶۸	نماز کی سامنے نماز سے دھیان ہٹانے والی کوئی چیز ہونا	۳۰۸
۵۶۹	سجدے میں جاتے وقت پاجامہ اوپر کرنا	۳۰۹
۵۷۰	امام کا دورانِ نماز خلافِ سنت حرکت کرنا	۳۱۰
۵۷۱	عذر کی وجہ سے نماز میں ہلنا	۳۱۱
۵۷۲	رکوع کی تسبیح سجدہ میں اور سجدہ کی تسبیح رکوع میں پڑھیں تو......؟	۳۱۲
۵۷۳	کعبۃ اللہ کی تصویر والے مصلے پر نماز پڑھنا	۳۱۳
۵۷۴	نماز کی حالت میں سامنے کی دیوار پر آئینہ میں اپنا عکس نظر آئے تو۔	۳۱۴
۵۷۵	نقش نگار والے مصلے پر نماز پڑھنا، بہترین رنگ (Coloring) والے مصلے پر نماز پڑھنا	۳۱۴
۵۷۶	کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر والے مصلی پر پڑھنے کا حکم	۳۱۶
	قرأت کا بیان **فصل اول سنت قرأت کے بیان میں**	
۵۷۷	فجر کی نماز میں کتنی لمبی سورۃ پڑھی جاوے	۳۱۸
۵۷۸	سورۂ فاتحہ کتنی سانس میں پڑھنا چاہیے	۳۱۸
۵۷۹	دوسری رکعت کی قرأت پہلی رکعت کی قرأت سے لمبی نہیں ہونی چاہیے	۳۱۹

۵۸۰	سرّی نماز (ظہر اور عصر) کی قرأت میں کچھ الفاظ کو ظاہر کرنا سنت ہے۔ جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا	۳۲۰
۵۸۱	جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سنت قرأت کیا ہے	۳۲۱
۵۸۲	جمعہ کی فجر میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دھر کی تلاوت	۳۲۲
۵۸۳	کیا جمعہ کے دن فجر میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ نصف اور دوسری رکعت میں نصف پڑھنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں۔	۳۲۳
۵۸۴	جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' اور سورۂ غاشیہ ''هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ'' پڑھنا	۳۲۴
	فصل دوم جہری اور سری قرأت کے بیان میں	
۵۸۵	مائک (آلۂ مکبر الصوت) میں نماز پڑھانا	۳۲۶
۵۸۶	نماز میں مائک (آلۂ مکبر الصوت) استعمال کرنا	۳۲۶
۵۸۷	نماز میں آلۂ مکبر الصوت (مائک) کا استعمال	۳۲۸
۵۸۸	ظہر اور عصر کی نماز میں سری قرأت کی وجہ۔	۳۲۸
۵۸۹	سرّی نماز میں کتنے زور سے قرآن پڑھنا ضروری ہے	۳۲۹
۵۹۰	سری نماز میں قرأت آہستہ کرنے کی کم سے کم مقدار	۳۳۱
۵۹۱	سراً قرأت کی کم سے کم مقدار۔	۳۳۲
۵۹۲	امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچانے کے لیے مکبر رکھنا	۳۳۳
	فصل سوم سورتوں اور آیتوں کے خلافِ ترتیب اور دوبارہ پڑھنے کے بیان میں	
۵۹۳	فرض نماز کی پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی ہو	۳۳۴
۵۹۴	قرأت میں دو سورتوں کے درمیان ایک سورۃ چھوڑ دینا	۳۳۴

۵۹۵	نماز میں دو سورتوں کے درمیان ایک سورۃ چھوڑنا	۳۳۵
۵۹۶	نماز میں خلافِ ترتیب سورۃ پڑھنا	۳۳۶
۵۹۷	پہلی رکعت میں ''قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں ''اَرَاَیْتَ الَّذِیْ'' پڑھنا	۳۳۶
۵۹۸	پارۂ عمّ میں خلاف ترتیب لکھی ہوئی سورتیں بچوں کو پڑھانا کیسا ہے	۳۳۷
۵۹۹	اگر پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھ لی تو دوسری رکعت میں کیا پڑھے	۳۳۸
	فصلِ چہارم قرأت خلف الامام کے متعلق	
۶۰۰	قرأت خلف الامام کا مسئلہ	۳۳۹
۶۰۱	کیا امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرے گا	۳۴۰
۶۰۲	فاتحہ خلف الامام	۳۴۰
	قرأت میں غلطی کے بیان میں	
۶۰۳	''اِیَّا کَ'' کو ''اِیَّا کَا'' پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟	۳۴۴
۶۰۴	''والعصر'' میں غلطی کی وجہ سے تین تین آیات سے کم قرأت کے متعلق	۳۴۴
۶۰۵	قرأت میں ایک غلطی	۳۴۵
۶۰۶	قرأت میں غلطی	۳۴۶
۶۰۷	غیر مقتدی کا امام کو غلطی بتانا	۳۴۶
۶۰۸	امام کا دوسری جگہ سے پڑھنے کے بعد غلطی بتلانا	۳۴۷
۶۰۹	حرف کو بڑھا اور گھٹا کر قرأت کرنا	۳۴۸
۶۱۰	قرأت میں بعض آیات چھوٹ جانا	۳۴۸
۶۱۱	نماز کی قرأت میں بعض آیتوں کا چھوٹ جانا	۳۴۹

۶۱۲	وقف کی جگہ وصل یا وصل کی جگہ وقف کرنا	۳۵۰
۶۱۳	غلط پڑھ کر صحیح کرلیا،اس کے بعد غلط پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے	۳۵۰
۶۱۴	امام کولقمہ دینے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے	۳۵۱
۶۱۵	حرف بدل کر پڑھنا	۳۵۲
۶۱۶	''وَلاَالضَّالِّیْنَ'' کو ''وَلاَالدَّوَالِّیْنَ'' پڑھنا	۳۵۲
۶۱۷	غلط پڑھنے کے بعد صحیح پڑھا جائے تو اس کا حکم	۳۵۳
۶۱۸	امام کولقمہ دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے	۳۵۳
۶۱۹	قرآن میں دیکھ کر غلطی بتلانا	۳۵۴
	وتر اور قنوت کا بیان **فصلِ اول وتر کے بیان میں**	
۶۲۰	وتر کی نماز میں نیت کس طرح کرنی چاہیے؟	۳۵۵
۶۲۱	وتر میں دعائے قنوت بھول جانا	۳۵۵
۶۲۲	وتر کی تیسری رکعت میں قنوت بھول جانا	۳۵۶
۶۲۳	رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا	۳۵۷
۶۲۴	شافعی مسلک میں وتر کی کتنی رکعتیں ہیں	۳۵۷
	فصل دوم قنوت کے بیان میں	
۶۲۵	وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے سے دعائے قنوت رہ جائے۔۔	۳۵۹
۶۲۶	شہر میں مکان گرنے ،ایکسڈنٹ ہونے اور ماں ، بہنوں کی عصمت دری ، خون یا قتل وغارت گری ہورہی ہوتو قنوت نازلہ پڑھی جاسکتی ہے؟	۳۵۹

۶۲۷	عام مصائب وتکالیف کا سبب اور قنوت نازلہ پڑھنا	۳۶۱
۶۲۸	قنوت نازلہ کونسی نمازوں میں پڑھی جائے ،قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھنا چاہیے یا کھلے رکھنا چاہیے۔	۳۶۴
۶۲۹	فجر کی نماز میں امام صاحب کا دوسری میں دعائے قنوت پڑھنا	۳۶۶
۶۳۰	قنوت نازلہ کی خبر نہ ہونے کی بناپر مقتدی کا سجدہ میں چلا جانا	۳۶۶
۶۳۱	جمعہ کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھ لی تو۔۔۔	۳۶۷
	سنن و نوافل کا بیان **فصلِ اول سنت مؤکدہ کے بیان میں**	
۶۳۲	سنتوں کی تفصیل	۳۶۸
۶۳۳	سنتیں چھوڑنے کا نقصان	۳۷۰
۶۳۴	سنن چھوڑنی نہیں چاہیے	۳۷۲
۶۳۵	سنن اور نوافل گھر میں ادا کرنا	۳۷۲
۶۳۶	سنتیں گھر پرادا کرنا	۳۷۵
۶۳۷	فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ جماعت شروع ہونے کے بعد پڑھی جاسکتی ہے؟	۳۷۶
۶۳۸	ظہر کی چار رکعت سنت رہ جائے تو فرض کے بعد فوراپڑھے یادو رکعت کے بعد	۳۷۸
۶۳۹	ظہر کی سنت پڑھتے پڑھتے جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کرے؟	۳۷۸
۶۴۰	جہاں فرض پڑھی ہو،اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ سنت پڑھنا	۳۷۹
۶۴۱	امام کوبھی فرض کے بعد کی سنتیں پڑھنے کے لیے جگہ بدل لینی چاہیے	۳۸۰
	فصل دوم سنت غیر مؤکدہ کے بیان میں	
۶۴۲	عصر اور عشا سے پہلے کی سنتوں میں لوگوں کی غفلت اوراس کا حکم	۳۸۲
۶۴۳	سنتیں غیر مؤکدہ میں قعدہ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثنا پڑھنا	۳۸۳

	فصل سوم نوافل کے بیان میں	
۶۴۴	وتر کے بعد کی دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟	۳۸۵
۶۴۵	کیا نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے	۳۸۶
۶۴۶	نوافل گھر میں پڑھنا	۳۸۶
۶۴۷	نفل نماز شروع کرے سے واجب ہو جاتی ہے	۳۸۷
۶۴۸	تہجد با جماعت پڑھنے کا حکم	۳۸۸
۶۴۹	تہجد با جماعت ادا کرنا	۳۸۸
۶۵۰	تہجد کی کتنی رکعت پڑھنی چاہیے	۳۹۰
۶۵۱	نفل نماز کی نیت	۳۹۰
۶۵۲	مغرب کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کی نماز پڑھ سکتے ہیں	۳۹۱
۶۵۳	فرض چھوڑ کر نفل پڑھنا	۳۹۲
۶۵۴	دن کے شروع حصہ میں چار رکعت پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پورے دن کا کفیل ہو جاتا ہے، وہ کونسی نماز ہے؟	۳۹۳
۶۵۵	نمازِ رغائب کس کو کہتے ہیں	۳۹۳
۶۵۶	صلاۃِ حاجت کا طریقہ	۳۹۴
۶۵۷	صلاۃ التسبیح کا طریقہ	۳۹۵
۶۵۸	نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا	۳۹۵
۶۵۹	بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے سے نصف ثواب ملتا ہے	۳۹۷
۶۶۰	چاشت، اشراق اور اوابین کی فضیلت	۳۹۷
۶۶۱	استخارہ کی نماز اور دعا	۳۹۸

تراویح کا بیان

۶۶۲	تراویح کی بیس رکعتوں کا ثبوت حدیث شریف سے	۴۰۰
۶۶۳	تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں	۴۰۴
۶۶۴	تراویح کی بیس (۲۰) رکعت ثابت ہیں	۴۰۶
۶۶۵	تراویح سنت مؤکدہ ہے	۴۰۷
۶۶۶	عورتوں پر تراویح پڑھنا ہے	۴۰۸
۶۶۷	عورتوں کے لیے تراویح کی جماعت کا حکم	۴۰۸
۶۶۸	تراویح کتنے سال کالڑکا پڑھاسکتا ہے	۴۰۸
۶۶۹	نابالغ کے پیچھے تراویح ہوسکتی ہے؟	۴۰۹
۶۷۰	نابالغ حافظ کو پہلی صف میں کھڑا رکھنا	۴۱۰
۶۷۱	صرف عورتوں کی تراویح کی جماعت ہوسکتی ہے	۴۱۰
۶۷۲	عورتوں کا باجماعت تراویح پڑھنا	۴۱۱
۶۷۳	مردامام کے پیچھے عورتوں کی تراویح باجماعت	۴۱۱
۶۷۴	تراویح کی نیت	۴۱۳
۶۷۵	تراویح کی نیت	۴۱۳
۶۷۶	تراویح میں ایک مرتبہ نیت کرلینا کافی ہے	۴۱۴
۶۷۷	تراویح میں ایک مرتبہ ''بسم اللہ'' زور سے پڑھنا ضروری ہے	۴۱۴
۶۷۸	تراویح میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا سنت ہے	۴۱۵
۶۷۹	تراویح کے قاعدے میں درود شریف چھوڑ دینا	۴۱۶

۶۸۰	تراویح میں دو رکعت کی جگہ پر تین رکعت پڑھانا	۴۱۶
۶۸۱	تراویح میں کچھ آیتوں کا چھوٹ جانا	۴۱۷
۶۸۲	تراویح میں امام صاحب قعدہ بھول گیے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے	۴۱۷
۶۸۳	تراویح میں ایک سلام سے چار رکعت پڑھ لینا	۴۱۸
۶۸۴	تراویح میں لقمہ نہ لیا تو۔۔۔۔۔	۴۱۸
۶۸۵	مقتدیوں کے ناراض ہونے کے باوجود رکن شوریٰ (ٹرسٹیوں) کا تین پارے کی تراویح کرنا	۴۱۹
۶۸۶	پہلے دس دن میں تین پارے کی تراویح پڑھ کر دوسرے دنوں میں سستی کرنا	۴۲۱
۶۸۷	تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اجتماعی دعا کرنا	۴۲۲
۶۸۸	تراویح کی ہر چار رکعت سے پہلے خلفائے اربعہ کا نام لینا	۴۲۳
۶۸۹	ایک امام کا دو مرتبہ تراویح پڑھانا	۴۲۳
۶۹۰	تراویح میں قرأت کے وقت بیٹھے رہنا، اور رکوع میں آکر شریک ہونا	۴۲۴
۶۹۱	مسجد کے چھت پر تراویح پڑھنا	۴۲۴
۶۹۲	تراویح میں مائک (آلۂ مکبر الصوت) کا استعمال کرنا	۴۲۵
۶۹۳	تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کو انعام دینا	۴۲۵
۶۹۴	تراویح پر محنتانہ (تنخواہ) لینے کا حکم	۴۲۶
۶۹۵	تراویح میں اجرت لینا	۴۲۷
۶۹۶	(شبینہ) ایک رات میں قرآن ختم کرنے کا حکم	۴۲۸
۶۹۷	رمضان میں شبینہ رکھنا	۴۲۸
۶۹۸	تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں کب ادا کرے	۴۲۹

۶۹۹	داڑھی تراشنے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا	۴۲۹
۷۰۰	رمضان المبارک میں داڑھی رکھ لینے والے حافظ کے پیچھے تراویح	۴۲۹
۷۰۱	تراویح کے ختم پر ایک رکعت میں تین مرتبہ ''قل ہواللہ احد'' پڑھنا	۴۳۰
	قضا نمازوں کا بیان	
۷۰۲	صاحب ترتیب کسے کہتے ہیں	۴۳۲
۷۰۳	بھول جانے سے ترتیب معاف ہوجاتی ہے	۴۳۳
۷۰۴	چھوٹی ہوئی نمازیں جب تک سب ادا نہ ہو وہاں تک صاحب ترتیب نہ ہوگا	۴۳۴
۷۰۵	اگر قضا نمازیں باقی ہوں، تو وقتیہ نماز کی سنتیں پہلے پڑھنی چاہیے یا بعد میں؟	۴۳۴
۷۰۶	ایک دن یا اس سے زیادہ بے ہوش رہنے کی بنا پر چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء ضروری نہیں	۴۳۵
۷۰۷	قضاعمری پڑھتے وقت نیت کرنے کا طریقہ	۴۳۶
۷۰۸	امام کے ساتھ قضائے عمری کی نیت کرنا	۴۳۶
۷۰۹	چھوٹی ہوئی نماز اور روزے کا فدیہ	۴۳۷
۷۱۰	میت کی نماز وروزہ کا فدیہ	۴۳۸
۷۱۱	فدیہ کے متعلق کچھ سوالات	۴۴۰
	سجدۂ سہو کا بیان	
۷۱۲	تیسری رکعت میں بیٹھنے کے ساتھ لقمہ ملنے سے فورا کھڑا ہوگیا تو کیا حکم ہے؟ سجدۂ سہو کب لازم ہوتا ہے؟	۴۴۵
۷۱۳	ایک سجدہ رہ جائے تو دوسری رکعت میں ادا کیا جاسکتا ہے؟	۴۴۶

۷۱۴	آیت کے اعادہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا	۴۴۶
۷۱۵	مشابہت لگنے سے دوسری جگہ سے قرأت شروع کردی اور سجدۂ سہو کیا	۴۴۷
۷۱۶	ثنا کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہنے سے سجدۂ سہو کرنا پڑے گا	۴۴۷
۷۱۷	ایک ہی سجدہ کیا پھر یاد آنے پر دوسرا سجدہ کرلیا	۴۴۸
۷۱۸	چار رکعت سنت میں غلطی سے دو رکعت پر سلام پھیرلیا	۴۴۸
۷۱۹	سجدۂ سہو واجب نہ اور کرلیا	۴۴۹
۷۲۰	سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ لی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا	۴۴۹
۷۲۱	کیا سجدہ میں تاخیر کی بنا پر سجدۂ سہو واجب ہے	۴۵۰
۷۲۲	نماز میں کتنی تاخیر ہونے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے؟ کیا لقمہ دینے سے امام پر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ اعادہ کی جانے والی نماز میں نماز کا وقت نکل جانے کے بعد قضا نہیں ہے؟	۴۵۰
۷۲۳	چھوٹی ہوی رکعت میں قعدہ رہ گیا اور سجدۂ سہو نہ کیا تو۔۔۔۔	۴۵۲
۷۲۴	فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سہوا الحمد کے بعد سورۃ پڑھ لی	۴۵۲
۷۲۵	نماز میں سورۂ فاتحہ چھوٹ گئی	۴۵۳
۷۲۶	سرا قرأت کے بجائے جہرا قرأت کرلینا	۴۵۴
	سجدۂ تلاوت کا بیان	
۷۲۷	سجدۂ تلاوت واجب ہے	۴۵۵
۷۲۸	سجدۂ تلاوت واجب ہے یا سنت	۴۵۵
۷۲۹	سجدے تلاوت کس پر واجب ہے؟ ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیت سجدہ سننے سے سجدے کا حکم	۴۵۶

۷۳۰	چودہویں پارے کا سجدہ کونسی آیت پر ہے	۴۵۷
۷۳۱	سجدۂ کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرلینا بہتر ہے	۴۵۸
۷۳۲	رکوع، سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت سے سجدہ ادا ہوگا	۴۵۸
۷۳۳	نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کرنا رہ گیا تو اب کیا کرے؟	۴۶۱
۷۳۴	سجدہ تلاوت کرنے کے بجائے رکوع میں چلا گیا، پھر بتلانے پر سجدہ کیا تو اس کا کیا حکم ہے	۴۶۱
۷۳۵	نماز سے باہر کسی شخص نے آیت سجدہ سنی تو سجدہ کس طرح کرے	۴۶۱
۷۳۶	امام صاحب آیت سجدہ پڑھے اور خارج صلاۃ کوئی شخص سنے تو وہ کس طرح سجدہ کرے	۴۶۲
۷۳۷	طلوع وزوال اور غروب کے وقت سجدۂ تلاوت کا حکم	۴۶۳
۷۳۸	اوقات مکروہہ میں سجدۂ تلاوت ادا کیا جاسکتا ہے	۴۶۳
	مسافر کی نماز کا بیان	
۷۳۹	سفر میں قصر کی حکمت	۴۶۴
۷۴۰	نوکری والی جگہ پر دوتین آنے سے مسافر شمار ہوگا، وطن اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے	۴۶۴
۷۴۱	وطن اصلی میں پوری نماز پڑھے، اور تجارت کی نیت سے کسی جگہ پر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے پر قصر کرے	۴۶۵
۷۴۲	حج کے لیے مکۃ المکرّمہ میں جانے کے بعد نماز قصر کرے یا پوری پڑھے؟	۴۶۷
۷۴۳	کام کرنے کی جگہ پر پندرہ دن رہنے کی نیت نہ ہو، مسافر شمار ہوگا	۴۶۸

۷۴۴	وطن اصلی کس کو کہتے ہیں، جہاں نکاح کیا ہو، وہاں نماز کا حکم	۴۶۸
۷۴۵	پہلے چوالیس (۴۴) میل اس کے بعد ۴ میل کا سفر	۴۶۹
۷۴۶	وطن اقامت وطن سکنی سے باطل نہیں ہوتا	۴۷۰
۷۴۷	سفر میں سنن کا حکم	۴۷۱
۷۴۸	مسافر امام نے چار رکعت نماز پڑھادی تو مقیم کی نماز ہوگی یا نہیں	۴۷۱
۷۴۹	مختصر اور طویل راستہ سے سفر کے حکم میں فرق	۴۷۲
۷۵۰	نماز میں قصر کب شروع کی جاوے	۴۷۳
۷۵۱	وطن اقامت میں اہل وعیال رہتے ہوں تو وہاں دو دن کے لیے آنے سے بھی پوری نماز پڑھنا	۴۷۴
۷۵۲	ہم کو بڑودہ جیل میں سے تھوڑے تھوڑے دن سورت لایا جاتا ہے تو ہم جیل میں مسافر ہوں گے یا مقیم؟	۴۷۶
۷۵۳	ملازمت کی جگہ پر پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت	۴۷۶
۷۵۴	مسافر کو راستہ میں قصر کرنا ضروری ہے	۴۷۸
۷۵۵	سفر میں سنت نمازوں کا حکم، شرعی مسافر کب بنتا ہے	۴۷۸
۷۵۶	سفر میں نماز قصر نہ کرنا کیسا ہے، قصر کی حکمت	۴۷۹
۷۵۷	وطن اصلی اور وطن اقامت کی تعریف، سنتوں کی جگہ پر قضا پڑھنا، وطن اصلی میں تین دن رہنا، باقی دن سفر میں گذارنا	۴۸۰
۷۵۸	نماز کی قصر اور نماز کو پوری پڑھنے کا مدار نماز کے آخری وقت پر ہے	۴۸۱
۷۵۹	وطن اقامت سے وطن اصلی پر آوے تو نماز کا حکم	۴۸۱

	بیمار کی نماز کا بیان	
۷۶۰	کونسی حالت میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟ اگر بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو کس طرح نماز پڑھے؟	۴۸۳
۷۶۱	بیٹھنے پر طاقت نہ ہو تو سوتے سوتے نماز پڑھنا	۴۸۴
۷۶۲	کمزوری کی بنا پر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا	۴۸۴
۷۶۳	بیماری کی بنا پر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا	۴۸۴
۷۶۴	بیماری کی بنا پر سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو رکوع کرنا ضروری نہیں	۴۸۷
۷۶۵	بیماری کی قضا نمازیں حالت صحت میں کس طرح پڑھی جائے	۴۸۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

تمام حمد وستائش اس ذات قدوس کے لیے ہیں، جس نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور شریعت کی نگہبانی کرنے والے علمائے کرام سے بزمِ کون ومکاں کو آباد رکھا، درود وسلام نازل ہو اس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے دنیا کی تاریکی میں ہدایت کے چراغ روشن کیے، سعادتِ دارین کا سامان مہیا کیا اور ربِّ ذوالجلال کی طرف سے ایک کامیاب و ہمہ گیر شریعت لا کر خلد بریں کی بشارت سنائی۔

ہمارے والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبرت آموز زندگی میں جہاں بہت ساری قابلِ قدر دینی خدمات انجام دیں، وہیں حضرت نے گجرات کی تاریخی قدیم دینی درسگاہ ''جامعہ حسینیہ راندیر'' سے وابستہ رہ کر تقریباً نصف صدی تک فقہ وفتاویٰ کے وہ حیرت انگیز کارنامے سجائے جو اپنی مثال آپ ہیں۔

ان صادر کردہ فتاویٰ کی اہمیت ونقطہ رسی کو دیکھ کر خود صاحب فتاویٰ حضرت والد صاحبؒ نے حین حیات ہی میں اپنے بےلوث شاگرد مفتی امین صاحب کو شریک کار بنا کر ان تمام دُرَّ ہائے آبدار کو جو مختلف اوراق میں جگمگا رہے تھے یکجا کر کے زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے کا اہتمام شروع کر دیا تھا مگر زندگی نے یارا نہیں کیا اور حصۂ اول کو تکمیل کے مرحلے پر چھوڑ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا، تاہم اس سلسلۂ نیک کو برقرار رکھا گیا اور والد صاحبؒ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد گجراتی زبان میں ان کے فتاوی کا ایک حسین مجموعہ گجراتی زبان میں شائع کیا گیا، جس میں ایمان، عقائد، علم، طہارت، اور نماز کے قابلِ اعتماد بھرپور مسائل شامل ہیں، اس نے نہ صرف قارئین کی طرف سے غیر معمولی تحسین حاصل کی، بل کہ عقیدتمندوں کا مطالبہ ہوا کہ اگر اس مجموعۂ عنبریں کو گجراتی زبان سے اردو میں منتقل کر دیا جائے تو استفادہ کرنے والوں کا حلقہ وسیع تر ہو جائے، چوں کہ اس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی

not found.

یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ ۔ دسمبر ۲۰۱۰ء

نوٹ: حضرت اقدس مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدت فیوضہم کے پاس روضۃ الفتاویٰ کی پہلی جلد ارسال کی گئی تھی، جس پر حضرت کی تقریظ آ گئی ہے، اب یہی تقریظ روضۃ الفتاوی کی دوسری جلد میں شامل کی جارہی ہے، تاکہ حضرت کی برکات سے کتاب کی افادیت دو چند ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز کے طریقہ کا بیان

فصلِ اول نماز کے شرائط کے بیان میں

(۳۰۵) منہ قبلہ کی طرف ہے کہ نہیں وہ کتنی ڈگری تک شمار ہوگا

سوال: جنوبی امریکہ میں دو ملک ہیں: (۱) گیانہ (۲) سرینہ، ان دونوں ملکوں کا قبلہ سیدھا مشرق میں نہیں ہے، بل کہ پندرہ ڈگری شمال کی جانب ہے، مگر وہاں مسجدیں سیدھی مشرق کی طرف بنی ہوئی ہیں، اور لوگ سیدھے مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں، تو پندرہ ڈگری کا فرق ہونے کے باوجود نماز صحیح ہوگی کہ نہیں؟ کتنی ڈگری تک جہتِ قبلہ شمار کیا جائے گا؟ اور کتنی ڈگری کا فرق ہونے سے جہتِ قبلہ شمار نہیں کیا جائے گا، نشرینہ میں ایک اور قوم آباد ہے جو ملیشیا کی ہے جس کو (جاوی) قوم کہا جاتا ہے، ملیشیا کا قبلہ مغرب کی طرف ہے، تو یہ لوگ یہاں آنے کے بعد بھی مشرق کے بجائے مغرب کی طرف یعنی قبلہ طرف پیٹھ کرکے نماز پڑھتے ہیں، ان کے ساتھ نماز پڑھتے وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ نماز نہ پڑھنے میں سخت فتنے کا خطرہ ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ .(سورۃ البقرۃ: ۱۴۴)

نماز کے وقت اپنا منہ مسجد حرام یعنی خانۂ کعبہ کی طرف کرلو، مذکورہ آیت کے مطابق مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ ہے، مکہ معظّمہ میں رہنے والے جو کعبہ کو دیکھ سکتے ہوں، ان کے لیے خانۂ کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے، البتہ مکہ سے دور رہنے والوں کے لیے نماز میں عین کعبہ ممکن نہیں، یہ ممکن نہیں بل کہ مشکل ہے، اس وجہ سے استقبال قبلہ کے سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے: کہ نمازی کے چہرے کا تھوڑا ہی حصہ کعبۃ اللہ یا جہت کعبہ کی طرف ہوجائے تو نماز صحیح ہوجائے گی، اگر چہرے کا کوئی بھی حصہ بلا عذر کعبہ کی طرف نہ ہونے پائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ . (سورة البقرة: ۱۴۴)

فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ... و في ذكر المسجد الحرام دون الكعبة اية ان بكناية مراعاة جهة الكعبة بإتفاق بين الحنفية و الشافعية ، لأن استقبال عينها للبعيد متعذر و فيه حرج عظيم بخلاف القريب .

(تفسير روح البيان : ۱/۱۷۰)

من كان بمكة ففرضه اصابة عينها و من كان غائباً ففرضه اصابة جهتها هو الصحيح . (هداية : ۱/۸۰)

ولغيره أي غير معاينها اصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامة للكعبة أو لهوائها .(در مختار مع رد المحتار : ۱/۳۹۷، فتاوى خيرية : ۱/۷)

فن ریاضی میں اس کا اندازہ پینتالیس (۴۵) ڈگری شمار کیا ہے، لہٰذا پینتالیس (۴۵) ڈگری تک کعبہ سے نمازی کا سینہ ہٹ جائے، تو استقبالِ قبلہ ختم نہیں ہوگا اور نماز صحیح ہوگی اور اگر پینتالیس ڈگری سے زیادہ ہٹ جائے، تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (جواہر الفقہ :۱/ ۲۵۷، احسن الفتاوی:۲۲۳)

مطلب یہ ہے کہ جس طرف قبلہ ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے بلا عذر قبلہ کی طرف منہ نہ کرنے سے نماز نہیں ہوگی، البتہ جہتِ قبلہ سے اگر سینہ ہٹ جائے، تو اس سے استقبالِ قبلہ میں فرق نہیں آتا۔

لا بأس بالإنحراف إنحرافاً لا تزول به المقابلة بالكلية بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة . (شامی : ۱/۴۲۹، مکتبہ سعید)

قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا نصِ قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا جاننے کے باوجود قبلہ کے علاوہ دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں گناہ کا کام ہے، حدیث میں ہے کہ " لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق " جس میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو ایسے کاموں میں کسی کی بھی

اطاعت نہ کی جائے، لہٰذا جاوی قوم کی رعایت کر کے ان کے ساتھ غیر قبلہ کی طرف منہ کرنا اور نماز پڑھنا درست نہیں، لہٰذا ان کو نرمی اور ہمدردی سے سمجھانا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۹/۹/۱۴ء

(۳۰۶) کتنی ڈگری قبلہ سے منہ پھر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی

سوال: نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟ یعنی کتنی ڈگری قبلہ سے ہٹ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

جواب: شریعت کا اصل قانون یہ ہے کہ جو شخص مکہ میں کعبہ کے سامنے ہو، تو اس کو کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور مکہ سے دور رہنے والے پر صحیح قول کے مطابق جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے کیوں کہ دور رہنے والے کے لیے برابر کعبہ کی سیدھ میں منہ کرنا مشکل ہے، لہٰذا وسعت کے مطابق کعبہ کی سمت منہ کرنے کا نماز میں حکم دیا گیا ہے۔ (ہدایہ:۸۰)

لہٰذا فقہائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ دور رہنے والا جہتِ کعبہ سے تھوڑا ہٹ کر نماز پڑھے تو بھی نماز صحیح ہوگی، اگر کعبہ کی سمت سے زیادہ ہٹ جائے، تو نماز صحیح نہ ہوگی، جس کا اندازہ پینتالیس (۴۵) ڈگری طے کیا گیا ہے، لہٰذا پینتالیس (۴۵) ڈگری تک نمازی کا سینہ قبلہ سے ہٹ جائے، تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر پینتالیس (۴۵) ڈگری سے زیادہ ہو، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاوی دار العلوم:۱/۸۷، احسن الفتاوی:۲/۳۱۳، فتاوی دار العلوم جدید:۲/۱۴۵)

من كان بمكة ففرضه إصابة عينها و من كان غائباً ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح ، لأن التكليف بحسب الوسع . (هداية : ۱/۸۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۴؍شعبان المعظم،۱۴۰۸ھ

(۳۰۷) پرانی مسجد ساڑھے تین فٹ قبلہ سے ہٹ کر تھی اب نئی تعمیر ہو رہی ہے، تو کیا کریں؟

سوال: آنند کے پاس گاڈی نام کا ایک قصبہ ہے، وہاں دوسو سال پرانی مسجد ہے، جب اس کی ازسرِنو تعمیر کی گئی تو قطب نما ستارے سے قبلہ کی جہت معلوم کرنے پر یہ پتہ چلا کہ پرانی مسجد قبلہ کی جہت سے تقریباً ساڑھے تین فٹ ہٹ کر تھی، بعض حضرات، صحابہ، تابعین، اور سلف صالحین کے تعامل کو مدنظر رکھ کر کہتے ہیں، کہ پرانی مساجد نئی مساجد کے لیے معیار ہیں، لہٰذا ان میں ردوبدل کرنا درست نہیں، اسی بنا پر اس کی بنیاد قطب ستارا اور قبلہ نما پر ہے جو متکلم فیہ ہے، اور بعض علما تبدیل کرنے کے متعلق کہتے ہیں، لہٰذا آپ جناب اپنے مشورہ سے نوازیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ .**

(سورۃ البقرۃ: ۱۴۴)

یعنی نماز کے وقت اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلو، اس آیت کے مطابق مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ ہے، البتہ دور رہنے والوں کے لیے خاص خانۂ کعبہ کی طرف بالکل سیدھ میں اس طرح منہ کرنے کا حکم دینا کہ ایک سیدھی لکیر نمازی کے منہ کے بیچ سے نکل کر وہ کعبہ پر سے گذرے یہ تکلیف اور پریشانی کا سبب ہے، لہٰذا شریعتِ مطہرہ نے جہتِ قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا، البتہ بیت اللہ سے پینتالیس (۴۵) ڈگری سینے کا ہٹ جانا نماز کو فاسد کرنے والا نہیں، اگر اس سے زیادہ ہٹ جائے تو نماز نہیں ہوگی۔

و لا بد في ذلك من نوع انحراف لأهل ناحية منها لانه لا يضر و في موضع آخر لو انحرف عن القبلة انحرافاً لا تزول به المقابلة بالكلية جاز يؤيده، ما قال في الظهيرية إذا قيامنا او تياسر يجوز .

(فتاوی خیریة : ۱۰/۷،۹، احسن الفتاوی : ۳۱۳/۲)

سوال میں مذکور مسجد کو اگر درست کرنے میں دوسری مساجد سے اس مسجد کی جہت متفرق ہو جانے پر لوگوں میں انتشار اور اختلاف یقینی ہو، تو اگر واقعۃً مسجد قبلہ سے کچھ ہٹ کر ہو تو غیر ممتاز طریقے پر اس کو درست کرلیا جائے اور لوگوں میں انتشار اور اختلاف بھی نہ ہونے پائے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۴/۰۴/۲۵ء

(۳۰۸) جہت قبلہ

سوال: ہم نے اولڈٹرافوڈ، مانچسٹر میں مسجد بنانے کے لیے ایک زمین کا قطعہ آج سے پانچ سال پہلے خریدا تھا، اس میں قبلہ کی جہت تھوڑی سی بائیں جانب ہٹ کر تھی محراب بنانے سے پہلے ہم نے بہت سی مرتبہ کمپاس سے ناپ کر دیکھا کہ اگر صفوں کو سیدھا کر دیا جائے، تو اندازاً استائیس ڈگری فرق آتا ہے علما کرام سے مشورہ کر کے ہم نے اس وقت قبلہ سیدھا کر دیا تھا اور مسلسل پانچ سال سے پانچ وقت کی نماز جمعہ وعیدین کے ساتھ اس قبلہ کی طرف ہو رہی ہے۔

اب ایک صاحب کی طرف سے مسئلہ پیدا ہوا کہ اس مسجد کا قبلہ تبدیل کیا گیا ہے، لہٰذا وہ صاحب اس مسجد کے نیچے کے حصے میں پانچ وقت کی نماز جمعہ وعیدین کے ساتھ ادا کریں گے اور ان صاحب نے اس طرح کے پرچے چھپوا کر اور فتنہ پیدا کر کے لوگوں کو مشتعل کیا ہے۔ مگر آج تک وہ صاحب اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہیں۔ مگر ان کی اس فتنہ بازی سے پانچوں نمازوں خصوصاً جمعہ میں مصلیوں کی تعداد میں کمی ہوئی ہے۔

لہٰذا مندرجۂ ذیل مسائل میں آپ سے جواب طلب ہے، امید ہے کہ آپ جواب سے نوازیں گے:

(۱) مذکورہ مسجد میں محراب قبلہ کی سمت سے تقریباً ستائیس ڈگری ہٹ کر ہے، تو ایسی صورت میں نماز ادا ہوگی؟

(۲) ایک مرتبہ جماعت کے ساتھ نماز ہو جانے کے بعد اسی مسجد میں دوسری مرتبہ جماعت کے لیے اعلان کرنا اور لوگوں کو دعوت دینا کیسا ہے۔

(۳) ایسی فتنہ بازی کرنے پر اگر ہم مذکورہ شخص کو مسجد میں آنے سے روک دے تو شریعتِ مطہرہ میں کہاں تک گنجائش ہے؟

جواب: فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ . (سورۃ البقرۃ:۱۴۴)

یعنی کہ نماز میں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلو، جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ ہے لہٰذا فقہائے کرام فرماتے ہیں: کہ جو شخص مکہ مکرمہ میں خانۂ کعبہ کے سامنے ہو، تو اس کو نماز میں خانۂ کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے، البتہ دور رہنے والوں کے لیے خاص خانۂ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دینا (اس طرح کہ ایک سیدھی لکیر نمازی کے چہرے کے بیچ سے نکل کر سیدھی خانۂ کعبہ پر سے گذر جائے) یہ مشکل اور پریشانی کا سبب ہے، لہٰذا شریعتِ مطہرہ میں صحیح قول کے مطابق جہت کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے اور جہت کعبہ سے انحراف قلیل مطلب تھوڑا سا فرق نقصان دہ نہیں سمجھا گیا ہے اور انحراف قلیل یا کثیر کی حد پینتالیس ڈگری تک ہٹ جانا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے، اس سے زیادہ کا فرق نماز کو فاسد کر دینے والا ہے۔

من كان بمكة ففرضه اصابة عينها و من كان غائبا ففرضه اصابة جهتها هو الصحيح لأن التكليف بحسب الوسع . (هداية : ۱/۸۰)

و لا بدّ في ذالک من نوع انحراف لاهل ناحية منها لكنه لا يضر لو انحرف عن القبلة انحرافاً لا تزول به المقابلة بالكلية جاز. (فتاوى خيرية : ۱/۹۷۷)

(ولغيره)أي غير معاينها (إصابة جهتها) بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة أو لهوائها..........و لا باس بالإنحراف إنحرافاً لا تزول به المقابلة بالكلية .... فعلم أن الإنحراف اليسير لا يضر، وهو الذى يبقى

معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتا لعين الكعبة او لهوائها بأن يخرج الخط من الوجه أو من بعض جوانبه . (شامی : ۱/۴۲۹، ۴۳۰ ، مکتبه سعید)

مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ انحراف قلیل سے استقبال قبلہ میں فرق نہیں آتا۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن نے لکھا ہے: سمتِ قبلہ اور جہتِ قبلہ میں شرعاً بہت وسعت ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہو، بل کہ جہتِ قبلہ کافی ہے، اور اس میں بھی تھوڑے سے انحراف سے یعنی کسی قدر دائیں بائیں ہو جانے سے استقبال کعبہ میں خلل نہیں آتا۔ (فتاوی دارالعلوم:۲/ ۱۴۵)

مفتی رشید احمد صاحبؒ نے لکھا ہے: کہ بیت اللہ سے پینتالیس ڈگری سے انحراف نماز کو فاسد کرنے والا نہیں اس سے زیادہ ہوتو نماز فاسد ہو جائے گی۔(احسن الفتاوی:۲/۳۹۳)

مانچسٹر کی مسجد ہدایہ کی جو کیفیت سوال میں لکھی ہے: کہ علما کرام کے مشورہ سے قبلہ سیدھا کر دیا اور مسلسل پانچ سال سے پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ اس قبلہ کی مطابق ادا کر رہے ہیں اور اندازاً ستائیس ڈگری کا فرق آرہا ہے، اگر حقیقت یہی ہے کہ علما کرام کے مشورہ اور تحقیق کر کے مسجد ہدایہ بنائی گئی ہے، تو اس کو غلط نہ کہنا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کا فرمان اور فقہ کا قاعدہ ہے : ما رآه المومنون حسنا فهو عند الله حسن . (قواعد الفقة : ۱۱۵)

جس کام کو مسلمان بہتر سمجھے وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے، جب سب کا اتفاق ہے کہ مسجد ہدایہ کا قبلہ سے انحراف پینتالیس ڈگری سے کم ہی یعنی ستائیس ڈگری ہے، لہذا کسی شخص کے اختلاف کرنے پر اور اس کے یوں کہنے پر کہ فلاں ماہرِ فلکیات نے تحقیق کی ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تعرف بالدليل ، و هو في القرى و الأمصار محاريب الصحابةؓ و التابعين .... و لا يعتمد على قول الفلكي العالم البصير الثقة إن فيها انحرافا.

(شامی : ۱/۴۳۰ ، مکتبه سعید)

(۲) جس مسجد میں پانچ وقت کی نمازیں جماعت کے ساتھ اہتمام سے ادا ہوتی ہوں، وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اس کی خبر پھیلانا، دعوت دینا اور لوگوں کو اس کے لیے اُکسانا دو گناہ معصیت کا سبب ہے۔

قال علیه السلام من دعا إلى ضلالة كان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ینقص ذالک من آثامهم شیئا. رواه مسلم (مشکوۃ المصابیح : ۲۹)

یعنی کہ جو کوئی شخص کسی دوسرے کو گمراہی کی طرف بلائے گا اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس کی بات ماننے والوں کو ہوگا اور اس کی گناہ میں سی کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔

اگر سوال میں لکھی ہوئی بات واقعی ہے تو فتنہ بازی کرنا اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانا ملامت کا سبب اور گناہ کا کام ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا. (سورۃ الاحزاب : ۵۸)

جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذاء پہونچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

و قال علیه السلام الفتنة نائمة ملعون من ایقظها.

(۳) مذکورہ صاحب کو نرمی، حسن اخلاق اور اچھی طرح سمجھایا جائے، اور ہر اعتبار سے سمجھانے کے باوجود وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے اور نمازیوں کو تکلیف پہنچانے کا اور لوگوں میں انتشار پھیلنے کا پورا یقین ہو اور عقل مند، دیندار لوگ ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے روکنے میں مصلحت سمجھتے ہو، اور نمازیوں کو اسی میں سہولت ہو تو جہاں تک اپنی اس حرکت کو ترک نہ کردے اس شخص کو مسجد میں آنے سے روک دینا درست ہے۔

و في النهر عن شرح البخاری للعینی أن من آذی الناس ینفی عن البلد .

(شامی : ۶۴/۴، مکتبہ سعید)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے: کہ موذی (تکلیف دینے والا) آدمی اور جانوروں کو مسجد سے روکا جاسکتا ہے۔ (آداب المساجد:۳۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

جواب صحیح ہے!

آپ کے یہاں اطراف میں جو پرانی مساجد ہیں، جن کی جہتِ قبلہ پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور مسلمان ان مساجد کو معیار بنا کر مسجد میں قبلہ طے کیا جائے، اگر آپ کی مسجد کا قبلہ ان مساجد کے مطابق ہے، تو اس کو صحیح سمجھا جائے۔ اگر تھوڑا سا فرق ہے، تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، البتہ اگر فرق زیادہ ہو (یعنی پینتالیس ڈگری سے زیادہ ہو) تو قبلہ کو صحیح کیا جائے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

احقر (حضرت مفتی) سید عبد الرحیم لاجپوریؒ ثم راندیری غفرلہ (صاحب) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹/شعبان/۱۴۱۲ھ

(۳۰۹) قبلہ معلوم نہ ہو، تو نماز میں چہرہ کس طرف کریں

سوال: نماز میں چہرہ قبلہ کی طرف رکھنا چاہیے، البتہ قبلہ کس طرف ہے اس کو کس طرح معلوم کریں گے؟ آفتاب جس طرف غروب ہوتا ہے اس طرف قبلہ شمار کریں گے یا نہیں یا پھر ہر ملک میں آفتاب پر دارومدار نہیں رہتا؟

جواب: جس طرف قبلہ ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، جس طرف آفتاب غروب ہوتا ہو، ہر ایک ملک میں اس طرف قبلہ ہو یہ کوئی ضروری نہیں، مگر آپ کے یہاں جو مساجد ہیں ان کا قبلہ جس طرف ہو آپ کو بھی ان مساجد کا اعتبار کر کے نماز پڑھنا چاہیے۔

اگر صحرا کی وجہ سے مسجد نہ ہو، تو ایسی جگہ پر دل میں سوچ کر (تحرّی کر کے) جس طرف دل زیادہ گواہی دے اس طرف یا قریب کی مساجد کا اعتبار کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔

(فتاوی دارالعلوم) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۰) اگر قبلہ معلوم نہ ہو، تو کیا کرے؟

سوال: اگر مسافر سفر کے درمیان کسی ایسی جگہ قیام کرے، جہاں قبلہ کی سمت کا اندازہ نہ ہو سکے، تو نماز کسی طرف پڑھے، یعنی اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: جنگل میں نماز پڑھتے وقت اول تو کسی سے دریافت کرے، اگر وہاں کوئی بتانے والا نہ ہو، تو خود سوچے، غور وفکر کے بعد جس طرف طبیعت کا رجحان ہو کہ قبلہ اس طرف ہوگا، اس طرف نماز پڑھے۔

اگر نماز پڑھنے کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا، تو نماز کا اعادہ نہ کرے، البتہ اگر غلطی کا علم نماز ہی میں ہو جائے، تو نماز ہی میں اس جانب پھر جائے، جس طرف اس کو ظن غالب اور یقین ہو۔

آپ کی بستی میں جو وقت اذان ونماز کا وقت ہو، اس کے اعتبار سے نماز پڑھے۔

و عدم من يسئله تحرى و لم يعد ان خطأ، ...... ان علم بالخطأ في الصلاة أو تحول غلبة ظنه، إلي جهة اخرى، وهو في الصلوة استدار.

(شرح الوقاية : ۱۳۷، ۱۳۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۱) جوتے یا چپل ناپاک ہوں تو اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا درست نہیں

سوال: جوتے یا چپل کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو، تو اس پر کھڑے ہو کر جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جوتے یا چپل کے نیچے کا حصہ اوپر کے حصہ کے ساتھ ملا ہوا ہے، تو نیچے کا اور اوپر کا حصہ ایک ہی حکم میں ہیں لہٰذا اگر نیچے کا حصہ ناپاک ہو تو اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا درست نہیں اور نماز صحیح نہ ہوگی۔

وصلاته على مصلى مضرب نجس البطانة.

(در مختار مع الشامی : ۱/۲۲۶ ، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۲) ناپاک جگہ پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا

سوال: ناپاک جگہ پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ناپاک جگہ پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے میں اگر زمین کی ناپاکی کا اثر یعنی رنگ، بو ظاہر نہ ہو، تو نماز پڑھنا درست ہے۔

صلاته على نجس إن لم يظهر لون أو ريح .

(الدر المختار مع الشامی: ۱/۵۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۳) نماز میں عورت کے سر کے بال کھل جائیں تو اس کا حکم شرعی

سوال: کیا نماز میں عورت کے سر کے بال کھل جائیں تو نماز صحیح ہوگی؟

جواب: عورت کیلئے چہرہ دونوں ہتھیلی اور دونوں پاؤں کے علاوہ پورا بدن ستر ہے، عورت کا سر، پیٹ، پشت اور ران ستر میں داخل ہے، اسی طرح عورت کے سر سے نیچے لٹکے ہوئے بال بھی ستر میں داخل ہیں، ستر کھل جانے سے نماز فاسد ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اگر جو حصہ کھل گیا وہ چوتھائی سے کم ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی، سر کے نیچے لٹکے ہوئے بال صحیح قول کے بموجب ستر میں داخل

ہونے سے اس کا حکم بھی یہی ہے، کہ چوتھائی یا اس سے زیادہ اتنی دیر کھلا رہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(ہدایہ:۱/۷۱،شامی:۱/۳۷۶،حلبی کبیر:۲۱۱)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۴)ہمبستری کے وقت پہنے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا

سوال: ہمبستری کے وقت جو کپڑے پہنے تھے غسل کے بعد وہی کپڑے پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جنابت،حیض اور نفاس کی حالت میں کپڑے کے جس حصہ پر ناپاکی لگی ہو،وہ حصہ ناپاک شمار ہوگا،اس حصہ کو دھونا ضروری ہے،پورا کپڑا دھونا ضروری نہیں،اور بدن کے جس حصے پر ناپاکی لگی ہوتی ہے،اس کے علاوہ دوسرا حصہ ناپاک نہیں ہوگا(یعنی ناپاکی لگا ہوا حصہ شریعت میں جس طرح ناپاک شمار ہوتا ہے اس طرح کا ناپاک شمار نہیں ہوگا)۔

ہمبستری کے بعد بدن کا ناپاک حصہ دھونے کے بعد کپڑے پہنے ہو،تو غسل کے بعد وہی کپڑے پہن کر نماز پڑھنا درست ہے۔اسی طرح مذکورہ لوگوں کا پسینہ غسل کرنے سے پہلے ناپاک شمار نہیں ہوتا ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کپڑوں میں جماع کرتے تھے وہی کپڑے پہن کر نماز پڑھتے تھے کہ نہیں؟ تو جواب دیا کہ اگر ناپاکی نہ لگی ہوتی تو وہ کپڑے پہن کر نماز پڑھتے تھے۔

عن معاوية ابن أبي سفيان رضى الله عنه ان سأل اخته ام حبيبة زوج البنى صلى الله عليه وسلم هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى في الثوب الذى يجامعها فيه فقالت نعم إذا لم ير فيه اذىً. (السنن لابی داؤد:۵۳)

اس سے ثابت ہوا کہ ہمبستری کے وقت پہنے ہوئے کپڑے پر ناپا کی نہ لگی ہو، تو غسل کرنے کے بعد وہی کپڑے پہن کر نماز پڑھنا درست ہے۔

واتفقوا علی طهارة عرق الجنب و الحائض. (مرقاة المفاتيح: ۱/ ۳۳۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۵) نماز میں ستر کا کھل جانا

سوال: اگر راستے میں چلتے وقت یا دوران نماز پاجامہ پھٹ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا مطلق کپڑا پھٹ جانے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے؟ یا اس کا کوئی معیار شریعت نے متعین کیا ہے؟ اس کے متعلق جواب ارسال فرمائیں۔

جواب: مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہے، اور ستر کا چھپانا فرض اور ضروری ہے، ستر چھپانا ایسا فرض ہے کہ اس کو نماز میں اور دیگر حالات میں بھی ہر ایک سے چھپانا ضروری ہے، یہاں تک کہ صحیح قول کے مطابق تنہائی میں بھی ضروری ہے، اگر راستے میں چلتے وقت پاجامہ پھٹ جائے تو کسی چیز کے ذریعہ اس کو بند کردیا جائے، اور اگر نماز میں ایسا ہوا اور تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر وقت تک ستر کھلا ہوا رہا اور وہ کھلا ہوا حصہ چوتھائی حصے کے بقدر ہو، تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (شامی: ۱/ ۳۵۷، عمدۃ الرعایۃ: ۱۳۹)

زندہ یا مردہ آدمی کے ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کے حصے کو دیکھنا جائز نہیں، البتہ میت کو غسل دیتے وقت ضرورت کی وجہ سے میت کی ران پر کپڑا ڈال دیا جائے۔

(شامی: ۲/ ۸۰۰، عمدۃ الرعایۃ: ۲۸۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصلِ دوم

فرائضِ نماز

(۳۱۶) قضا نماز کے بدلے ادا نماز کی نیت کر لی اس کے متعلق

سوال: ایک شخص قضا نماز پڑھ رہا تھا، لیکن غلطی سے اس نے ادا نماز کی نیت کر لی، تو اس شخص کی قضا نماز ہو گی یا نہیں؟

جواب: نیت دل کے ارادے کا نام ہے اس لیے فرض یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا ہے دل میں اس کا خیال ہو اور پوچھنے پر فوراً سوچے بغیر اس نماز کا نام بتلا دے، لہٰذا اصل دار و مدار دل سے نیت کرنا ہے، لہٰذا اگر دل میں قضا کی نیت ہو اور زبان سے ادا نماز کی نیت ہوگئی، تو قضا نماز صحیح ہو جائے گی، جو نماز پڑھ رہا ہو، دل میں اس کو متعین کر لینے سے درست ہو جائے گی۔

(حلبی کبیر: ۲۵۲، الاشباہ والنظائر: ۱۸)

نماز کی نیت کرنے کے متعلق تین صورتیں ہیں:

(۱) صرف دل سے نیت کرنا، زبان سے نیت نہیں کی تب بھی نماز درست ہو جائے گی۔

(۲) دل سے نیت نہیں کی صرف زبان سے کہنے سے نماز درست نہیں ہو گی۔

(۳) دل اور زبان دونوں سے نیت کرے تو نماز درست ہو گی ایسا کرنا افضل اور مستحب ہے۔

قوله: أفضل ههنا ثلث صور: أحدها الاكتفاء بنية القلب وهو مجزئ اتفاقاً. ....وثانيهما: الاكتفاء بالتلفظ من دون قصد القلب وهو غير مجزئى، وثالثهما: الجمع بينهما وهو سنة. (عمدة الرعاية: ۱/۱۳۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۷) امامت کی نیت کس طرح کریں؟

سوال: کیا امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری ہے؟ اگر امامت کی نیت کے کوئی خاص الفاظ ہوں تو برائے مہربانی بتلائیں۔

جواب: اگر امام مردوں کو نماز پڑھاتا ہو تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہونے کے لیے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ ایسی صورت میں امامت کا ثواب نہیں ملے گا، لہٰذا ثواب کے خاطر امامت کی نیت کر لینا چاہیے، یعنی امام، کہ میں نماز پڑھا رہا ہوں اتنی نیت کر لینا کافی ہے، عربی میں اس طرح کہہ سکتے ہیں: اللھم إني أريد أن أصلی صلوٰۃ كذا . (الظهر) البتہ مقتدیوں کو امام کی اقتدا کی نیت کرنا ضروری ہے، اقتدا کی نیت کے بغیر مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(مرقاۃ المفاتیح: ۱/۳۳۰)

اگر امام کے پیچھے عورتیں بھی نماز پڑھتی ہوں تو عورتوں کی نماز صحیح ہونے کے لیے امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے ۔ (درمختار مع الشامی: ۱/۳۸۶)

(والإمام ينوي صلوته فقط) و(لا) يشترط لصحة الاقتداء نية (امامة المقتدى) بل لنيل الثواب . (در مختار مع الشامی: ۱/۴۲۴، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۸) کیا امام کے لیے امامت کی جگہ پر کھڑے ہو جانا، امام کی نیت کے لیے کافی نہیں ہے؟

سوال: کیا امام کے لیے امامت کی نیت ضروری ہے؟ صرف دل میں ارادہ کر لینا کافی نہیں، اور بغیر نیت کے ثواب ملے گا کیا صرف امام کی جگہ پر کھڑا ہو جانا کافی نہیں ہے؟

جواب: شامی میں ہے: أما الإمام فلا يحتاج إلي نية الإمامة .

(شامی: ۱/۴۲۰، مکتبہ سعید)

المقتدي لنيل الامام ثواب الجماعة . (شامی : ۱/۴۲۴، مکتبہ سعید)

بہر حال امام کے لیے مقتدی کی امامت کی نیت ضروری نہیں، البتہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں بل کہ صرف منفرد کی طرح صرف اپنی نماز کی نیت کر لی تب بھی مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی، البتہ امامت کا ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

والإمام ينوى صلاته فقط، أي فيشترط في حقه ما يشترط في حق المنفرد من نية صلاته . (شامی : ۱/۴۲۴ ، مکتبہ سعید)

امامت کی نیت کے لیے زبان سے بولنا اور نیت کرنا ضروری نہیں، بل کہ دل میں ارادہ کر لینا کافی ہے۔

النية و هي الارادة و المعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة قال الشامي النية لغة العزم هو الارادة الجازمة القاطعة . (شامی : ۱/۴۱۵ ، مکتبہ سعید)

لہٰذا نماز پڑھانے کے ارادے سے امام کھڑا ہوا اور دل میں امامت کا ارادہ کر لیا تو یہ کافی ہے، البتہ دل کی نیت کے ساتھ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا مستحب ہے۔

والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار .

(درمختار مع الشامی : ۱/۳۸۶، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۴/رمضان المبارک/۱۴۰۶ھ

(۳۱۹) نفل نماز کی نیت

سوال: نفل نماز کی نیت کس طرح کرنا چاہیے، تراویح کی نماز میں نفل کی نیت کرنا درست ہے؟

جواب: نفل نماز کے لیے صرف اتنی نیت کر لینا کہ ”میں نماز پڑھتا ہوں“ درست ہے اسی طرح

صحیح قول کے مطابق سنت میں بھی صرف سنت کی نیت کر لینا کافی ہے، اسی طرح تراویح میں بھی نفل کی نیت کرنے سے تراویح کی نماز ادا ہو جائے گی۔ البتہ تراویح کی نماز کی تخصیص کرنا افضل ہے۔

ثم إن كانت الصلاة نفلاً يكفيه مطلق ا لنية و كذا إذا كانت سنة في الصحيح. (هداية : ۱/۸۰) فقط

والله اعلم بالصواب

۲/ذی الحجۃ الحرام/۱۴۰۵ھ

(۳۲۰) رکوع کی کم سے کم مقدار

سوال: مردوں کے لیے رکوع کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟

جواب: مردوں کے لیے رکوع کی کم سے کم مقدار ایک مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بقدر ہے یعنی ایک مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بقدر رکوع میں ٹھہرنا فرض ہے۔

و نقل ابن هبيرة وغيره انه مرة واحدة في كل منهما .

(البحر الرائق: ۱/۳۱۵)

یعنی ایک مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بقدر اگر رکوع میں نہیں ٹھہرا، تو رکوع ادا نہیں ہوگا، رکوع اور سجدے میں کم سے کم تین مرتبہ تسبیح پڑھنا چاہیے، البتہ رکوع سجدے میں تسبیح پڑھنا سنت ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رض الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ركع أحدكم فلْيَقل ثلاث مرات سبحان ربى العظيم و ذالک أدناه و إذا سجد فليقل سبحان ربى الأعلى و ذالک ادناه . (السنن لابی داؤد: ۱۲۹)

و سبح فيه ثلاثا أي في ركوعه . (البحر الرائق: ۱/۳۱۵) فقط

والله اعلم بالصواب

(۳۲۱) سفر کے درمیان بس میں اگر سیٹ پر سجدہ کرنے کی گنجائش نہ تو کیا کریں؟

سوال: بس کے ذریعہ سفر کے درمیان اگر نماز کا وقت ہو جائے اور سیٹ پر سجدہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو کیا صرف اشارے سے سر کو جھکا کر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہو جائیگا؟

جواب: بس میں سفر کے دوران نماز کا وقت ہو جائے تو اگر نماز قضاء ہونے سے پہلے بس کا کسی جگہ رکنے کا امکان ہو تو نیچے اتر کر رکوع اور سجدوں کے ساتھ نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

(تحت يسجد بجبهته) يستحب التاخير حتى يزول الزحام .

(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱۲۷)

اگر نیچے اتر کر نماز ادا کرنے کے لیے وقت نہ ہو اور نماز قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اگر بس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہو، تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے، اور اگر بس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو، تو کرسی کی طرح سیٹ پر بیٹھ کر نماز ادا کر لیں اور آگے کی سیٹ پر سر رکھ کر سجدہ ادا کریں، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو، تو اشارے سے نماز ادا کریں، البتہ اشارے سے نماز پڑھنے کی صورت میں بعد میں نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ (احسن الفتاوی:۳/۸۸)

و في التجنيس قال ابو حنيفةؒ في متوضئ لا يقدر على مكان طاهر و قد حضرت الصلاة صلى بالايماء ثم يعيد ما صلى بالايماء قضاء لحق الوقت بالتشبه و انما يعيد لان العذر جاء من قبل العبد . (البحر الرائق : ۲/۱۱۵) **فقط**

واللہ اعلم بالصواب

۸/ ذیقعدۃ الحرام/ ۱۴۱۱ھ

فصلِ سوم

واجباتِ نماز

(۳۲۲) سورۂ فاتحہ کے بعد نماز میں کتنی آیات کا پڑھنا ضروری ہے؟

سوال: سورۂ فاتحہ کے بعد نماز میں کتنی آیات کا پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی جو تین آیات کے بقدر ہو کا پڑھنا واجب ہے۔

وتجب قرأة الفاتحة وضم السورة أو ما يقوم مقامهما من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة في الأولیين بعد الفاتحة . (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۷۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۲۳) نماز میں قرأت کی مقدار

سوال: امام صاحب نے جمعہ کی فرض نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ منافقون کے دوسرے رکوع کی پہلی آیت تلاوت کی پھر دوسری آیت چھوڑ کر تیسری آیت کی تلاوت کی لقمہ دینے کے باوجود تیسری آیت کے اختتام پر رکوع میں چلے گئے، اور دوسری رکعت میں سورۃ پڑھ کر نماز ختم کی تو ایسی صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز میں امام یا منفرد کو سورۂ فاتحہ کے بعد چھوٹی ایک سورۃ یا چھوٹی تین آیات پڑھنا واجب ہے، اگر بڑی ایک آیت جو چھوٹی تین آیات کے بقدر ہو، تب بھی کوئی حرج نہیں، اور بڑی ایک آیت کی مقدار علمائے کرام نے تیس حرف کے بقدر رکھا ہے، مذکورہ سورۃ میں ان کے امام صاحب نے پہلی ایک آیت پھر دوسری چھوڑ کر تیسری آیت پڑھی ہے تو نماز صحیح شمار ہوگی۔

قرأ المصلي لو امامًا أو منفردا الفاتحة ، وقرأبعدها وجوبا سورة أو ثلاث آيات و لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاث آيات قصار انتفت كراهة التحريم .... (قال العلامة الشامي في موضع آخر) تعدل ثلاث آيات قصار، و هي ثلاثون حرفا ، فلو قرأ آية طويلة قدر ثلا ثين حرفا يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات . (در مختار مع الشامی : ۴۵۸/۱ ، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۲۴) قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنا واجب ہے

سوال: ایک گجراتی کتاب میں پڑھا ہے کہ قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھنا سنت ہے، اور قعدۂ اخیرہ میں واجب، تو چار رکعت والی نماز کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنا سنت ہے کہ واجب؟ اسی طرح اگر پہلا قعدہ واجب ہے تو اخیری قعدے کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحیح قول اور محققین علمائے کرام کے اقوال کے مطابق تین یا چار رکعت والی نماز کے دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا واجب ہے، لہٰذا قعدۂ اولیٰ میں التحیات سنت ہونے کا قول بعض علماء کا قول ہے، صحیح قول یہ ہے کہ قعدۂ اولیٰ واجب اور قعدۂ اخیرہ فرض ہے، یعنی التحیات پڑھنے کے بقدر بیٹھنا فرض ہے، اور دونوں میں التحیات پڑھنا واجب ہے۔

(شامی: ۴۳۴/۱، شرح الوقایۃ: ۱۴۲)

ثم ذكر التشهد يحتمل القعدة الأولى والثانية والقراءة فيهما وكل ذلك واجب وفيها سجدة السهو هو الصحيح .

(هدايه: ۱۳۷/۱ ، باب سجود السهو) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۲۵) التحیات یا تسبیح پوری کرنے سے پہلے ہی امام کھڑا ہو جائے تو

سوال: جماعت سے نماز پڑھتے وقت قعدۂ اولیٰ میں مقتدی کی التحیات ختم ہونے سے پہلے امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا، یا کوئی قعدۂ اولیٰ میں شریک ہوا، اور اس کے التحیات شروع کرنے سے پہلے امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا، اسی طرح رکوع اور سجدے میں تین تسبیح پڑھنے سے پہلے ہی امام کھڑا ہو جائے تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے؟ امام کی متابعت کرنی چاہیے یا التحیات و تسبیح پوری کرنی چاہیے؟

جواب: مقتدی کی التحیات پوری ہونے سے پہلے ہی امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے یا قعدۂ اُخیرہ میں امام سلام پھیر لے تو مختار قول کے مطابق مقتدی التحیات پوری کر لے، اور التحیات پوری کر کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، اسی طرح قعدے میں شریک ہونے والا کہ اس کے التحیات شروع کرنے سے پہلے ہی امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، تو اگر تیسری رکعت ملنے کی امید ہو، تو التحیات پڑھ کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، رکوع اور سجدوں میں مقتدی کا تین یا چار مرتبہ تسبیح پڑھنے سے پہلے ہی امام کھڑا ہو جائے تو صحیح قول کے مطابق مقتدی بھی امام کی تابعداری میں کھڑا ہو جائے (یعنی امام کی اقتدا کرے)۔

(فتاوی ہندیہ: ۱/۹۴، شامی: ۱/۴۳۹) فقط

والله اعلم بالصواب

(۳۲۶) مقتدی کا تشہد ختم ہونے سے پہلے امام کھڑا ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

سوال: امام صاحب عصر کی نماز پڑھا رہے ہیں، امام صاحب نے قعدۂ اولیٰ کیا، امام کی تشہد ختم ہوگئی، اور امام تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے، مگر پیچھے بعض مقتدیوں کی تشہد ختم نہیں ہوئی، تو مقتدی کیا کریں، امام کی تابعداری بھی ضروری ہے؟

جواب: فرض اور واجب میں بلا تاخیر امام کی اتباع کرنا واجب اور ضروری ہے، البتہ کوئی واجب ایسا ہو، کہ اس کو ادا کرکے امام کے ساتھ شامل ہو سکتے ہوں، تو اس واجب کو ادا کرکے امام کے ساتھ ہونا چاہیے، جیسا کہ امام قعدۂ اولیٰ میں مقتدی کی التحیات ختم ہونے سے پہلے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، تو مقتدی کو تیسری رکعت کا قیام امام کے ساتھ ملنے کی امید ہو، تو التحیات پوری کرکے تیسری رکعت کے قیام میں شامل ہو جائے، کیوں کہ امام کی اتباع بھی واجب اور التحیات بھی واجب ہے، تو ایک واجب کو چھوڑنے کے بجائے ایک واجب کو (ایک امام کی اتباع) تاخیر سے ادا کرکے دونوں واجب ادا کر لینا بہتر ہے۔

البتہ اگر سنت ادا کرنا رہ جائے مثلاً مقتدی کا رکوع یا سجدے میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنے سے پہلے امام کھڑا ہو جائے، تو مقتدی کو اپنی تین مرتبہ تسبیح ختم کرنے کے بجائے امام کی اتباع کرنا ضروری ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں جس مقتدی کا التحیات باقی ہو، اس کو اپنا التحیات ختم کرکے امام کے ساتھ تیسری رکعت کے قیام میں شامل ہونا چاہیے۔ (شامی: ۱/ ۴۳۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۱۲ھ

فصلِ چهارم

نماز کی سنتوں کے بیان میں

(۳۲۷) سفر میں تکبیر اولی کا ثواب کس طرح حاصل کیا جائے

سوال: ایک شخص چالیس دن تکبیر اولیٰ کی ساتھ نماز پڑھنا چاہتا ہے، مگر کسی نہ کسی ضرورت کے بنا پر سفر میں جانا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا جماعت کے ساتھ نماز رہ جاتی ہے، اور اکیلا نماز پڑھتا ہے، تو اکیلے نماز پڑھنے سے چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ ثواب ملے گا؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بیاباں جنگل میں اذان اور اقامت کہہ کر اکیلا نماز پڑھتا ہے، تو اس کے ساتھ پہاڑ پر فرشتوں کی جماعت نماز پڑھتی ہے۔

من صلى بأرض فلاة صلى عن يمينه ملك و عن شماله ملك فان أذن وأقام الصلوة صلى ورائه من الملائكة أمثال الجبال . (مؤطا امام مالک : ۵۸)

اگر کسی شخص نے اذان واقامت کہہ کر اکیلے نماز ادا کی، اس کے بعد اگر وہ قسم کھا کر کہہ کے میں نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی تو وہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا۔

لو صلى في فضاء باذان و اقامة منفردا ثم حلف انه صلى بالجماعة لم يحنث . (نفع المفتى و السائل : ۹۴)

إن أذن و أقام صلى خلفه من جنود الله مالا يرى طرفاه....... إلا انه لا يعطى له حكم الامام من كل وجه . (شامى : ۱/۳۹۴، مكتبه سعيد)

لہٰذا چالیس دن کے درمیان سفر کی بنا پر جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ چھوٹ جائے، مگر حالت سفر میں اذان واقامت کے ساتھ اکیلا بھی نماز پڑھے گا، تو حدیث اور فقہاء کے اقوال مطابق اللہ تعالیٰ سے امید کی جاسکتی ہے کہ اس کو تکبیر اولیٰ کا ثواب مل جائے گا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۲۸) تکبیر کے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑا رہنا

سوال: نماز کے لیے جماعت کھڑی ہوتی ہے اور مکبر تکبیر کہتا ہے، اس وقت بعض لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں، تو اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: تکبیر کے وقت ہاتھ باندھنا شرعاً ثابت نہیں ہے، ہاتھ نیچے کے جانب سیدھے اور کھلے رکھنا چاہیے، قاعدہ ہے کہ نماز کے جس قیام میں کوئی مسنون اور طویل ذکر نہ ہو، اس میں ہاتھ نیچے کی طرف کھلے رکھنا چاہیے، اور جس قیام میں طویل ذکر ہو، اس میں کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھوں کو باندھ کر کھڑا رہنا چاہیے۔ (شرح الوقایۃ:۱/۱۴۴)

لہٰذا ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنے کی عادت چھوڑ دینی چاہیے اور دوسروں کو بھی اس سے روکنا چاہیے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۲۹) تکبیر کے وقت ہاتھوں کو باندھے یا کھلے رکھیں

سوال: جماعت کے وقت مکبر تکبیر کہتا ہے اور تکبیر کے دوران مقتدی ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں، تو تکبیر کے وقت ہاتھ باندھنا چاہیے یا کھلے رکھنا چاہیے؟

جواب: مکبر کے تکبیر کے دوران مقتدیوں کا ہاتھ باندھ کر کھڑے رہنا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، لہٰذا وہ خلاف شریعت شمار ہوگا، نماز میں ہاتھ باندھنے کا شرعی قانون یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا طویل ذکرِ مسنون ہو وہاں ہاتھوں کو باندھنا چاہیے، اور جہاں طویل ذکر نہ ہو تو وہاں ہاتھوں کو نیچے کی طرف چھوڑ دینا چاہیے، اس وجہ سے وتر میں دعائے قنوت کے وقت ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھا جاتا ہے، کیوں کہ ذکرِ طویل مسنون ہے، اور قومہ میں اور عیدین کی تکبیراتِ میں بھی ہاتھ نہیں باندھے جاتے ہیں۔

و الأصل أن كل قيام فيه ذكر مسنون يعتمد فيه ومالا فلا هو الصحيح فيعتمد في حالة القنوت وصلاة الجنازة ويرسل في القومة وبين التكبيرات الاعياد . (هداية: ۱/۸۶)

مذکورہ صورت میں ابھی نماز شروع بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ہاتھوں کو نیچے کی طرف چھوڑے رکھنا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۰) قیام میں عورتوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کو کہاں رکھنا چاہیے؟

سوال: عورتوں کو قیام میں اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر باندھنا چاہیے، اس سے سینہ کے اوپر کا حصہ مراد ہے یا نیچے کا حصہ؟

جواب: حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز شروع کرو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاؤ، اور عورتیں اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینوں تک اٹھائیں گی۔

من حديث وائل بن حجر رضى الله عنه قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك و المرأة تجعل يديها حذاء ثدييها . (تنوير الحوالك شرح مؤطا مالك: ۱/۹۸، مجمع الزوائد: ۲/۱۰۲)

اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے سعایہ میں لکھا ہے:

أما في النساء اتفقوا على أن السنة لهن وضع اليدين على الصدر لانه استرلها، وفي المنية: المرأة تقعهما تحت ثدييها . (السعاية)

بہر حال عورتوں کے متعلق فقہا کرام کا اتفاق ہے کہ ان کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت ہے، کیوں کہ اس بات میں ان کے لیے زیادہ پردہ ہے، اور منیۃ المصلی میں ہے کہ عورتیں اپنے

دونوں ہاتھوں کو سینہ کے نیچے باندھیں، اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں اپنے دونوں ہاتھ سینہ کے اوپر کے حصے پر نہیں، بل کہ سینہ پر باندھیں۔ (دونوں پستانوں کے نیچے)

بخلاف المرأة فإنها تضع على صدرها لأنه استر لها فيكون في حقها أولىٰ . (البحر الرائق: ۱/۳۰۳، عمدة الفقه: ۱/۱۱۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۱) تسمیہ، تعوذ اور آمین کب پڑھنا چاہیے

سوال: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی حالت میں آمین کہنا چاہیے کہ نہیں، اور تعوذ اور تسمیہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: سورۂ فاتحہ کے بعد امام اور مقتدی دونوں کو آہستہ سے آمین کہنا سنت ہے،

إذا قال الامام و لا الضالين يقول أي الامام آمين و المؤتم ايضاً يقول و التامين سنة يقولً: إذا امن فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه و ما تأخر . (حلبی کبیری : ۳۰۲)

امام اور مقتدی کے لیے پہلی رکعت میں الحمد سے پہلے تعوذ اور تسمیہ پڑھنا سنت ہے، اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے تسمیہ مسنون ہے، اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے پہلے ہر رکعت میں تسمیہ پڑھنا بہتر ہے۔

إن سمي بين الفاتحة و السورة المقروء ة سراً أو جهراً كان حسناً عند ابي حنيفة رحمه الله تعالىٰ و رجحه المحقق ابن الهمام .

(شامی : ۱/۴۹۰، مکتبہ سعید، عمدة الرعاية : ۱/۱۶۲)

ويسن التعوذ للقرأة وتسن التسمية اول كل ركعة قبل الفاتحة واتفقوا على عدم الكراهة في ذكرها بين الفاتحة و السورة بل هو حسن .

(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱۴۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۲) مقتدی کا ثنا، تعوذ، اور بسملہ پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

سوال: ظہر اور عصر کی نماز اگر جماعت کے ساتھ پڑھتا ہو، تو مقتدی کو ثنا و تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہیے کہ نہیں؟

جواب: نماز ظہر کی ہو یا عصر کی، یا تو ایسی نماز امام کے ساتھ پڑھتا ہو، جس میں قرأت زور سے پڑھی جاتی ہو، کسی بھی نماز میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے صرف ثنا پڑھنا چاہیے نہ کہ تعوذ و تسمیہ، اور اگر کوئی شخص جماعت میں ایسے وقت شریک ہوا، کہ اس وقت امام قرأت شروع کر چکا ہو، تو ثنا بھی نہ پڑھے خاموش رہ کر امام کی قرأت کی طرف توجہ دے۔ (حلبی کبیری: ۲۹۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۳) ثنا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

سوال: کیا ثنا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: نماز میں ثنا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ثابت نہیں۔

روایة أنس رضي الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم کان إذا افتتح الصلاة کبّر و قرأ سبحانک اللهم و بحمد الخ.... ولم یزد علی هذا.

(هدایة : ۱/ ۸٦)

و قرأ کما کبّر سبحانک اللهم.

(در مختار مع الشامی : ۱/ ۴۸۸، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۴) جماعت میں شامل ہوتے وقت ثنا پڑھنے کے متعلق

سوال: کوئی شخص جماعت کے دوران جماعت میں شامل ہو، تو وہ ثنا پڑھے گا یا نہیں؟

جواب: کوئی شخص وضو کرنے کے بعد ایسے وقت جماعت میں شامل ہوا، جب امام صاحب نماز شروع کر چکے تھے، اگر وہ نماز جہری ہو یعنی زور سے قرأت والی نماز ہو، تو ثنا نہ پڑھے اور اگر سری نماز ہو، تو امام صاحب کے قرأت کے دوران شامل ہونے والا ثنا پڑھ سکتا ہے۔

إذا أدرک الإمام في القراء ة في الركعة التی يجهر فيها لا يأتی بالثناء كذا في الخلاصة هو الصحيح و هو الاصح و في صلاة المخافة ياتی به هكذا في الخلاصة و يسكت الموتم من الثناء إذا جهر الامام هو الصحيح . فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۵) نماز شروع ہونے کے بعد آنے والا شخص ثنا پڑھے یا نہیں

سوال: کوئی شخص جماعت شروع ہونے کے بعد نماز میں شامل ہوا، تو آنے والا شخص ثنا پڑھے کہ نہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص وضو کے بعد ایسے وقت جماعت میں شامل ہوا کہ امام صاحب قرأت شروع کر چکے تھے، تو اگر وہ نماز جہری ہو اور ابھی امام صاحب نے قرأت شروع نہ کی ہو، تو آنے والا شخص ثنا پڑھ لے اور اگر امام صاحب قرأت شروع کر چکے ہو، تو صحیح قول کے مطابق آنے والا شخص ثنا نہ پڑھے بلکہ "اللہ اکبر" کہہ کر نماز میں شامل ہو کر امام کی قرأت کی طرف دھیان دے۔ اور اگر نماز سری ہو مثلاً ظہر عصر تو آنے والا شخص ثنا پڑھ لے۔

و في صلوة المخافتة يأتی به و يسقط المؤتم من الثناء إذا جهر الإمام هو الصحيح . (الفتاویٰ الهندية : ۱/۹۱، شامی : ۱/۴۵٦) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۶) رکوع میں جاتے وقت تکبیر کب کہی جائے

سوال: امام صاحب امامت کے وقت یا منفرد نماز پڑھتے وقت جس رکن کا ارادہ کرے، آیا اس رکن کی تکبیر رکن ادا کرنے سے پہلے کہہ یا رکن ادا کرنے کے ساتھ ساتھ، جیسا کہ امام جب قیام میں ہو اور جب " الله اکبر " کہنے کے بعد ہاتھ چھوڑے یا دونوں ساتھ میں ادا کرے؟

جواب: سنت طریقہ یہ ہے کہ قرأت سے فارغ ہو کر ہاتھ چھوڑ دے اور رکوع میں جانے کے لیے " الله اکبر " اس طرح کہا جائے کہ رکوع میں جانے کی ابتدا سے اللہ اکبر کی ابتدا کر کے رکوع میں برابر پہنچ جانے پر " الله اکبر " کی تکبیر کو بھی ساتھ میں ختم کرے، اگر تکبیر آگے پیچھے ہوگی، تو سنت کے خلاف ہوگا، البتہ نماز میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

و يكبر مع الانحطاط لان النبى صلى الله عليه وسلم يكبر عند كل خفض ورفع . (هداية : ۱/ ۸۷)

امتنان كون التكبير مع الانحطاط وهو الأصح. (عمدة الرعاية : ۱۴۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۷) منفرد کو تسمیہ اور تحمید دونوں کہنا چاہیے

سوال: میں اکیلا نماز پڑھتا ہوں، اس میں رکوع سے اٹھتے وقت "سمع الله لمن حمدة" کہنا ضروری ہے، تو کیا اس کے ساتھ "ربنالك الحمد" بھی کہنا ضروری ہے، اور امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت مقتدی کو "ربنالك الحمد" کہنا ضروری ہے کہ نہیں؟

جواب: منفرد شخص رکوع سے اٹھتے وقت " سمع الله لمن حمده " اور "ربنالك الحمد" دونوں اس طرح کہہ کہ رکوع سے اٹھتے وقت "سمع الله لمن حمده" اور جب رکوع سے برابر سیدھا کھڑا ہو جائے تب "ربنالك الحمد" کہے اور امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت صرف "ربنالك الحمد" کہنا چاہیے۔

و یکتفی بالتحمید المؤتم و یجمع بینهما لو منفرداً علی المعتمد یسمع رافعاً و یحمد مستویاً .

(در مختار مع الشامی: ۱/۴۹۷ ، مکتبہ سعید باب صفة الصلوة) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۸) مقتدی کو امام کی اقتدا فوراً کرنی چاہیے یا تاخیر سے

سوال: زید کہتا ہے کہ مقتدی کو امام کی تکبیر ختم ہونے پر رکوع سجدہ وغیرہ میں جانا چاہیے مثلاً "اللہ اکبر" کی (ر) کی آواز سننے کے بعد اقتدا کرے تو صحیح کیا ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتدا اور پیروی کی جائے، جب وہ " اللہ أکبر" کہے تو فوراً اس کے ساتھ اللہ اکبر کہو، اور جب امام رکوع کرے اس کے بعد تم فوراً رکوع کرو، اور جب امام سجدہ کرے تو اس کے فوراً بعد تم سجدہ کرو، یعنی مقتدی کے لیے تمام ارکان امام کے بعد متصلاً ادا کرنا ضروری ہے، امام کی تکبیر تحریمہ ختم ہونے کے بعد فوراً " اللہ اکبر" کہہ کر مقتدی کو نماز شروع کر دینا ضروری ہے، اسی طرح پہلا سلام پورا کر لینے کے بعد فوراً اس کے بعد مقتدی کو سلام پھیرنا چاہیے۔

مذهبنا ان المتابعة بطریق المواصلة واجبة. (مرقاۃ المفاتیح : ۹۸/۲)

أن افعال المامومین ینبغی أن تقع بعد الامام بعدیة متصلة لیس فیها فصل . (لامع الدراری : ۲۶۲/۱، باب متی یسجد من خلف الامام) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۹/۱۲/۱۹۸۰

(۳۳۹) رکوع اور سجدہ کی تکبیرات اور ختم کرنے کا صحیح طریقہ

سوال: اما صاحب ہر نماز میں رکوع اور سجدے میں پہنچ جانے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں، تو کیا یہ صحیح طریقہ ہے؟

جواب: رکوع اور سجدے میں جاتے وقت سنت طریقہ یہ ہے کہ رکوع میں جانے کی ابتدا پر اللہ اکبر کہنا شروع کرے اور رکوع میں پہنچ جانے پر اللہ اکبر پورا کرنا چاہیے، اسی طرح سجدے میں جاتے وقت سجدے کی ابتدا پر اللہ اکبر کی ابتدا اور سجدے میں برابر پہنچ جانے پر اللہ اکبر کا آخری لفظ ختم کر دیا جائے، لہٰذا پوری طرح رکوع اور سجدے میں جانے کے بعد اللہ اکبر کہنا خلاف شرع ہے۔

ثم يكبر و يركع و في الجامع الصغير و يكبر مع الانحطاط .

(هداية : ١/ ٨٧)

كبر و سجد يبدأ في القيام و يتم في الخفض . (حاشية هداية: ٨٩)

ثم يكبر للركع خافضا أي كون ابتدائه عند ابتداء الخفض و انتهائه عند انتهائه ..... والتكبير مع السجود تنبيهاً على ان ابتدائة التكبير عند ابتداء الانخفاض وانتهائه عند وضع جبهته للسجود . (عمدة الرعاية : ١٤٦) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۴۰) رکوع میں انگلیاں کہاں رکھی جائیں

سوال: کیا رکوع میں انگلیوں کا گھٹنوں یا صرف ہتھیلیوں کا گھٹنوں تک پہونچنا سنت ہے؟

جواب: **قال ابو حميد في اصحابه أمكن النبي صلى الله عليه وسلم يديه من ركبتيه .** (الصحيح البخارى: ١/ ١٠٩، باب وضع الاكف على الركب في الركوع)

اوپر کی روایت سے معلوم ہوا کہ مردوں کو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ٹیک دینے چاہیے، اور انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے پھیلا دینا چاہیے۔

عن سالم البراء قال اتينا عقبة بن عمرو الأنصار أبا مسعود رضى الله عنه (فقلنا له حدِّثنا عن صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام بين أيدينا في المسجد فلما ركع وضع يديه على ركبتيه و جعل أصابعه اسفل من ذالک .

(السنن لأبى داؤد: ١/ ١٢٥/ ١٢٦)

و وضع یدیه علی رکبتیه و فرّج اصابعه . (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۳۱۵)

رکوع کا یہ طریقہ مردوں کے لیے ہے، اور عورتوں کو رکوع کے لیے زیادہ نہ جھکنا چاہیے، بل کہ صرف اتنی مقدار جھکے جس سے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں، اور انگلیوں کو ملا ہوا رکھے اور رکوع میں ہاتھوں کو صرف گھٹنوں پر رکھے نہ کہ اس کو مضبوطی سے پکڑے ۔فقط

والله اعلم بالصواب

(۳۴۱) سجدے میں جاتے وقت پہلے داہنا پاؤں رکھنا چاہیے یا بایاں؟

سوال: ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ نماز میں جب سجدے میں جائے، تو پہلے داہنا گُھٹنہ زمین پر رکھنا چاہیے پھر بایاں پھر داہنا ہاتھ اس کے بعد بایاں ہاتھ، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے تو صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام کی ابتدا داہنی طرف سے پسند فرماتے تھے، یہاں تک کہ جوتے پہننے میں بھی اور سر میں کنگھی کرتے وقت بھی (بیت الخلا میں اور مسجد سے نکلنے کے وقت کے علاوہ) (مشکوٰۃ) اس حدیث کے مطابق سجدے میں جاتے وقت بھی پہلے داہنا گھٹنہ اور پھر بایاں گھٹنہ زمین پر رکھنا چاہیے، البتہ شامی میں لکھا ہے کہ سجدے میں پہلے داہنا گھٹنا رکھنا مشکل ہے ، لہٰذا پہلے داہنا گھٹنہ نہیں رکھنا چاہیے، بہر حال نمازی کو اگر کوئی تکلیف نہ ہو تو پہلے داہنا گھٹنا رکھے۔

و یضع الیمنی منهما أولاً ثم الیسری لکن الذی في الخزائن ...... وأنه لا یتامن في وضع الرکبتین ، و هو الذی یظهر لعسر ذالک .

(شامی : ۱/۴۹۸ ، مکتبه سعید، البحر الرائق : ۱/۳۱۷) فقط

والله اعلم بالصواب

۸ر شوال ۱۴۰۷ھ

(۳۴۲) سجدہ کرنے کا صحیح طریقہ

سوال: نماز میں سجدے کا طریقہ کیا ہے ہاتھوں کی کہنیوں کو زمین پر رکھنا چاہیے یا کہنیوں کو رانوں سے ٹیک لگائے رکھنا چاہیے؟ سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلی ہوئے رکھے یا ملی ہوئی؟ سلام کے وقت نظر کہاں رکھے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو پوری طرح سجدہ کرے اور اپنے ہاتھوں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔

عن انس رضی الله تعالیٰ أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اعتدلوا في السجود ولایفترش أحد کم ذراعیه افتراش الکلب .

(السنن لابی داؤد : ۱۳۰، الجامع للترمذی:۳۷)

پوری طرح سجدہ کرنے کے متعلق حدیث وارد ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت طریقے کے مطابق ادا کیا جائے، سجدے میں اپنے اعضا کو نہ پوری طرح سکڑلیں اور نہ پوری طرح پھیلائیں، بل کہ معتدل طریقہ اختیار کیا جائے، ہاتھوں کی کہنیوں کو زمین سے اور کمر سے الگ رکھا جائے اور پیٹ کو رانوں سے الگ رکھا جائے ہاتھوں کی تمام انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھے، اور اس طرح انگلیوں کو ملا کر رکھنا مستحب کہا گیا ہے، داہنی اور بائیں جانب سلام اس طرح پھیرے کہ پیچھے والی صف کا مصلی سلام پھیرنے والے کا رخسار دیکھ سکے، لہٰذا سلام پھیرتے وقت داہنی اور بائیں کندھے پر نظر رکھنا چاہیے۔ (فتاوی ہندیہ:۱/۷۳،۷۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۴۳) سجدہ کرنے کا صحیح طریقہ

سوال: سجدہ میں جانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا کیسا ہے؟

جواب: سجدے میں جاتے وقت پہلے زمین پر دونوں گھٹنے رکھنے چاہیے، پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی زمین پر رکھنی چاہیے، اگر مجبورًا گھٹنوں کے بدلے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں، البتہ بلا عذر زمین پر پہلے دونوں ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(و يسجد واضعاً ركبتيه)أولا لقربهما من الأرض (ثم يديه) إلا لعذر (ثم وجهه) مقدما أنفه . (در مختار مع الشامی : ۴۶۵/۱ ، مكتبه سعيد)

كل سنة تركها فهو مكروه تنزيهاً كما صرح به في منية المصلي، من قوله و يكره وضع اليدين على الارض قبل الركبتين إذا سجد و رفعهما قبلهما إذا قام الامن عذر . (البحر الرائق : ۳۲/۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۴۴) عورتوں کو سجدہ کرنے کا طریقہ

سوال: عورتیں عام طور سجدے میں جانے سے پہلے بیٹھ جاتی ہیں، پھر سجدہ کرتی ہیں، اور دونوں سجدوں کے بعد قیام سے پہلے بھی بیٹھ جاتی ہیں، پھر قیام کے لیے اٹھتی ہیں، تو کیا عورتوں کے لیے یہ طریقہ سنت ہے؟ کیا عورتیں اپنی دونوں کہنیوں کو زمین پر رکھے گی یا اپنے بازوؤں کو پہلو سے ملا کر رکھے گی یا دونوں چیزیں کرے گی؟ جب کہ دونوں چیزیں ایک ساتھ کرنا شاید ممکن نہیں عام طور پر عورتیں اپنی سرین زمین کے ساتھ لگا دیتی ہیں، جبکہ مرد زمین کے ساتھ نہیں ملاتے تو کیا یہ فرق فقہ سے ثابت ہے؟

جواب: سجدہ اسی طرح کرنے میں پردہ اور سہولت ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں بدن بڑھ جانے کی وجہ سے جلسۂ استراحت کیا تھا، مردوں کے لیے خوب کشادہ سجدہ کرنا چاہیے، کہ دونوں ہاتھ پہلو سے الگ رکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سجدہ کرتے تھے کہ بغل مبارک کی سفیدی نظر آتی تھی، اور سجدے میں پیٹ رانوں سے الگ رکھے، البتہ جماعت کے

ساتھ نماز پڑھتے وقت بازوؤں کو پہلو سے ملا کر الگ نہ رکھے تا کہ ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو اور کہنیوں کو زمین پر نہ پھیلائے بل کہ زمین سے اوپر رکھے۔

وابدی ضبعیه و جافي بطنه فخذيه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم كان إذا سجد فرج بين يديه حتى يبدو بياض ابطيه و في الحديث إذا سجدت فضع كفيك وارفع مرفقيك ثم ان كان في الصف لا يبدبهما حذراً من ايذاء جاره بخلاف ما إذا لم يؤدإلى الايذاء كما إذا لم يكن في الصف . (البحر الرائق: ١/٣٢٠)

عورتیں اپنے آپ کو سکیڑ کر سجدہ کریں، نہ تو اپنے بازوؤں کو پھیلائیں اور نہ تو اپنی پنڈلی کو رانوں سے الگ رکھیں، البتہ اس کو ملا کر رکھیں، اور پیٹ اور رانوں کے درمیان فاصلہ نہ رکھیں، جلسہ اور قعدہ میں اپنے دونوں پاؤں داہنی جانب نکال کر سُرین کو زمین کے ساتھ ملا دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض اعضاء (جو زمین کے قریب ہوتے ہیں) کو زمین سے چپکا دو، کیوں کہ عورتوں کا سجدہ مردوں کی طرح نہیں ہے۔

أن رسول اللـه صلى الله عليه وسلم مر على امرأتين تصليان فقال إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلي الارض فان المرأة ليست في ذالک كالرجل .
(مراسيل ابی داؤد: ٨)

فقہ حنفی کی مشہور اور معروف کتاب الہدایۃ میں لکھا ہے : عورتیں خوب جھک کر زمین کے ساتھ چپک کر سجدہ کریں، اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا دیں، اس لیے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

والمرأة تنخفض في سجودها و تلزق بطنها بفخذيها لان ذلک استرلها . (هداية: ١/٩٢، بيهقى: ٢)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورتیں سجدہ کریں تو سرین پر بیٹھیں، اور رانوں کو پیٹ سے ملا دیں۔

والمرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخذيها لأنه استر لها فانها عورة مستورة ويدل عليه ما رواه ابوداود في مراسيله أنه علـيه السلام مر على امرأتين .

(البحر الرائق: ١/ ٣٢١) فقط

واللہ اعلم بالصوب

(٣٤٥) تشہد میں انگلی اٹھانے اور رکھنے کا طریقہ

سوال: تشہد پڑھتے وقت انگلی کب اٹھانا چاہیے، اور انگلی اٹھانے کے بعد انگلی کا حلقہ اخیر تک باقی رکھے؟

جواب: قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت جب کلمۂ شہادت ''اشهـدان لا '' پر پہنچے تو انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنالے، خنصر اور بنصر کو بند رکھے، اور شہادت کی انگلی اٹھاوے اور ''إلاالــلــه'' پر شہادت کی انگلی جھکا دے اور یہی حالت اخیر تک رہنے دے، انگلیاں سیدھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

والـصـحيح المختار عند جمهور اصحابنا انه بضعه كفيه على فخذه ثم عـنـد و صـولـه إلـي كـلـمة التـوحيـد يعقد البنصر والخنصر و يحلق الوسطى و الابهـام و يشيـر بـالـمسبـحة رافعـا لهـا عند النفي و واضعا لها عند الاثبات ثم يستهـر عـلـى ذالک لانـه ثبت العقد عند الاشارة بلا خلاف و لايوجد أم يغيره فالاصل إبقاء الشيء على ما هو عليه . (اعلاء السنن: ٣/ ١٠٧)

بہشتی زیور میں فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے۔ مگر عقد وحلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے۔ (اختری بہشتی زیور عکسی: ٢/ ١٨) فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصلِ پنجم

نماز کے مستحبات کے بیان میں

(۳۴۶) تکبیر تحریمہ میں کان کی لو، کو ہاتھ لگانا ضروری ہے؟

سوال: سردی کے موسم میں سردی کی بنا پر اکثر لوگ کانوں پر رومال، چادر ڈال کر نماز پڑھتے ہیں، رومال اس طرح باندھتے ہیں کہ کان کی لو بھی چھپ جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح ڈالنے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کا انگوٹھا لَو کو لگتا نہیں فقط کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تحریمہ کہہ لیتے ہیں، تو نماز میں کوئی کراہت آئے گی؟ زید کا کہنا ہے کہ نماز مکروہ ہوتی ہے اور انگوٹھے سے کان چھونا ضروری ہے، اور سنت ہے تو آپ صحیح رہبری فرمائیں؟

جواب: کان پر اس طرح رومال باندھنا جس سے نماز شروع کرتے وقت انگوٹھا کان کی لو کو نہ چھوسکے اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئیگی۔ فقط

و یرفع یدیه حتی یحاذی بابهیامیه شحمة اذنیه. (هداية: ۱/۸۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۴۷) قد قامت الصلوٰۃ پر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنا

سوال: امام صاحب جماعت کے لیے کھڑے ہوئے، مقتدی تکبیر کہے "**حي علی الفلاح**" پر امام تکبیر تحریمہ کہے یہ بہتر ہے یا "**قد قامت الصلوٰۃ**" کہے، یا اقامت ختم ہونے کے بعد کہے، کونسا افضل ہے؟

جواب: "**قد قامت الصلوٰۃ**" پر نماز شروع کرنا جائز ہے، لیکن جمہور کا قول ہے کہ اقامت ختم ہونے کے بعد نماز شروع کی جائے، درمختار میں اقامت ختم ہونے کے بعد نماز شروع کرنے کو اصح اور بہتر کہا ہے۔

والجمهور على قول أبي يوسفؒ ليدرک المؤذن أول صلوة الإمام وعليه عمل أهل حرمين . (شرح النقاية:٦٣)

و لو أخر حتى اتمها لا بأس به اجماعاً ، و هو قول الثاني و الثلاثة ، و هو أعدل المذاهب ...... و في القهستاني معزياً للخلاصة أنه الأصح .

(در مختار: ۱/۴۷۹ ، مكتبه سعيد)

وقال أبو يوسف يشرع إذا فرغ من الاقامة و به قالت الائمة الثلا ثة و هو اعدل المذاهب و هو الأصح، قهستاني عن الخلاصة و هو الحق. نهر .

(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۵۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۴۸) پہلے تکبیر تحریمہ کہے اس کے بعد ہاتھ باندھے

سوال: ہمارے امام صاحب کی زبان میں لکنت کی بنا پر "الله اكبر" سے پہلے "أأأ" کی آواز ہوتی ہے، اس درمیان وہ نماز کے لیے ہاتھ باندھ لیتے ہیں، اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: تکبیر تحریمہ فرض ہے، لہٰذا جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے "الله اكبر" کہے اس کے بعد ہاتھ باندھنا چاہیے، اس لیے کہ "الله اكبر" سے نماز شروع ہوتی ہے، نماز شروع کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ نہیں کہی جاتی، آپ کے امام صاحب کو یہ غلطی درست کر لینی چاہیے۔

وإذا شرع في الصلوة كبر لما تلونا، أي إذا أراد الشروع لأن التحريمة ليست بعد الشروع بل الشروع يتحقق بها . (عناية : ۱/۱۹۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۴۹) قیام اور رکوع میں پاؤں کے درمیان فاصلہ

سوال: قیام اور رکوع کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان میں کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟

جواب: مردوں کے لیے رکوع میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا مستحب ہے، اور عورتیں دونوں پاؤں ملا کر رکھیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۵۰) سورۂ فاتحہ اور ضم سورۃ کے درمیان ''بسم الله'' پڑھنا مستحب ہے

سوال: فرض نماز یا سنتِ مؤکدہ یا سنت غیر مؤکدہ ادا کرتے وقت سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کے وقت'' بسم الله '' پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ یہ ''بسم الله '' پڑھنا مستحب ہے یا سنت؟

جواب: سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ سے پہلے ''بسم الله'' پڑھنا بہتر اور مستحب ہے۔

لو سمى بين الفاتحة والسورة كان حسناً عند أبي حنيفةؒ سواء كانت السورة مقروء ة جهراً أو سراً ورجحه ابن الهمام و ابن امير حاج .

(عمدة الرعاية: ۱/۱۴۵، شامی: ۱/۴۵۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۵۱) سورۂ فاتحہ کے بعد آمین سراً پڑھی جائے

سوال: ہماری مسجد میں اہل سنت اور اہل حدیث سب لوگ ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اہلحدیث مقتدی امام کے سورۂ فاتحہ ختم ہوتے ہی جہراً آمین کہتے ہیں، اور رکوع سے قومہ میں زور سے ''ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً '' پڑھتے ہیں، اور تیسری اور چوتھی رکعت میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، تو اس کے بارے میں صحیح حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: نماز میں امام مقتدی اور منفرد کو ''ولا الضالین'' کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، مگر سراً کہی جائے، نہ کہ جہراً۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ''ولا الضالین'' کہے تو تم آمین کہو، اس لیے کہ امام بھی آمین کہتا ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر جہراً کہنے کا حکم ہوتا تو مقتدی بھی امام کی آمین سنتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرماتے کہ امام بھی آمین کہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین سراً کہی ہے، اور جن حدیث میں جہراً کہنا آیا ہے، وہ صرف صحابہ کی تعلیم کے لیے تھا، کہ ''ولا الضالین'' کے بعد آمین کہا جاتا ہے۔

آمین دعا ہے اور دعا میں سراً کا حکم ہے، آمین سراً کہنے کا حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔

قرآن حکیم میں ہے: **اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً .** (سورۃ الاعراف: ۵۵)

ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

عن وائل بن حجر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخفی بالتامین و هو قول علی و ابن مسعودؓ و روی عنه صلی الله علیه وسلم انه قال إذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فان الامام یقولها و لو کان مسموعا لما احتیج إلي قوله فان الامام یقولها و لانه من باب الدعاء. (البدائع الصنائع: ۱/۲۷۷)

جماعت کی نماز میں رکوع سے کھڑے ہوتے وقت امام کو ''**سمع الله لمن حمده**'' اور مقتدی کو ''**ربنا لک الحمد**'' کہنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **إذا قال الإمام سمع الله فقولوا: ربنا لک الحمد .** (الصحیح للبخاری: ۱۰۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے کھڑے ہوتے وقت سمع اللہ اور ربنا لک الحمد کہنا ثابت ہے، مگر اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اکیلے (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے اس حالت میں تھا۔

عن عائشة قالت : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رفع رأسه من الركوع قال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد .... ولا محمول له سوا حالة الانفراد . (البدائع الصنائع: ۲۰۹، الصحیح للبخاری: ۱۰۹)

حنفی مذہب میں جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہوتو جہری وسری نماز میں مقتدی کو قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے، مقتدی کو قرأت کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے، ایک صحابی نے جواب دیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے قرأت کی ہے، تو یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے میں دل میں کہہ رہا تھا کہ کیا بات ہے کہ مجھے قرآن پڑھنے میں تکلیف ہو رہی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، تو ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى'' پڑھی، نماز سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا تم میں سے کس نے قرأت کی، تو صحابہ کرام نے ایک شخص کا نام لیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل میں خیال آیا تم میں سے بعض لوگ نماز میں مجھے خلل پہونچاتے ہیں۔

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة ، فقال هل قرأ معي أحد منكم آنفاً؟ فقال رجل: نعم يا رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إني أقول ما لي أنازع القرآن ، قال: فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه النبي صلى الله عليه وسلم بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم .

عن عمران بن حصين أن نبى الله صلى الله عليه وسلم صلى بهم فلما انفتل قال أيكم قرأ سبح اسم ربك الأعلى ، فقال رجل أنا ، فقال: علمت أن بعضكم خالجنيها .

(السنن لأبی داود: ۱۲۰ ، کتاب الصلوٰۃ، باب من رأی القراءۃ إذا لم یجهر)

لہٰذا جہری نماز ہو کہ سری مقتدیوں کو امام کے پیچھے کچھ بھی نہ پڑھنا چاہیے، بل کہ ضروری ہے کہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں خاموش رہے، اور امام کی قراءۃ کی طرف توجہ دے۔

قرآن کریم میں ہے: وَإِذَا قُرِأَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا .

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جائے، توجہ سے سنو اور خاموش رہو ۔ (سورۂ اعراف: ۲۰۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو، تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا .

(مشکوٰۃ المصابیح: ۸۱، باب القراءۃ في الصلوٰۃ، تفسیر روح المعانی: ۵/۱۵۰)

مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوا مقتدی کا امام کے پیچھے کسی بھی حالت میں قراءۃ کرنا جائز نہیں ہے، امام کی قراءۃ مقتدی کے لیے کافی ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۵۲) نماز کے تمام رکن میں نظر کہاں رہنی چاہیے

سوال: نماز میں رکوع کی حالت میں نظر کہاں ہونی چاہیے، اور سجدہ میں نظر کہاں ہونی چاہیے؟

جواب: کتبِ احناف میں لکھا ہے کہ نماز پڑھنے والا قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر، اور رکوع کی حالت میں دونوں پاؤں کی پشت پر اور سجدہ کی حالت میں ناک پر، اور قعدہ کی حالت میں گود میں نظر رکھنی چاہیے۔

فائدة : في كتب الاحناف ان المصلى ينظر في حال القيام إلي موضع سجوده و في الركوع إلي ظهرى رجليه و في السجود إلي انفه و في القعود إلي حجره و انى تتبعت ماخذ هذه المسئلة فوجدت في متن المبسوط للجوزجانى تلميذ محمد بن الحسنؒ انه ينظر في الحال القيام إلي موضع السجود .

(العرف الشذى : ١٧٦)

عن أنس رضى الله تعالى أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: يا أنس إجعل بصرك حيث تسجد . (مشكوة المصابيح: ٩١) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۸/محرم الحرام/ ۱۴۰۹ھ

(۳۵۳) طولِ قیام افضل ہے

سوال: زید دس منٹ میں چار رکعت پڑھتا ہے، عمرو دس منٹ میں چھ رکعت پڑھتا ہے، اور بکر آٹھ رکعت پڑھتا ہے، تینوں کے نماز پڑھنے کا وقت یکساں ہے، مگر رکعتوں کی تعداد کم وبیش ہے، تو ثواب تینوں کو برابر ملے گا یا کم زیادہ ملے گا؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : **افضل الصلاة طول القيام .**

(السنن للترمذى: ٥١)

یعنی افضل نماز وہ ہے جس میں قیام طویل ہو، قیام میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، اور قرآن کی تلاوت سب سے افضل ہے، اور جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے، اللہ کے ساتھ کلام کرتا ہے، لہٰذا رکوع سجدے کے تعداد کی بہ نسبت طویل قراءۃ والی نماز طویل قیام والی نماز افضل کہی گئی ہے، تو دس منٹ میں چار رکعت پڑھنے والے کو ثواب زیادہ ملے گا، زیادہ وقت طویل قراءۃ کی بنا پر، قیام میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: الأجر علی قدر نصبک، تکلیف اٹھانے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: **أفضل الصلاة صلوة فيها طول القيام والقرأة .**

(مرقاۃ المفاتیح: ۵۰۲/۱)

افضل نماز وہ نماز ہے جس میں قیام اور قراءۃ طویل ہو، البتہ امام کو مقتدیوں کو خیال رکھ کر سنت قراءۃ کے مطابق نماز پڑھانی چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۵۴) نماز اور دعا میں دس منٹ کا وقت لینا مناسب ہے

سوال: ہماری بستی میں رمضان المبارک میں امام صاحب مغرب کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں تلاوت کرتے ہیں اور دعا بھی بہت طویل کرتے ہیں جس سے مقتدی ناراض ہیں، نماز اور دعا میں دس منٹ کا وقت لگ جاتا ہے امام صاحب متولی کے کہنے سے نماز طویل پڑھاتے ہیں، تو کیا متولی کے کہنے کے مطابق نماز پڑھانی چاہیے یا مختصر پڑھانی چاہیے؟

جواب: مغرب کی فرض نماز میں قصار مفصل یعنی ''لم یکن'' سے آخر قرآن تک کی سورتیں پڑھنا مسنون ہے۔

يسن في الحضر قصاره في المغرب أي في كل ركعة سورة .

(تنویر الابصار)

متولی مسجد کے انتظام اور مصلیوں کوراحت پہونچے اس لیے متعین کیا جاتا ہے رمضان المبارک میں روزے دار گھر سے افطار کر کے مسجد میں جماعت مل سکے اس مقصد کے خاطر متولی کا یہ کہنا ہو وتو مناسب اور بہتر ہے۔دس منٹ کا وقت کوئی زیادہ وقت نہیں ہے امام صاحب کودعاء ماثورہ یعنی ''اللھم انت السلام '' کی مقدار نماز کے بعد دعا کرنی چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا اس سے زیادہ طویل دعا کر کے خلاف سنت نہ کرے۔فقط

والله اعلم بالصواب

۱۴۱۸/۱۱/۲۲ھ

(۳۵۵)امام رکوع اور سجدہ طویل کرتا ہے جس کی بنا پر مقتدیوں کو تکلیف ہوتی ہے

سوال: ہماری جامع مسجد کے امام صاحب ہر نماز کے رکوع میں بہت وقت لیتے ہیں جس سے ضعیف اور کمزور مصلیوں کو تکلیف اور گر جانے کا خطرہ رہتا ہے تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب: امام کو مقتدیوں کی رعایت کر کے نماز پڑھانا ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں میں جتنی مقدار قرأت کرنا فرمایا ہے ،امام کو اس کے مطابق مسنوں قرأت کرنی چاہیے قرأتِ مسنونہ سے زیادہ طویل قرأت کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے،اور امام کے لیے رکوع سجدے میں پانچ مرتبہ تسبیح پڑھنا مستحب ہے،جس سے مقتدی کم سے کم تین مرتبہ تسبیح پڑھ سکے ،لہٰذا قرأت اور رکوع سجدے اس طرح ادا کئے جائیں جو مقتدیوں پر گراں نہ گذرے۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال إذا رکع احدکم فقال في رکوعه سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعه وذلک ادناه وإذا سجد فقال في سجوده سبحان ربی الاعلیٰ ثلاث مرات فقد تم سجوده وذلک ادناه . (الجامع للترمذی :۳۵)

و يـكـره تـحـريـماً تطويل الصلوة على القوم زائدا على قدر السنة في قراءة و اذكار رِضى القوم او لا لاطلاق الامر بالتخفيف .

(در مختار مع الشامی : ۱/۵۶۴،مکتبہ سعید)

عـن ابـى هـريرة رضى الـلـه عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم : قال إذا صلى احدكم للناس فليخفف فان فيهم السقيم و الشيخ الكبير و ذا الحاجة .

(السنن لابی داؤد : ۱۱۶، باب تخفیف الصلوة) فقط

واللہ اعلم بالصواب

نماز کے بعد دعا و تسبیح کا بیان

(۳۵۶) فرض کے بعد کی دعا

سوال: مسجد میں ہر فرض نماز کے بعد امام صاحب دعا کرتے ہیں اور مقتدی امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا میں شامل ہوتے ہیں تو کیا فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنا جائز ہے؟ بعض علما دین اس کو بدعت کہتے ہیں؟

جواب: فرض نماز کے بعد ''اللھم انت السلام ...'' کے برابر دعا کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس سے طویل دعا کرنا مکروہ ہے۔

یکرہ تاخیر السنة الابقدر اللھم انت السلام ....

مگر اس کو ضروری اور لازم سمجھنا درست نہیں۔

مولانا مفتی کفایت اللہؒ نے فرمایا ہے: الحاصل یہ روایات فقہیہ ہیں، جن سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگے اور دعا سے فارغ ہوکر ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔ (کفایت المفتی: ۳/۲۹۷)

نماز میں کمی نہ آوے البتہ مقتدیوں کو تعلیم کی غرض سے زور سے دعا کرے تو درست ہے۔

فاختار لامام و الماموم یذکر الله تعالی بعد الفراغ من الصلوة و یخفیان ذالک الا ان یکون اماماً یرید ان یتعلم منه فیجهر حتی یعلم انه قد تعلم منه ثم یَسِرُّ. (نووی شرح مسلم: ۲۱۷، عمدة القاری شرح بخاری: ۶/۱۳۶)

عن ابن مسعود رضی الله عنه و عائشة رضی الله عنها قالا کان النبی صلی الله علیه وسلم إذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول: اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام. (الصحیح البخاری: ۱/۱۱۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۰/محرم الحرام/۱۴۱۸ھ

(۳۵۷)فرض نماز کے بعد دعا

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک غیر مقلد ہے، وہ سعودی عربیہ میں رہتا ہے، وہ کہتا ہے: کہ فرائض کے بعد امام کے ساتھ سب مقتدی مل کر جو دعا کی جاتی ہے، وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں جب کہ ہمارے مذہب احناف میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب اور سنت بتلایا ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: فرائض کے بعد دعا کرنا بہت سی صحیح روایات سے ثابت ہے، اور فقہا فرماتے ہیں: جن فرائض کے بعد سنن ونوافل ہیں، ان فرائض کے بعد طویل دعا کرنا مکروہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کیا گیا: کون سے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔

عن ابی امامة رضی الله عنه قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أيّ الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر و دبر الصلوات المكتوبات .

(مشكوة المصابيح : ۸۹، فتح الباری : ۱۱/۱۱۳)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نمازوں کے بعد فوراً دعا کرنا ثابت ہے، تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے، کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا میں شریک ہوتے تھے۔

يستحب للإمام ان يستقبل بعده للناس ثم يدعون لانفسهم و للمسلمين رافعي أيديهم ثم يمسحون بها وجوههم . (نور الايضاح)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے یہاں نفل با جماعت ادا کی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی۔

(بخاری شریف، انوار الباری:۱۳/ ۶۷، ۶۸)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۵۸) کیا فرض نماز کے بعد دعا ثابت ہے

سوال: فرض نماز کے بعد دعا کرنا شریعت سے ثابت ہے؟ اور دعا زور سے کرنی چاہیے یا آہستہ؟

جواب: فرض نماز کے سلام کے بعد مختصر دعا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد ''اللهم أنت السلام'' پڑھنے کے برابر بیٹھتے تھے۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے سلام کے بعد تین مرتبہ ''استغفر الله'' پڑھتے تھے، اور'' اللهم أنت السلام'' پڑھتے تھے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام .... عن ثوبان رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من الصلوة استغفر ثلثا و قال اللهم انت السلام و منك السلام تباركت يا ذا الجلال و الاكرام . (مشكوة المصابيح:۸۸)

مذکورہ احادیث سے فرض نماز کے بعد دعا کرنا ثابت ہوتا ہے، امام اور مقتدیوں کو اجتماعی دعا کرنا کبھی کبھی چھوڑ دے، ہمیشہ اجتماعی دعا کرنے سے فرائض کے بعد دعا کرنے کا ضروری ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ نے لکھا ہے کہ ضروری اور لازم سمجھے بغیر دعا کی جائے تو مباح ہے، جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں اس میں فرض کے بعد مختصر دعا کی جائے۔

(کفایت المفتی:۳۰۸/۳۰۲/۳)

قرآن حکیم میں ہے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً . (سورة الأعراف:۵۵)

ترجمہ: تم لوگ اپنے پرودگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

لہٰذا دعا میں اصل یہی ہے خوب دل لگا کر آہستہ سے دعا کی جائے، اگر کوئی خاص موقع پر کچھ زور سے دعا کی جائیاورلوگ آمین کہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ دوسروں کی نماز اور دیگر عبادات میں کوئی خلل واقع نہ ہو، اور نہ ہی اس کی عادت بنائی جائے۔

(معارف القرآن:۳/۵۷۸)

خلاصۂ کلام اصل دعا سراً یعنی دل میں کرنا ہے، کسی وقت دعا کے الفاظ امام زور سے کہدے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۵۹) نماز کے بعد دعا کرنا

سوال: (۱) ہمارے یہاں امام صاحب فجر اور عصر کی نماز کے بعد "**اللهم أنت السلام إلخ**" نہیں پڑھتے، بعض مقتدی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دعا پڑھنی چاہیے کیوں نہیں پڑھتے، تو اس کا حکمِ شرعی کیا ہے؟

(۲) شرعی اعتبار سے سنت اور نفل کے بعد دوسری مرتبہ دعا کرنا جائز ہے؟

(۳) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے سنت نفل کے بعد دعا کی ہے؟

(۴) دین میں اپنی طرف سے کمی زیادتی کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ غلط استدال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دعا عبادت ہے، لہٰذا نفل کے بعد دعا کرنا چاہیے، کیا ان کی یہ دلیل صحیح ہے؟

(۵) دعا کس طرح کرنی چاہیے، سراً یا جہراً؟

(۶) اگر سراًدعا کی جائے اور مقتدی اعتراض کریں تو اس کا کیا جواب؟

(۷) بعض جہلا کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم درود نہیں ہے، تو ان کو کس طرح سمجھایا جائے؟

جواب: (۱) فتاوی ہندیہ میں ہے:

الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة . (الفتاویٰ الهندية: ۱/۷۷)

و یکره تاخیر السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام الخ.

(در مختار مع الشامی : ۱/۵۳۰، مکتبه سعید)

عن عائشة رضی الله عنها قالت : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلّم لم يقعد إلا مقدار ما يقول اللهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الإکرام رواه مسلم . (مشکوة المصابیح: ۸۸)

عن المغيرة بن شعبة قال أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلوة مكتوبة لا إله إلا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شیء قدير . (مشکوة المصابیح : ۸۸)

مشکوٰۃ شریف کی دونوں حدیثوں اور فقہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں اس میں فرض نماز کے سلام کے بعد امام اور مقتدی : اللهم أنت السلام إلخ ، یا اس کے برابر دوسری کوئی دعا کر کے سنت ادا کر لینا چاہیے، طویل دعا کرنا مکروہ ہے، اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، مثلاً فجر وعصر ان میں ایک مرتبہ امام اور مقتدیوں کو اجتماعی دعا کرنا جائز ہے، مگر یہ طریقہ کہ فرض کے سلام کے بعد ایک مرتبہ اللهم أنت السلام کے ساتھ دعا کرنا اور تسبیح فاطمہ کے بعد پھر دوبارہ دعا کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اسلیے کہ جمع ہو کر دعا کرنا ایک ہی مرتبہ ہے۔

(فتاوی دار العلوم: ۲/ ۱۹۷)

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں ادا کر کے سنت اور نفل اپنے حجرے میں پڑھتے تھے، لہٰذا فرض اور نوافل کے بعد امام اور مقتدی کا جمع ہو کر دعا کرنا سنت طریقہ کے خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین میں سے کسی سے بھی یہ عمل ثابت نہیں ہے، مزید اس دعا ثانیہ کو ضروری سمجھا جاتا ہے، جس میں دوسرے نماز پڑھنے والے اور تسبیح پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے، لہٰذا اس طریقہ کو چھوڑ کر الگ الگ دعا کر سکتے ہیں۔ (النفائس المرغوبۃ)

(۴) دعا کرنا عبادت ضرور ہے، لیکن دعا کے لیے وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، اس کے خلاف کرنا درست نہیں، اپنی طرف سے دین میں کوئی بات پیدا کرنا جائز نہیں۔

(۵) امام کو آہستہ اور سراً دعا کرنا افضل ہے، ہاں تعلیم کی غرض سے یا مقتدی آمین کہہ سکیں اس کے لیے ذرا بلند آواز سے دعا کرے تو درست ہے۔ (فتاوی رحیمیہ:۱/۱۶۹)

وبعض علما گفتہ اند کہ افضل در جمیع احوال اخفا است در ذکر و دعا ہم، امام را و ہم منفرد را، و جہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تعلیم بود الی قولہ و اگر امام را مصلحت در جہر و اعلان بود بقصد تعلیم و اعلام بلند درست است بل کہ مستحسن۔ (شرح سفر السعادت:۱۱۱)

(۶) امام کے سراً دعا کرنے کی بنا پر مقتدی اعتراض کریں تو کچھ آواز سے دعا کرے کہ نماز پڑھنے والوں کو خلل نہ ہو تو درست ہے۔

(۷) مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ فرمایا اس کو مان لے، حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من الجفاء أن أذکر عند رجل فلا یصلی علیّ صلی الله علیه و سلم .**

یعنی کہ یہ بات ظلم میں سے ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر کم سے کم صلی اللہ علیہ وسلم کا درود بھی نہ بھیجے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے ایک دوست کے انتقال کے بعد میں نے اس کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا کہ کیا گذری، تو اس نے کہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا تو میں اس پر صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا تھا، لہٰذا میری مغفرت ہوگئی۔ (فضائل درود شریف)

اس سے معلوم ہوا کہ صلی اللہ علیہ وسلم درود شریف ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۵/۱/۱۹۷۲ء

(۳۶۰) فرائض کے بعد دعا جہراً کی جائے یا سراً

سوال: فرض نماز کے بعد دعا جہراً کی جائے یا سراً؟

جواب: فرض نماز کے بعد امام کو سراً دعا کرنا افضل ہے، مصلیوں کو تکلیف نہ پہونچے اس طرح کبھی کبھی کچھ زور سے دعا کرلے تو جائز ہے، ہمیشہ جہراً دعا کرنے کی عادت بنالینا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً**. (سورۃ الاعراف: ۵۵)

ترجمہ: اپنے پروردگار سے آہستہ اور عاجزی کے ساتھ دعا کرو۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۶۱) فرض نماز کے بعد کونسی دعا کرنی چاہیے

سوال: فرض نماز کے بعد زور سے دعا کرے تو کونسی دعا کرنی چاہیے؟ خصوصاً ظہر، مغرب اور عشاء کی نماز میں درود شریف کے ساتھ اس طرح دعا کرنا ضروری ہے، صرف امام صاحب بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں اور ''**برحمتک یا أرحم الراحمین**'' پڑھ کر ہاتھ منہ پر پھیر لیں تو اس کا حکمِ شرعی کیا ہے؟ امام صاحب أنت السلام نہیں پڑھتے۔ الخ

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔ **اللهم أنت السلام إلخ**

عن عائشة رضى الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا سلم قال: اللهم أنت السلام ومنک السلام تباركت يا ذا الجلال يا إكرام .

(السنن لأبى داود: ۲۱۲)

لہٰذا یہ دعا پڑھنا افضل ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد اتنی مقدار دوسری دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے، بل کہ اتنا وقت خاموش بیٹھا رہے، تو بھی سنت ادا ہوجاتی ہے۔

فالمسنون القعود بهذا القدر سواء قرأ هذا الدعاء أو دعاء آخر أو صلى على النبي صلى الله عليه وسلم . (رسائل ارکان: ۱۲۳، فتاوی رحیمیة: ۲۵/۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳٦۲) فجر اور عصر میں دعا عربی میں کرنی چاہیے یا اردو میں

سوال: فجر اور عصر کی فرض نماز کے بعد مسجد میں امام صاحب کو دعا عربی میں کرنی چاہیے یا اردو میں؟

جواب: فجر اور عصر کی فرض کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عربی میں دعا کرنا ثابت ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اسی میں ہے کہ قرآن پاک اور حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں ثابت ہیں، وہ دعا کی جائے، عربی زبان میں دعا کرنا اللہ کے نزدیک قبولیت کے زیادہ قریب ہے، نماز کے علاوہ دوسرے موقعوں پر جس زبان میں آسان ہو اس زبان میں دعا کی جاسکتی ہے۔

كان الدعاء بالعربية أقرب إلي الإجابة فلا يقع غيرها من الالسن .

(رد المحتار على الدر المختار: ۱/ ۵۲۱، مطلب في الدعاء بغير العربية ، مكتبه سعيد)

وأما في غير حالة الصلاة ينبغي أن يدعو بما يحضره ولا يستظهر الدعاء لان حفظ الدعاء يذهب برقة القلب .

(الفتاوى الهندية: ۳۱۸/۵ ، رد المحتار: ۵۲۳/۱، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۸/۳/۸ء

(۳٦۳) دعا میں "إن الله وملائكته إلخ" پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں امام صاحب جمعہ کی فرض کے بعد فوراً دعا کرتے ہیں، اور اخیر میں بائیسویں پارہ کی آیت " إن اللــه وملائكته " اخیر تک پڑھتے ہیں، اس وقت مقتدی درود شریف پڑھتے ہیں، تو اس طرح درود شریف پڑھنا گناہ ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہ پڑھنا چاہیے؟

جواب: جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ . یا اس کے برابر کوئی دعائے ماثورہ جو ثابت ہے، اس دعا کے ساتھ سوال میں جو آیت لکھی ہے، اس کا پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

فان کان بعدها أي بعد المکتوبة تطوع، یقوم التطوع بلا فصل إلا مقدار ما یقول اللهم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام، ویکره تأخیر السنة عن أداء الفریضة بأکثر من نحو ذلک القدر لما روی مسلم والترمذی عن عائشة رضی الله عنها قالت : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار ما یقول : اللهم انت السلام الخ .

(حلبی کبیری: ۳۳۱) فقط

والله اعلم بالصواب

۲۳/۹/۱۹۷۰ء

(۳۶۴) فرض نماز پڑھا کر امام صاحب کس سمت کی طرف گھوم کر دعا مانگے

سوال: ہمارے امام صاحب فجر اور عصر کی نماز کے بعد داہنی جانب گھوم کر دعا کرتے ہیں، تو داہنی جانب کی فضیلت اور بائیں جانب کی نحوست کے متعلق وضاحت فرمائیں؟

جواب: فجر اور عصر کی نماز میں سلام کے بعد امام صاحب داہنی یا بائیں طرف یا مصلی حضرات نماز نہ پڑھتے ہوں تو قبلہ کی طرف پشت اور مصلیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے، ان تینوں میں سے کوئی بھی اختیار کر سکتے ہیں، جو مندرجہ ذیل شامی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

فـي الـمنیة هو أنه إن کان في صلوة لا تطوع بعدها فان شاء إنحرف عن یمینه أو یساره ......أو استقبل الناس بوجهه . الخ (شامی: ۵۳۱/۱، مکتبه سعید)

بائیں طرف منہ کرنے میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ فقط

والله اعلم بالصواب

(۳۶۵) نماز کے بعد دعا کے لیے جنوب کی طرف منہ کرنا

سوال: عصر کی نماز میں سلام پھیرنے کے بعد امام صاحب نے جنوب کی طرف (یعنی حی علی الفلاح کی طرف) منہ کرکے دعا کی، تو متولی صاحب نے کہا جنوب کی طرف منھ کیوں کیا، تو آپ اس کے متعلق شرعی نقطۂ نظر بیان کریں؟

جواب: جن نمازوں کے بعد سنن نہیں ہے، مثلاً فجر اور عصر کی نماز، ان میں سلام پھیرنے کے بعد امام داہنی طرف یا بائیں طرف یا مصلیوں کی طرف منھ کرکے بیٹھ جائے، ان تین طریقوں میں سے کوئی بھی ایک طریقہ اختیار کرسکتے ہیں، مگر داہنی طرف منھ کرکے بیٹھنا بہتر ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر امام داہنی طرف منھ کرکے بیٹھتا ہے تو یہ جائز ہے۔

في المنية هو أنه إن كان في صلاة لا تطوع بعدها فإن شاء إنحرف عن يمينه أو يساره أو ذهب إلي حوائجه أو استقبل الناس بوجهه....... بل في شرح المنية أن انحرافه عن يمينه أولى . (شامی : ۱ /۵۳۱، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۶۶) دعا آہستہ سے کرنی چاہیے

سوال: ہمارے گاؤں میں امام صاحب نماز کے بعد دعا اتنی آہستہ کرتے ہیں صرف قریب کے ہی مقتدی سن سکتے ہیں، تمام مقتدی نہیں سن سکتے تو کیا تمام مقتدیوں کا سننا ضروری ہے؟

جواب: دعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ کی جائے، قرآن کریم میں ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً . (سورۃ الاعراف: ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے عاجزی اور آہستہ سے دعا کرو۔

سنت طریقہ بھی یہی ہے کہ آہستہ سے دعا کی جائے۔

والسنة أن يخفى صوته بالدعاء . (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۲۹)

لہٰذا امام کو آہستہ دعا کرنا بہتر ہے، اگر کبھی کبھی مقتدیوں کی تعلیم کی نیت سے زور سے کی جائے اس طرح سے کی نماز پڑھنے والوں کو خلل نہ ہو، تو درست ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳٦۷) امام زور سے دعا کرے یا آہستہ

سوال: امام صاحب فجر، عصر، جمعہ اور عیدین میں لوگ سن سکے اتنے زور سے دعا کر سکتے ہیں؟ یہاں کہ لوگ بہت جاہل ہے کہ دعا کا طریقہ بھی یاد نہیں تو امام صاحب زور سے دعا کرے تو کوئی حرج ہے؟

جواب: جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، مثلاً فجر اور عصر کی نماز تو ان میں امام اور مقتدیوں کو اجتماعی دعا کرنا جائز ہے، آہستہ دعا مانگنا بہتر ہے، اس لیے کہ آہستہ دعا کرنا اخلاص کی علامت ہے، اور اس سے دعا جلدی قبول ہوتی ہے، لہٰذا خوب ادب اور تواضع سے دعا کرنی چاہیے، قرآن کریم میں ہے تم اپنے پروردگار سے عاجزی اور آہستہ آواز سے دعا کیا کرو۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً أي متضرعين متذللين مخفين الدعاء ليكون اقرب إلي الاجابة لكون الاخفاء دليل الاخلاص و الاحتراز عن الرياء.

(روح البیان : ۱/۲۹۷)

انه لا يحب المعتدين قيل هو الصياح في الدعاء و الاسهاب فيه.

(روح البیان : ۱/۳۰۷)

لہٰذا اصل یہ ہے کہ امام صاحب دل میں آہستہ دعا مانگے اور تمام مقتدی بھی دل میں اپنے لیے آہستہ آہستہ دعا کرتا رہے عربی دعا مانگنا ضروری نہیں ہے جس طریقہ پر دعا کر سکتے ہو اس طریقہ پر دعا کرنی چاہیے، اگر کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہوں اور ذکر نہ کر رہا ہو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچے تو امام صاحب کچھ زور سے دعا کرے تو درست ہے۔

أجمع العلماء سلفا و خلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد و غيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قارئ .

(شامی : ۶۶۰، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۴/۱۰/۱۹۷۸

(۳۶۸) فرض نمازوں کے بعد امام صاحب دعا زور سے مانگے یا آہستہ

سوال: عصر اور فجر کے بعد امام صاحب دعا کرتے ہیں مگر اتنی آہستہ سے دعا کرتے ہیں کہ پہلی صف میں بھی آواز نہیں پہنچتا لوگوں کی نظر امام صاحب کے اوپر رہتی ہے جب امام صاحب ہاتھ منہ پر پھیرتے ہیں جب لوگ بھی ہاتھ پھیر لیتے ہیں کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب: قرآن کریم میں ہیں:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (سورة الاعراف: ۵۵)

ترجمہ: تم اپنے پروردگار کے پاس عاجزی اور آہستہ سے دعا مانگا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کا ادب یہ ہے کہ تواضع عاجزی اور چپکے سے کی جائے ،اس لیے اس میں دعا کے قبولیت کی امید زیادہ ہے، آہستہ دعا کرنا اخلاص کی علامت اور ریا کاری سے حفاظت ہے۔ (روح البیان:۳/۱۷۷)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، صحابہ کرام کی زور سے پڑھنے کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹا کر فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے ہو (وہ آہستہ بل کہ اس سے بھی آہستہ آواز کو سنتا ہے) لہٰذا ایک دوسرے کو قرأت میں اور نماز میں تکلیف نہ دو۔

عن أبي سعيدقال اعتكف رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد فسمعهم يجهرون بالقرأة فكشف الستر وقال الا ان كلكم مناج ربه فلا يؤذين بعضكم بعضا ولايرفع بعضكم على بعض في القرأة اوقال في الصلوة .

(السنن لابی داؤد :۱۸۸)

اسی بناپرصحابہ کرام ذکر کے وقت اپنی آواز بلندنہیں کرتے تھے،توامام اورمقتدیوں کوآہستہ دعاکرنے کو پسندیدہ کہا گیاہے اورامام کوآہستہ آواز سے دعاکرناافضل ہے، اورنماز کے بعدامام کے زور سے دعاکرنے کی بناپر جولوگ اپنی چھوٹی ہوئی رکعت ادا کررہے ہوں ان کوتکلیف پہنچنے اورنماز میں خلل ہونے کا خطرہ ہے ،البتہ اگرتعلیم کی غرض سے نمازی کوتکلیف نہ پہنچے، تو کچھ زور سے دعا کرنادرست ہے، بل کہ اس نیت سے زور سے دعا کرنے کومستحسن اوربہتر کہا گیا ہے ،مگرزورسے دعا کرنے کوضروری سمجھنااورامام کوزورسے دعا کرنے کاپابند بنانا جائزنہیں ہیں ،شریعت میں جوچیزیں واجب اورضروری نہ ہوان کوضروری سمجھ لینایاواجب جیسامعاملہ کرنا یہ شیطانی کام بدعت مذمومہ کہاجائے گا۔

والمختار أن الإمام و المأموم يخفيان الذكر الا ان احتيج إلي التعليم.

(فتح الباری في شرح البخاری: ۳۲۶/۲، شرح سفر السعدۃ: ۱۱۱، السنن لابی داؤد: ۱۴۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۶۹) دعامیں ہاتھ اٹھانے کاطریقہ

سوال: دعامیں سینے پر ہاتھ اٹھانابدعت ہے یاخلاف اولی ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعاکے وقت ہاتھ اس طرح اٹھاتے تھے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سینہ کے سامنے اورانگلیوں کے پورے کندھے کے سامنے ہوتے ،دعامیں خوب مشغولیت کے وقت بعض مرتبہ کندھے سے اوپر ہاتھ اٹھ جاتے تھے۔(مرقاۃ المفاتیح:۶۴۳/۲)

لہٰذا دعا کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ دونوں ہاتھ کندھے کے سامنے رہے اور ہتھیلی سینے کے سامنے رہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے کاندھے کے سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔

عن سهل بن سعد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال كان يجعل اصبعيه حذاء منكبيه ويدعو . (مشکوٰۃ المصابیح: ۱۹۶)

لہٰذا سینے سے اوپر اگر ہاتھ اٹھ جائے تو بدعت نہیں کہا جائے گا، ہاں دعا کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کندھے کے سامنے یا اس سے کچھ اوپر کئے جائے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۸/۱۱/۳ء

(۳۷۰) دعا کے بعد ہاتھوں پر تھوک کر منہ پر پھیرنا

سوال: بعض مصلی امام کے سلام کے بعد ہاتھوں پر تھوک کر اپنے چہرے، اور بدن پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو کیا یہ ثابت ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو دعا کے اخیر میں دونوں ہاتھ چہرے پر ملتے تھے۔

عن السائب بن يزيد عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا دعا فرفع يديه مسح وجهه بيد يه. (السنن لابی داؤد: ۱/۲۰۹، الجامع للترمذی: ۲/۱۷۶)

دعا کے اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے تھے کہ اس بنا پر کہ آسمان کی برکتیں اور نور الٰہی ہتھیلی پر اترتا ہے، اس نور کو حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک کو چہرے پر پھیرتے تھے۔

قال ابن الملک و ذلک علی سبیل التفاؤل، فکان کفیه قد تمستا من البرکات السماویة و الانوار الالهیة .(مرقاة المفاتیح:۲/۱۷۶)

لہٰذا دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کا نور ہاتھوں پر اترتا ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے دعا کے اخیر میں منہ پر ہاتھ پھرایا جاتا ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فعل سے ثابت ہے مگر سوال میں جو حقیقت لکھی گئی ہے کہ ہاتھوں پر کچھ تھوک کر امام صاحب کے سلام کے بعد ہاتھوں کو پھرانا یہ ثابت نہیں ہے، تو یہ شریعت کے خلاف ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۶/صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

(۳۷۱) سجدے میں جا کر دعا کرنا کیسا ہے

سوال: سجدے میں جا کر دعا کرنا ایک کتاب میں مکروہ لکھا ہے، اور ایک شخص کہتا ہے کہ صحابہ بھی سجدے میں جا کر دعا کرتے تھے تو اس کی بات سچ ہے کہ غلط؟

جواب: سجدے میں جا کر دعا کرنے کو علما نے مکروہ لکھا ہے، اس لیے کہ نوافل کی بنا پر ایسا کرنے کو ضروری سمجھ لیا جاتا ہے، ضروری نہ سمجھتے ہوئے کبھی کبھی سجدے میں جا کر دعا کر لی جائے تو گنجائش ہے۔

و ما یفعل عقیب الصلوة فمکروه لان الجهال یعتقدونها سنة او واجبة و کل مباح یؤدی الیه فمکروه، و حاصله أن مالیس لها سبب لا تکره ما لم یؤد فعلها إلي اعتقاد الجهلة سنیتها کالتی بفعلها بعض الناس بعد الصلوة و رأیت من یواظب علیها بعد صلوة الوتر . (شامی : ۲/۱۳۰، مکتبه سعید، کبیری : ۵۲۹)

و اما ما یفعل عقب الصلوة من السجدة فمکروه اجماعاً لان العوام یعتقدون انها واجبة او سنة و کل جائز ادی إلي اعتقاد ذلک کره .

(شامی : ۱/۳۷۱، مکتبه سعید ،کفایت المفتی : ۳/۳۶۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۲) سجدے میں دعا کرنا

سوال: رمضان المبارک میں افطار کا وقت دعا کی قبولیت کا ہے یہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدے میں دعا مانگی ہے تو کوئی شخص اس مبارک وقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افطار سے پہلے سجدے میں جا کر دعا کرے تو اس میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی حرج ہے؟

جواب: سجدے میں جا کر دعا کرنے کو علماء نے مکروہ لکھا ہے، اس لیے کہ ناواقفیت کی بنا پر اس طرح کرنے کو ضروری سمجھ لیا جاتا ہے، نیز عبدۃ الشّمس کے ساتھ مشابہت کی بنا پر وقت غروب نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، تو افطار کے وقت سجدے میں جا کر دعا کرنے سے مشابہت کا شبہ ہے لہٰذا افطار کے وقت سجدے میں جا کر دعا کرنا مناسب نہیں ہے۔

و اما ما يفعل عقب الصلوة من السجدة فمكروه اجماعاً لان العوام يعتقدون انها واجبة او سنة و كل جائز ادى إلي اعتقاد ذلك كره.

(شامی: ۱/ ۳۷۱، مکتبہ سعید، کفایت المفتی: ۳/ ۳۶۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۳) فرائض کے بعد تسبیح پڑھنا

سوال: ظہر مغرب اور عشاء کی فرض نماز کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے کے بعد سنتیں ادا کرے تو کوئی حرج ہے؟

جواب: جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں جیسا کہ ظہر، مغرب اور عشاء ان نمازوں میں فرض کے سلام کے بعد سنتیں ادا کرنے سے پہلے جو دعائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان دعاوؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ مسنونہ دعاوؤں سے لمبی دعا اور ذکر کرنے کو علمانے مکروہ تحریمی اور خلاف اولیٰ لکھا ہے۔

و يكره تأخير السنة إلا بقدر أللهم أنت السلام الخ . قال الحلوانی : لا بأس بالفصل بالأوراد ، و اختاره الكمال . قال الحلبی : إن أريد بالكراهة

التنزيهية ارتفع الخلاف . قلت : و في حفظي حمله على القليلة ، و يستحب أن يستغفر ثلاثا و يقرأ آية الكرسي و المعوذات و يسبح و يحمد و يكبر ثلاثا و ثلاثين ، و يهلل تمام المائة .

(در مختار مع الشامي: ١/ ٥٣٠ ، مكتبه سعيد، كفايت المفتى: ٣/ ٣٠٧، ٣١٥) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۲/۱۲/۷

(۳۷۴) نماز کے بعد مصلیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرنا

سوال: فجر کی نماز اور جمعہ کی نماز اور دوسری تمام نمازوں کے بعد مصلیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسلمان بھائی سے ملاقات کرنا سنت ہے اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، جب بھی ملے ملاقات کا حکم ہے، مگر فجر کی نماز جمعہ کی نماز اور دوسری نمازوں کے بعد ملاقات کرنے کو لوگوں نے عادت بنالی ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اور نہ تو صحابہ کرام نے نماز کے بعد مصافحہ کیا ہے یہ روافض کا طریقہ ہے، لہٰذا خلاف شرع اور مکروہ ہے اس کو ترک کردینا ضروری ہے۔

(ردالمحتار: ۵/ ۳۳۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۵) نماز کے بعد مصافحہ اور زور سے "لا إله إلا الله" پڑھنے کی رسم جاری کرنا

سوال: ایک غلط عقیدے والے امام نے آکر ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنے کی رسم جاری کی، اسی طرح مدرسہ میں پڑھنے والے بچوں کو نماز کے سلام کے بعد زور سے تین مرتبہ "لا إلـه إلا الـلـه" پڑھنے پر مجبور کیا تو کیا نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور زور سے "لا إله إلا الله" پڑھنا سنت ہے یا بدعت؟

جواب: شریعت میں مصافحہ کا وقت سب سے پہلی ملاقات کے وقت ہے، نماز کے بعد صحابہ کرام نے مصافحہ نہیں کیا ہے، یہ روافض کا طریقہ ہے، لہٰذا مکروہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، علماء نے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو سمجھا کر غلط کام سے روکنا چاہیے۔ (شامی: ۳۳۶/۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **لایجهر بعضکم علی بعض بالقرآن .**

ترجمہ: قرآن پڑھنے میں تم میں سے کوئی ایک دوسرے پر بلند آواز نہ کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۸۱)

جب تم میں سے کوئی قرآن کی تلاوت کرے، تو اس طرح زور سے نہ پڑھے کہ دوسرے نمازی یا ذکر کرنے والے کو تکلیف ہو، اسی بنا پر قرآن کی تلاوت کے وقت زور سے ذکر کرنے کو علماء نے مکروہ لکھا ہے۔

ایک مرتبہ بعض لوگ مسجد میں زور سے " **لاإله إلا الله**"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے تھے، تو مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو مسجد سے نکال دیا، اور کہا میں آپ لوگوں کو بدعتی سمجھتا ہوں۔

لما صح عن ابن مسعود أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهراً وقال لهم : ما أراكم مبتدعين .

(رد المحتار على الدر المختار: ٣٩٨/٦، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مكتبه سعيد)

حدیث پاک اور فقہاء کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کے بعد زور سے کلمہ پڑھنا مکروہ ہے، جائز نہیں، دین میں ایک نئی بات نکالنا ہے، اور نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنے والوں کو تکلیف ہوگی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے ایسے شخص کو بدعتی کہا ہے، لہٰذا اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے، ورنہ گنہگار ہوگا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۶) نماز کے بعد اجتماعی طور پر کلمۂ طیبہ پڑھنا

سوال: جماعت کی نماز میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کچھ لوگ زور سے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہیں، جن کی رکعت چھوٹی ہوئی ہوتی ہے، ان کی نماز میں خلل آتا ہے، مزید امام صاحب زور سے دعا مانگتے ہیں، تو اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: فرض نماز کی سنن ونوافل کے بعد ذکر وتسبیح کرنا حدیث سے بھی ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہر ایک تنہا آہستہ آواز سے پڑھتے تھے، لہٰذا سب کو مل کر بلند آواز سے کلمہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریقے خلاف ہوگا، زور سے پڑھنے میں، نمازیوں کو خلل واقع ہوگا، اور جب نمازیوں کو خلل پہونچے تو ایسے وقت میں سراً ذکر کرنا ضروری ہے۔ (شامی: ۱/ ۶۱۸)

نمازیوں کو خلل پہونچتا ہو تو زور سے قرآن شریف کی تلاوت کرنا بھی جائز نہیں۔

(بذل المجہود: ۲/ ۲۸۷)

فتاوی بزازیہ میں ہے: کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے بعض لوگوں کو مسجد میں جمع ہوکر جہراً کلمہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے سنا تو ان کے پاس جا کر فرمایا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح نہیں دیکھا، میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ بدعت کررہے ہیں، اور بار بار یہ الفاظ فرماتے رہے، یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا۔

(رسالہ اختلاف امت اور صراط مستقیم: ص: ۱۲۱)

جن نمازوں کے بعد امام اور مقتدیوں کو مل کر دعا کرنا ثابت ہے، مثلاً فجر اور عصر ان میں امام کو اس طرح دعا کرنی چاہیے، کہ کسی نمازی کو خلل نہ پہونچے، اللہ تعالی دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

لہٰذا آہستہ دعا کی جائے تو بھی اللہ تعالی ہر ایک دعا سنتا ہے، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، جب صحابۂ کرام مدینہ منورہ کے

قریب پہونچے تو بلند آواز سے تکبیر پڑھنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، تم جس کو پکارتے ہو وہ تم سے بہت قریب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلند آواز سے پکارنے کی ضرورت نہیں۔

ان أبا موسى الاشعري قال : كنت مع رسول الله صلى الله عليه سلم في سفرٍ فلما دنونا من المدينة كبر الناس ورفعوا أصواتهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يايها الناس انكم لاتدعون أصم ولا غائبا إن الذى تدعونه بينكم وبين اعناق ركابكم . (السنن لابی داؤد :۲۱۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۷) نماز کے سلام کے بعد "لاإله إلاالله" زور سے پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص نماز کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً زور سے "لاإله إلاالله" زور سے پڑھتا ہے، اس کو دیکھ کر دوسرے مقتدی بھی پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اس طرح پڑھنے میں لوگوں کو نماز پڑھنے میں خلل ہوتا ہے، تو یہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: فرض نماز کے سلام کے بعد: **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ حْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.** پڑھنا جائز ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۸۸)

مگر آہستہ اس طرح پڑھنا چاہیے کہ دوسرے نمازیوں کو خلل نہ ہو اس طرح پڑھنا کہ خلل ہو تو یہ جائز نہیں ہے، تفسیر کی مشہور کتاب "تفسیر روح المعانی" میں ہے کہ لوگ خصوصاً اجتماعی طور پر مسجد میں زور سے دعا کرتے ہیں اس طرح کہ شور ہوتا ہے وہ جانتے نہیں کہ مسجد میں زور سے دعا کرنے میں دو خرابیاں لازم آتی ہے، ایک دعا کے لیے آواز بلند کرنا اور دوسری خرابی مسجد میں زور سے بولنا، لہٰذا نماز کے بعد زور سے "لاإله إلاالله" نہ پڑھنا چاہیے۔

و تـری کثیـراً مـن اهـل زمانک یعتمد ون الصراخ في الدعاء خصوصاً في الجوامع حتی یعظم اللغو ویشتد و یستک المسامع و لا یدرون انهم جمعوا بین بدعتین رفع الصوت في الدعاء و کون ذلک في المسجد.

(روح المعانی : ۳/ ۵۰)

و یکـره رفـع صوت بذکر. قال الشامي لأنه حیث خیف الریاء أو تأذی المصلین أو النیام الخ... (در مختار مع الشامی : ۱/ ۶۶۰، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۸) سلام پھیرنے کے بعد ''الله اکبر ،استغفر الله'' پڑھنا مسنون ہے؟

سوال: جماعت کی نماز کے بعد (سلام پھیرنے کے بعد) مقتدیوں کو ''الله اکبر'' تین مرتبہ اور ''استغفر الله'' کہنا مسنون ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی سلام کے بعد تین مرتبہ استغفراللہ پڑھتے تھے، اوراس کے بعد: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامُ. پڑھتے تھے۔ (الصحیح للمسلم : ۱/ ۲۱۸)

لہٰذا اتنی مرتبہ پڑھنا درست ہے، مگر استغفار اور ''الـلــه اکبـر'' آہستہ دل میں پڑھنا چاہیے، علما کا آہستہ پڑھنے پر اتفاق ہے۔

إن اصـحـاب الـمذاهب المتبوعة و غیرهم متفقون علی عدم استحباب رفع الصوت بالذکر و التکبیر. (نووی شرح مسلم : ۱/ ۲۱۷)

ترجمہ: تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ذکر اور ''الله اکبر'' زور سے نہ پڑھا جائے۔

عـن ثـوبـان رضی الله عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً و قال: اللهم انت السلام .

(الصحیح لمسلم : ۱/ ۲۱۸)

عن ابن عباس رضی الله عنه قال :كنا نعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير . (الصحيح لمسلم : ۱/۲۱۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۴/محرم الحرام/۱۴۲۲ھ

(۳۷۹) نماز کے سلام کے بعد بریلیوں کا زور سے صلاۃ وسلام پڑھنے پر ٹرسٹیوں پر بند کرنے کے لیے دباؤڈالنا

سوال: ہمارے محلّہ میں دیوبندی اور بریلوی دونوں مسلک کے لوگ ہیں، اور محلے کی مسجد میں دونوں فرقے کے لوگ نماز ادا کرتے ہیں، بدعتیوں نے امام کو الگ کرنے کے متعلق کہا تو ہم نے نہیں مانا، اب دیوبندی حضرات ٹرسٹی سے کہہ رہے ہیں، کہ یہ بدعتی لوگ نماز کے سلام کے بعد زور زور سے کلمہ درود شریف وغیرہ پڑھتے ہیں، تو آپ ٹرسٹی حضرات ان کو روکو، پانچ دن میں بند کراؤ، ورنہ اگر کچھ جھگڑا ہوا تو اس کی ذمہ داری ٹرسٹیوں پر رہے گی، برائے مہربانی آپ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی شریعت کے خلاف کام ہوتے ہوئے دیکھے طاقت ہو، تو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو فتنہ فساد ہونے کا خطرہ ہو تو زبان سے روکو، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکتا ہو تو اس خلافِ شرع ہونے والے کام کو دل سے برا سمجھے۔

فقال أبو سعيد أما هذا فقد قضى ما عليه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من رأىٰ منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلک أضعف الإيمان . (الصحيح لمسلم : ۵۱)

خلافِ شرع کام کو نرمی سے روکنا چاہیے، جس سے مقصد پورا ہو جائے، البتہ جو کام سختی سے ہوسکتا ہو تو سختی بھی کی جاسکتی ہے۔

وینبغي للآمر بالمعروف والناهي عن المنكر أن يرفق ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب . (شرح النووی علی المسلم: ۵۱)

متولی حضرات کی ذمہ داری ہے مسجد کی ضروریات پوری کرے، صفائی، بجلی اور پانی کا انتظام کرے، اور مسجد میں نماز باجماعت اور مصلیوں کی زیادتی ہو ایسی کوشش کرے، متولی حضرات کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مسجد کو آباد رکھنے کی کوشش کریں، اور مسجد کی صحیح آبادی نمازیوں ہی سے ہوتی ہے، یعنی زیادہ سے زیادہ لوگ نماز میں آئیں، اور مقتدیوں کو شکایت کا موقع نہ دیں، اس بنا پر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا طریقہ، اور بزرگان دین نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس طریقہ پر خود بھی چلے اور دوسروں کو بھی اس پر چلانے کی کوشش کرے، جس طریقے پر دنیا کے اکثر لوگ چل رہے ہوں، مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ میں جو طریقہ چلتا ہو اس کو اختیار کریں، اور دوسرں کو اس پر چلانے کی کوشش کریں، متولی حضرات پر دباؤ ڈالنا کہ پانچ دن میں یہ ہو جانا چاہیے یہ صحیح نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تیرہ سال مکۃ المکرّمہ میں کوشش کی تو صحیح کامیابی مدینۃ المنورۃ میں جا کر ملی، متولیوں کا ادب واحترام بھی کرنا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۱/۴/۲۰۰۲ء

(۳۸۰) نوافل کے بعد امام صاحب کو دعا کرنا چاہیے یا نہیں

سوال: ہماری مسجد میں فرض نماز کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہو کر زور سے دعا کرتے ہیں، اور مقتدی حضرات اس پر آمین کہتے ہیں، تو اس کا حکم شرعی کیا ہے؟ اس سے دوسرے لوگ جو ابھی نماز میں مشغول ہوتے ہیں، ان کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، تو کیا اس سے حکم میں کوئی فرق واقع ہوگا؟

جواب: جیسا کہ سوال میں لکھا ہے فرض نماز کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہو کر امام صاحب جہراً دعا کرتے ہیں، اور مقتدی حضرات آمین کہتے ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ دعا کرنا ضروری سمجھا

جا تا ہے، اور دوسرے نماز پڑھنے والے اور تسبیح پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے، لہٰذا یہ طریقہ چھوڑ کر ہر ایک کو تنہا تنہا دعا کرنی چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واَحکم

(۳۸۱) فرض اور سنتوں کے بعد دعا کی حقیقت

سوال: فرض کے بعد اور سنت اور نفل کے بعد دعا کی حقیقت کیا ہے؟ امام اور مقتدیوں کو اجتماعی دعا کرنا اور امام کا ''**ان اللہ و ملائکۃ الخ**'' پڑھنا اور زور سے درود شریف پڑھنا جائز ہے؟ اگر کسی مسجد میں یہ رسم جاری کی جائے تو اس کا حکمِ شرعی کیا ہے؟

جواب: سنت اور نفل نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کو اجتماعی طور پر دعا کرنے کا طریقہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں تھا، اور کسی حدیث یا فقہ کی کتابوں میں بھی ثابت نہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا ائمہ اربعہ کے زمانے میں مقتدی سنن اور نوافل سے فارغ ہو کر اجتماعی طور پر دعا کے انتظار میں بیٹھے ہوں، سنتوں سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اجتماعی طور پر ایک ساتھ دعا کی ہوں، دعا کی ہوں، اور امام نے زور سے ''**إن اللہ و ملائکتہ الخ**'' پڑھا ہو، اور سب نے ایک ساتھ درود شریف پڑھا ہو۔ (کفایت المفتی: ۳۰۹/۲۷۹)

لہٰذا اس طرح دعا کرنا خلافِ شرع ہوگا، بعض مقامات پر سنتوں اور نفل سے فارغ ہو کر دعا کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور یہ بھی عادت ہو چکی ہے، کہ مقتدی اپنی سنتیں اور نفل نمازوں سے فارغ ہو کر امام کی دعا کے انتظار میں رہتے ہیں، امام اور مقتدی دعا ایک ساتھ شروع کرتے ہیں، اور ایک ساتھ ختم کرتے ہیں، حالانکہ امام اور مقتدی اپنی اپنی دعا کرنے میں خود مختار ہیں، مقتدیوں کو اختیار ہے خود مختصر دعا کر کے چلے جائیں، یا امام کے ساتھ دعا ختم کریں، یا امام کی دعا سے بھی زیادہ وقت دعا کرتا رہے، مگر امام اور مقتدیوں کو اجتماعی دعا کرنا اور ایک ساتھ ختم کرنا اور امام کو جہراً دعا کرنا اور مقتدیوں کو جہراً آمین کہنا یہ سب خلاف شرع اور بدعت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جوکوئی دین میں نئی بات نکالے گا وہ رد اور باطل ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد ".

(الصحيح للبخاري: ۱/۳۷۱، مشكوة المصابيح: ۲۷)

علامہ یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں: کہ سنتوں کے بعد مختصر طریقے سے اس طرح دعا کرنے کا رواج ہے، کہ امام مقتدیوں کی جانب رخ کر کے جہراً دعا کرتا ہے، اس کے بعد الفاتحہ کہتا ہے، اس کے بعد امام اور مقتدی فاتحہ پڑھ کر درود پڑھتے ہیں، اور ہر نماز میں اس کی پابندی کی جاتی ہے، اور ضروری سمجھتے ہیں، اور دعا نہ کرنے والے کو برا سمجھا جاتا ہے، بل کہ بعض مرتبہ جھگڑے تک نوبت پہونچتی ہے تو یہ بدعت ہے، سنت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

إنما راج في كثير بلاد الهند الدعاء بكيفية مخصوصة بعد الرواتب إنه بدعة على لمثل هذا و جهة من السنة . (معارف السنن: ۳/۱۴۴)

جن نمازوں میں فرض کے بعد سنتیں ہیں، ان میں **اللهم أنت السلام إلخ** یا اس کے برابر کوئی دعا کرنا درست ہے، وہ بھی آہستہ کی جائے، نماز کے بعد امام کو اس طرح دعا کرنی چاہیے کہ نماز پڑھنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ (کفایت المفتی: ۳/۲۸۶)

اس سے قبل سنن ونوافل کے بعد دعا نہ تھی، اور ابھی جاری کی گئی ہے، تو یہ یاد رکھا جائے شریعت کے خلاف کوئی بھی کام شروع کیا جائے تو شروع کرنے والے کو اس کا گناہ ہوگا، اور جب تک یہ کام دنیا میں جاری رہے گا، اور اس پر لوگ عمل کرتے رہیں گے وہاں تک تمام کے برے عمل کا گناہ بھی شروع کرنے والے کو ہوگا، اور کرنے والے بھی گنہگار ہوں گے، ان کے گناہ میں کمی نہ ہوگی۔

من دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص من آثامهم شيئاً . (مشكوة المصابيح: ۲۹، الصحيح لمسلم: ۲/۳۴۱)

بدعت سب سے بڑا گناہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **شر الأمور محدثاتها و كل محدثةٍ بدعة و كل بدعةٍ ضلالة .** (مشكوة المصابيح: ۲۷)

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أما بعد فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد (صلى الله عليه وسلم) وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار ، الحديث .

قال النوويؒ: البدعة كل شئ عمل على غير مثال سبق، وفي الشرع: إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم .

(مرقاة المفاتيح: ۱/۳۳۷،۳۳۸، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

اس دنیامیں سب سے زیادہ برا کام وہ ہے جو دین میں نیا طریقہ رائج کیا جائے، حدیث شریف میں سب سے برا گناہ اس لیے کہا گیا ہے، کہ بدعت ظاہری گناہ مثلاً جوا، شراب، جھوٹ بولنا، ان سے بھی زیادہ براس لیے ہے کہ ظاہری گناہ کرنے والا اس گناہ کو برااوراپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، جس سے اس کو کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، مگر بدعت رائج کرنے والا اور بدعت کرنے والا اس کو برانہیں سمجھتا، بل کہ نیک کام سمجھ کر ہمیشہ کرتا رہتا ہے، اگر اس کو کوئی بدعت کہے تو لڑنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے، اور جب انسان گناہ کو گناہ نہ سمجھے بل کہ نیک کام سمجھ کر کرتا رہے تو ایسا شخص گمراہی اور گناہ میں مضبوط ہوجاتا ہے، اور نیک کام سمجھ کر کرتا رہتا ہے تو، توبہ کی بھی توفیق نہیں ملتی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۸۲) سنن ونوافل کے بعد دعائے ثانیہ کا حکم

سوال: ہمارے امام صاحب فرض کے بعد ایک مرتبہ دعا ہوجانے کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہوکر دعا ثانیہ کراتے ہیں، اس کا حکم شرعی کیا ہے؟ کیا صحابہ وتابعین سے یہ عمل ثابت ہے؟ ثابت ہو تو بحوالہ ذکر فرمائیں۔

جواب: فجر اور عصر کی نماز میں امام اور مقتدیوں کو اجتماعی طور پر ایک مرتبہ دعا کرنا جائز ہے، لیکن جن نمازوں کے بعد سنن اور نوافل ہیں، مثلاً ظہر، مغرب، عشاء، ان نمازوں میں سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد امام اور مقتدیوں کو اجتماعی دعا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں، لہٰذا دعاء ثانیہ کرنا خلاف سنت ہے، الگ الگ جتنی لمبی چاہیں دعا کر سکتے ہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۸۳) دعائے ثانیہ کا حکم شرعی

سوال: امام اور مقتدیوں کو سنن ونوافل سے فارغ ہوکر دعا کرنا درست ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ فرائض مسجد میں ادا کر کے سنن اور نوافل حجرۂ مبارکہ میں جا کر پڑھتے تھے، لہٰذا فرض ونوافل سے فارغ ہوکر امام اور مقتدیوں کا اجتماعی دعا کرنا خلاف سنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور تابعین سے ثابت نہیں ہے، اور اجتماعی دعا کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، نیز دوسرے نمازیوں، اور تسبیح پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے، لہٰذا یہ طریقہ چھوڑ کر الگ الگ دعا کیجا سکتی ہے۔

(النفائس المرغوبة في حكم الدعاء بعد المكتوبة: از : مولانا كفايت الله صاحب، فتاوى رحيميه) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۸۴) سنتوں کے بعد دعا

سوال: سنن ونوافل کے بعد دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو عبادت جمع ہوکر ادا کی جائے، اس میں خصوصاً دعا، جمع ہوکر کی جائے، اور جو عبادت تنہا تنہا ادا کی جائے اس میں دعا بھی تنہا کی جائے، ایک ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سنن ونوافل سے فارغ ہوکر اجتماعی دعا

کرنا ثابت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ صرف فرض نماز مسجد میں ادا فرماتے تھے، اور سنن ونوافل گھر جا کر پڑھتے تھے، لہٰذا صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اجتماعی دعا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا شریعت میں یہ ایک نئی بات کہی جائے گی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، کہ قرآن وحدیث میں جس کی کوئی اصل اور کوئی دلیل نہ ہو، اور اپنی طرف سے کوئی نئی بات بنالینا باطل ہے۔

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهورد متفق عليه .

(مشكوة المصابيح: ص: ٢٧)

أن مـن أحـدث فـي الإسلام رأيا لم يكن من الكتاب أو السنة سنة ظاهرا وخفي ملفوظ او مستنبط فهو مردود عليه .

(مرقات المفاتيح على حاشية مشكوٰة المصابيح: ٢٧، رقم الحاشية: ۴)

لہٰذا اجتماعی دعا کرنے کوترک کردینا ضروری ہے، تنہا تنہا دعا کریں، اور یہ طریقہ شریعت کے مطابق ہونے کی بنا پر دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۷ر ربیع الثانی ر۱۴۱۵ھ

امامت کا بیان

فصل اول امام کے اوصاف

(۳۸۵) امام کے اوصاف

سوال: امام کیسا ہونا چاہیے؟ اور امامت کی فضیلت کیا ہے؟ ایک امام سے مقتدی ناراض ہے، تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے؟

جواب: امامت کی فضیلت اور ثواب بہت ہے، اور اس کی ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امامت کرتا ہو، اس کو چاہیے کہ اللہ تعالی کا خوف رکھے، اور اس بات کا خیال رکھے کہ وہ مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہے، اور اس ذمہ داری کے متعلق اس سے سوال ہوگا، اگر امام اچھی طرح نماز پڑھائے گا، تو مقتدیوں کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا، اور مقتدیوں کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی، اور اگر نماز میں کمی ہوگی تو اس کی ذمہ داری تنہا امام پر ہوگی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " **الإمام ضامن** " امام مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہے۔

امام کی نماز کا مقتدیوں کی نماز پر اور خود امام کی ذات کا مقتدیوں پر اثر پڑتا ہے، امام صحیح راہ پر ہوگا، تو مقتدی بھی صحیح رہیں گے، اور اگر امام غلط راستے پر ہوگا، تو مقتدی بھی اسی راستے پر چلیں گے، اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے: " **اللهم ارشد الأئمة** "، کے ذریعہ دعا کی ہے، یعنی اے اللہ! اماموں کو ہدایت دے، ایک حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، ان میں سے ایک امام ہے، جن سے مقتدی راضی ہوں۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ثلاثة علی کثبان المسک أراه قال یوم القیامة، .... ورجل أم قوماً وهم به راضون . (السنن للترمذی: ۲/ ۲۰)

امامت کے لائق وہ شخص ہوسکتا ہے، جو حاضرین میں سب سے زیادہ نماز کے مسائل کو جاننے والا ہو، اوراس پر عمل بھی کرتا ہو، اور اللہ کا خوف بھی رکھتا ہو، امام فتنہ پیدا کرنے والا نہ ہو۔
(مسائل امامت: ۳۲/۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز (کامل طور پر) قبول نہیں ہوتی، ان میں سے ایک امام ہے، جس سے لوگ ناراض ہوں۔

عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالی عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول: ثلاثة لایقبل الله منهم صلوٰة من تقدم قوماً وهم له کارهون.
(السنن لأبی داود: ۸۸)

کامل طریقہ سے نماز اس صورت میں قبول نہ ہوگی، کہ امام میں شرعی خرابی کی بنا پر مقتدی امام سے ناراض ہوں، البتہ اگر لوگ اپنی نفسانی خواہش اور گناہوں کی بنا پر امام سے ناراض ہوں، تو اس صورت میں امامت میں کراہت نہیں آئے گی۔

یکره للإمام أن یؤم وهم له کارهون بخصلته توجب الکراهة واما إن کانت کراهتهم بغیر سبب یقتضیها فلاتکره امامته لأن کراهتهم بغیر سبب بل مجرد اتباع الهوی وهو فسق راجع إلیهم لا إلیه .
(الفتاوی الهندیة: ۱/۸۷، فتاوی خانیه: ۱/۹۲)

لہٰذا کوئی غیر شرعی امور کی بنا پر مقتدی ناراض ہوں تو امامت چھوڑ دینا چاہیے، اور لوگوں میں فتنہ وفساد کا خطرہ ہو، تو جب تک صلح نہ کرلے وہاں تک الگ رہے، لہٰذا سوال میں جو لکھا ہے، کہ مذکور میں شرعی خرابی کی بنا پر مقتدی ناراض ہوں تو امامت مکروہ ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۸۶) امام کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: یہاں بولٹن (U.K) میں جو امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں، ان کے متعلق مقتدی مسجد

کے متولی کو شکایت کرتے ہیں، کہ ان کا پڑھنا صحیح نہیں ہے، تو ہمارے وہاں کے دو ماہر علماء نے بعض مقتدیوں کی حاضری میں امام صاحب کا قرآن سنا، تو انہوں نے یہ رائے دی کہ فقہی اعتبار سے کوئی غلطی نہیں ہے، تو آپ اس کے وضاحت فرمائیں؟

جواب: امام صاحب کا صحیح العقائد ہونا اور نماز کے متعلق مسائل سے واقف ہونا، اور قرآن کا صحیح پڑھنا یہ ضروری ہے، قرآن شریف پڑھنے میں کوئی ایسی غلطی نہ کرتے ہوں جس سے ترجمہ بدل جائے، اور دیندار اور ظاہری گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔

الأولیٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة، هكذا في المضمرات وهو الظاهر هكذا في البحر الرائق، هذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة هكذا في التبيين، .... ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه . (الفتاوی الهندية: ۱/۸۳، الفصل الثانی في بيان من هو أحق بالإمامة)

نماز میں قرآن پڑھنے میں ایسی غلطی ہوتی ہو جس سے قرآن کا مطلب بدل جاتا ہو، تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں ہوگی، اور اگر ایسی غلطی نہ ہو تو نماز درست ہوگی۔

والقاعدة عند المتقدمين أن ما غير المعنى تغيرا يكون اعتقاده كفراً يفسد في جميع ذلک سواء كان في القرآن أو لا . (۱/۶۳۱، مطلب مسائل زلة القاری)

جب کہ بعض علما نے امام صاحب کا قرآن سن کر فیصلہ دیا کہ فقہی اعتبار سے کوئی غلطی نہیں، تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: **ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن وما رآه المسلمون قبيحاً فهو عند الله قبيح .**

(بدائع الصنائع: ۵/۳)

یعنی جس چیز کو نیک مسلمان اچھی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوگی، اور جس چیز کو بری سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہوگی۔

البتہ متولی اور امام صاحب کا مذہبی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ مسجد کے مقتدی ان سے خوش رہیں، ایسی کوشش کریں، اور کوئی جائز شکایت پیدا نہ ہونے دیں، اور اگر کوئی جائز شکایت ہوتو اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، ہاں اگر بغیر وجہ متولی یا امام سے لوگ شکایت کرتے ہوں، امام سے لوگوں کو شکایت ہوتو ایسی صورت میں امام اور متولی گنہگار نہ ہوں گے۔ (کفایت المفتی)

اگر شرعی وجہ ہوتو لوگوں کو اختیار ہے کہ امام کو الگ کر کے دوسرا امام متعین کرلیں، ایسی صورت میں امام کی امامت مکروہ ہوگی، اور اگر اختلاف کی وجہ فقط نفسانیت ہوتو دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہیں، اور امامت مکروہ بھی نہ ہوگی، البتہ اختلاف کرنے والا گنہگار ہوگا۔

یکره للإمام أن يؤم وهم له كارهون بخصلته توجب الكراهة وأما إن كانت كراهتهم بغير سبب يقتضيها فلا تكره إمامته لأن كراهتهم بغير سبب بل مجرد اتباع الهوى وهو فسق راجع إليهم لا إليه .

(حلبی کبیر: ۳۵۰، الفتاوی الهندية: ۱/۸۷، الفتاوی الخانية: ۱/۹۲، کفایت المفتی: ۳/۲۳۴)

علمائے کرام نے خود قرآن شریف سن کر جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، قرآن شریف یاد نہ ہونے کی بنا پر تراویح میں غلطیاں جاتی ہیں، تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ تراویح کی کم رکعتیں سپرد کی جائیں، اور محنت کرے، غلطی نہ ہو اس کی تاکید کی جائے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ترفع لهم صلوتهم فوق رؤسهم زبراً رجل أم قوماً وهم له كارهون، وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط واخوان متصارمان . فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۷/۱۰/۲۳ء

(۳۸۷) امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں

سوال: امامت کے صحیح ہونے کی کتنی شرائط ہیں، آپ قرآن وحدیث سے جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: امامت کے صحیح ہونے کی کل چھ شرطیں ہیں: امام کا مسلمان ہونا، بالغ ہونا، عاقل ہونا، مرد ہونا، قرآن پڑھنے پر قادر ہونا، تمام اعذار سے صحیح سالم ہونا، مثلاً نکسیر پھوٹنا کہ خون جاری رہتا ہو بند نہ ہوتا ہو، امام کا صحیح عقیدہ والا ہونا، مسائل نماز سے واقف ہونا، دیندار اور ظاہری گناہوں سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

وشروط صحة الإمامة للرجال والأصحاء ستة أشياء، الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف الخ .

(نور الإيضاح: ۹۲)

الأولى بالإمامة أعلم بأحكام الصلوٰة هكذا في المضمرات وهو الظاهر في البحر الرائق ولم يطعن في دينه ويجتنب الفواحش الظاهرة .

(الفتاوى الهندية: ۱/۸۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۳/۱/۷ء

(۳۸۸) عمامہ کے بغیر امامت کرنا

سوال: امام کو نماز پڑھاتے وقت عمامہ باندھنا ضروری ہے، اگر عمامہ نہ باندھے تو نماز مکروہ ہوگی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھاتے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے علاوہ بھی ہمیشہ سر پر عمامہ باندھتے تھے، صرف نماز پڑھاتے وقت باندھتے ہوں ایسا نہیں، یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام عادت کے طور پر کیا ہو، مثلاً ہر کام داہنی جانب سے شروع کرنا، اس کو مستحب کہا جاتا ہے، اور اس طرح کرنے میں ثواب ملتا ہے، اور نہ کرنے والا گناہ یا ملامت کا مستحق نہیں ہوتا، لہٰذا جو شخص ہمیشہ ٹوپی پہنتا ہو، بغیر عمامہ کے نماز

پڑھائے تو نماز میں کراہت نہیں آئے گی، ضروری سمجھے بغیر سنت کا خیال کرتے ہوئے کبھی کبھی عمامہ باندھ کر نماز پڑھائے تو بہتر ہے، لیکن ایسا نہ کرنے والے کو برا بھلا کہنا جائز نہیں۔

(نفع المفتی والسائل:۸۹، شرح الوقایۃ مع عمدۃ الرعایۃ:۱/۱۶۴)

امام کو نماز پڑھاتے وقت عمامہ باندھنا مستحب ہے ضروری نہیں، عمامہ کے بغیر نماز ادا ہوجائے گی، اور کوئی کراہت نہیں آئے گی، مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے: بہت سی مرتبہ مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا عمامہ کے بغیر نماز مکروہ ہوتی ہے، جس طرح عام لوگوں میں یہ مشہور ہے؟ تو میں نے فقہ کی بہت سی کتابوں میں تلاش کیا مگر اس میں لکھا ہے کہ تین کپڑے یعنی کرتہ پائجامہ اور عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے، تو اس سے عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ثابت نہیں ہوتا۔

(نفع المفتی والسائل:۸۹) فقط

والله اعلم بالصواب

(۳۸۹) کیا عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا ضروری ہے

سوال: امام صاحب پانچوں وقت نماز پڑھاتے وقت عمامہ نہیں باندھتے، صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھاتے ہیں، تو نماز ہوگی کہ نہیں؟

جواب: امام کو عمامہ باندھنا مستحب ہے، ضروری نہیں، لہٰذا عمامہ کے بغیر نماز درست ہوگی، کوئی کراہت نہیں آئے گی، مگر عمامہ باندھنا زیادہ بہتر ہے۔ (نفع المفتی والسائل:۸۹، امداد الفتاوی)

وقد ذكروا أن المستحب أن يصلي في قميص وإزار وعمامة ولايكره الإكتفاء بالقلنسوة ولاعبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، وكذا ما اشتهر أن المؤتم لوكان معتما لعمامة والإمام مكتفياً على قلنسوة يكره.

(عمدة الرعاية: ۱/۱۶۹، كتاب الصلوٰة، تفسير التهاون والثياب البذلة) فقط

والله اعلم بالصواب

(۳۹۰) امام صاحب کا تہہ بند پہن کر نماز پڑھانا

سوال: میں اکثر تہہ بند پہن کر نماز پڑھاتا ہوں، اور میں زیادہ تر تہہ بند پہنتا ہوں، تبلیغی جماعت میں بھی تہہ بند پہن کر جا چکا ہوں، ہسپتال، بازار میں بھی تہہ بند پہن کر جاتا ہوں، ہندوستان کے بہت سے شہروں میں، مثلاً مدراس، بہار، مالیگاؤں وغیرہ میں تہہ بند پہننے کا رواج ہے، تبلیغی اجتماعات میں بھی لوگ تہہ بند پہن کر نماز پڑھتے ہیں، اگر یہ بے حیائی کی بات ہوتی اتنے بڑے اجتماع میں لوگ نہ پہنتے، لہٰذا اس کا جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: ثیاب بذلہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، ثیاب بذلہ ایسے کپڑے کو کہتے ہیں جس کو پہن کر امراء اور شرفاء کے پاس نہ جاتا ہو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا: اگر میں تجھے کسی کے پاس بھیجوں تو کیا یہ کپڑے تو ان کے پاس جائے گا، اس شخص نے جواب دیا کہ نہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے، کہ اس کے سامنے اچھی حالت میں جایا جائے۔

وتكره الصلاة في ثياب البذلة............. وقيل: ما لايذهب به إلى الكبراء، ورأى عمر رضى الله تعالى عنه رجلاً فعل ذلك، فقال: أرأيت لو كنت أرسلتك إلى بعض الناس أكنت تمر في ثيابك هذه؟ فقال: لا ، فقال عمر رضى الله عنه : الله أحق أن تتزين له . (مراقی الفلاح:۱۹۷)

"ويكره أن يصلي في ثياب البذلة والمهنة" . (منية المصلي: ص ۱۰۵)

آپ نے تہہ بند پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں جن شہروں کی مثالیں دی ہیں، فقہ کا قاعدہ ہے: إنما تعتبر العادة إذا اطردت أو غلبت، ولذا قالوا في البيع: لو باع بدراهم أو دنانير، وكانا في بلد اختلف فيه النقود مع الاختلاف في المالية والرواج، انصرف البيع إلى الأغلب ، قال في الهداية: لأنه هو المتعارف فينصرف المطلق إليه . (الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفى: ۱/۳۳۳، قواعد الفقه:۶۳)

جو چیز لوگوں کی عادت میں مشہور اور غالب ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے، عام طور پر صوبۂ گجرات میں تہہ بند عام حالت میں پہننا اور پہن کر نماز پڑھنے کا رواج نہیں ہے، شریعت عرف کا اعتبار کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: خُذُوا زِيُنَتَكُمُ عِنُدَ كُلِّ مَسُجِدٍ .

ترجمہ: تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنے کپڑے پہن لو۔ (سورۃ الأعراف:۳۱)

نماز کے لیے صاف ستھرے اور اچھے کپڑے پہنو، لہٰذا امام اور مدرس کو اپنے علم کا وقار اور شان باقی رکھنا ضروری ہے، جن کاموں سے مقتدی ناراض ہو، اور شریعت کے خلاف ہوتا ہو تو مقتدیوں کو راضی رکھنے کی کوشش کی جائے، کوئی شخص خود عام لوگوں کے خلاف کرتا ہو تو اس کے فعل کا اعتبار نہیں ہوگا، ایک موقع پر ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ کوئی شخص بے پرواہی کی بنا پر اپنی حالت میں بدل دے، تو وہ قلت حیا اور بے مروتی شمار ہوگا۔

لو غير زيه على جهة عدم المُبالاة الدالة على قلة الحياء وعدم التقييد لشئ من الأمور الشرعية والقواعد العرفية فيحكم بسقوط مروأته وعدم عدالته كما هو مقرر في محله . (مرقاة المفاتيح: ۱/۳۶۱)

تبلیغی اجتماع میں لوگ تہہ بند پہن کر نماز پڑھتے ہیں یہ ایک شاذ حالت ہے کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹۱) جائز تجارت کرنے سے امامت میں کوئی حرج آئے گا

سوال: ہمارے گاؤں میں امام صاحب جائز تجارت کرتے ہیں، اور نماز بھی پڑھاتے ہیں، ان کے پیچھے نماز ادا ہوگی کہ نہیں؟

جواب: جائز تجارت کی حدیثوں میں بہت فضیلت آئی ہے، لہٰذا حلال اور جائز تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جائز تجارت کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز برابر ادا ہو جائے گی کسی بھی قسم کی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹۲) مقتدیوں کا امام سے ناراض ہونا

سوال: بعض مقتدی امام سے ناراض ہیں، تو ایسے امام کی امامت صحیح ہوگی؟

جواب: مقتدیوں کا امام سے ناراض ہونے کی کیا وجہ ہے؟ یہ دیکھنا ضروری ہے، اگر امام سے مقتدیوں کے ناراض ہونے کی وجہ امام کا فاسق اور خلاف شرع اعمال کی بنا پر ہو تو ایسے امام کی امامت مکروہ ہوگی، اور ایسے امام کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امام پر سخت لعنت فرمائی ہے کہ جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور لوگ اس کو پسند نہ کرتے ہوں، ایک حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ عذاب اس امام کو ہوگا، جس سے مقتدی ناراض ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس امام سے لوگ ناراض ہوں اس کی نماز کانوں سے اوپر نہیں جائے گی، یعنی کامل طریقے سے نماز قبول نہ ہوگی، مگر بعض مقتدیوں کا امام سے ناراض ہونا، اور امام کو ناپسند کرنے کا کوئی اعتبار نہیں، بل کہ اکثر نیک اور پابند شرع لوگ امام کو ناپسند کرتے ہوں تو ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی، اور اگر امام پابند شرع ہو اس کا کوئی کام خلاف شرع نہ ہو بل کہ مقتدی خلاف شرع کام کرتے ہوں اور شریعت سے ناواقفیت کی بنا پر امام سے ناراض ہوں تو ایسی صورت میں مقتدی گنہگار رہوں گے، امام گنہگار نہیں ہوگا، اسلیے کہ جاہل اور فاسق لوگ عام طور پر علما اور نیک لوگوں کو برا سمجھتے ہیں۔

عن الحسن قال سمعت أنس بن مالک قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثةً: رجل أم قوماً وهم له كارهون . الخ .... وقد كره قوم من أهل العلم أن يؤم الرجل قوماً وهم له كارهون فإذا كان الإمام غير ظالم فإنما الإثم على من كرهه، وقال أحمد واسحق في هذا إذا كره واحد أو اثنان أو ثلثة فلا بأس أن يصلي بهم حتى يكرهه أكثر القوم .... عن عمرو بن الحارث بن المصطلق قال: كان يقال أشد الناس عذاباً اثنان: امرأة عصت

زوجها وإمام قوم وهم له كارهون، .... قال سمعت أبا أمامة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلثة لاتجاوز صلاتهم آذانهم: العبد الآبق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط، وإمام قوم وهم له كارهون .

(السنن للترمذی: ۱/۴۷، ابواب الصلوٰۃ، الفتاوی الهندية: ۱/۸۶،۸۷، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماما لغيره، رد المحتار على الدر المختار: ۳/۴۱۶، مطلب في حكم العصاة، معارف مدنیه: ۶/۱۰۱)

وفي الخلاصة وغيرها رجل أم قوماً وهم له كارهون، إن كانت الكراهية لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة يكره له ذلك، وإن كان هو أحق بالإمامة لايكره له ذلك .

(البحر الرائق: ۱/۳۴۸، المكتبة الماجدية باكستان، باب الإمامة، رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۵۵۹، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، مكتبه سعيد)

امام کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ ایسے کام کرتا رہے جس سے مقتدی خوش رہیں، اور کوئی جائز شکایت کا موقع نہ دیں، اگر کوئی جائز شکایت ہو تو اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس امام سے مقتدی راضی ہوں وہ قیامت کے دن مشک کے ٹیلے پر ہوگا، جس امام سے علماء اور اکثر عاقل لوگ مطمئن اور خوش ہوں وہ یہاں مراد ہے، اس لیے کہ ان کا مطمئن ہونا اس کے نیک اور صالح ہونے کی علامت ہے۔

عن ابن عمر رضی الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة على كثبان المسك أراه قال يوم القيامة، .... ورجل أم قوماً وهم به راضون . (السنن للترمذی: ۲/۲۰، مشكوٰة المصابيح: ۶۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹۳) جس کے ہونٹ پر سفید داغ ہوں اس کی امامت

سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب کے آخری چھ مہینہ میں سفید داغ نکلیں ہیں، بہت علاج کیا مگر لیکن سفید داغ ختم نہیں ہوئے تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی کہ نہیں؟ درمختار جلد: ا۔ میں لکھا ہے کہ سفید داغ والے کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے؟

جواب: سفید داغ اتنے زیادہ ہوں جس سے مقتدیوں کو نفرت ہوتی ہو، ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بہ نسبت دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے، اگر معمولی سفید نشان ہو جس سے لوگوں کو کراہت نہ ہوتی ہو، تو ایسی امام کی امامت بغیر کراہت کے درست ہے درمختار میں بھی ''شاء برصہ'' آیا ہے یعنی سفید داغ جسم پر کثرت سے ہو، عام طور پر لوگوں کو ایسی حالت سے نفرت ہوتی ہے، معمولی سفید علامت سے امام میں کراہت نہیں آئے گی۔

وأبرص شاء برصه ..... فالاقتداء بغيره أولى .

(الدر المختار مع الشامی : ۱/ ۵۶۲، مکتبہ سعید، کفایت المفتی : ۳/ ۸۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹۴) کوڑھی کی امامت

سوال: کوڑھ کی بیماری کے بدن پر کثرت سے سفید داغ ہوں، ایسا شخص امامت کرا سکتا ہے؟

جواب: کوڑھ کی بیماری کے بدن پر اتنے زیادہ داغ ہوں کہ لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت کریں، تو ایسی صورت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، اور سفید داغ کثرت سے نہ ہوں، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو مقتدی کراہت نہ کرتے ہوں، تو ایسے شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ (درمختار مع الشامی: ۱/ ۵۶۲، مکتبہ سعید پاکستان، فتاوی دارالعلوم: ۳/ ۲۵۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹۵) نابینا کی امامت

سوال: نابینا شخص امامت کرا سکتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر نابینا شخص ناپاکی سے نہیں بچ سکتا ہے، تو اس کی امامت مکروہ ہے، لیکن اگر ناپاکی سے بچتا ہے، اور مقتدیوں میں نمازیوں سے زیادہ مسائل سے واقف ہو، اور دیندار ہو، اور اگر دوسرا شخص اس سے افضل ہے تو نابینا کی بنسبت یہ دوسرا شخص امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

قيد كراهة إمامة الأعمى في المحيط وغيره بأن لا يكون أفضل القوم فان كان أفضلهم فهو أولى . (شامی : ۱/۵٦۰، مکتبہ سعید، فتاوی دار العلوم: ۱/۱۲۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹٦) جس کی زبان میں لکنت ہو اس کی امامت

سوال: جو امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں، ان کی زبان میں لکنت ہے، ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: امام صاحب کی زبان میں لکنت ہونے کی بنا پر قرآن پڑھنے میں زبان کبھی کبھی زبان اٹکتی ہے، جس سے صاف طریقہ سے الفاظ ادا نہ ہوتے ہوں، تو ایسی تھوڑی لکنت سے امامت میں کوئی حرج نہیں آئے گا، مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی۔

لو كانت لثغة يسيرة بأن يأتي بالحرف غير صاف لم يضر .

(فتاوی خيرية : ۱/۱۰، رد المحتار مع شامی : ۱/۵۸۲ مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹۷) جس امام کی زبان میں لکنت ہو اس کی امامت

سوال: اگر امام کی زبان میں لکنت ہو، تو نماز صحیح ہوگی؟

جواب: امام صاحب کی زبان میں لکنت کی بنا پر زبان اٹک جاتی ہو، مگر اٹکنے کے بعد حروف صحیح

ادا کر لیتے ہوں یا حروف صاف ادا نہ ہوتے ہوں مگر بدل نہ جاتے ہوں، تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔

سئل الخير الرملی مما إذا كانت اللثغة يسيرة فاجاب بانه لم يرها لأئمتنا وصرح بها الشافعية بأنه لو كانت يسيرة بأن يأتي بالحرف غير صاف لم تؤثر قال: وقواعدنا لا تاياه اه وبمثله افتى بتلميذ الشارح المرحوم الشيخ اسمعيل الحائک، مفتی دمشق الشام .

(شامی : ۱ / ۵۸۲ مکتبہ سعید، امداد الفتاوی: ۱ / ۳۸۸)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۳۹۸) ولد الزنا کی امامت

سوال: ولد الزنا کی امامت صحیح ہوگی؟ اس کی امامت کا حکم کیا ہے؟

جواب: ولد الزنا نماز کے مسائل کو جانتا ہو، گناہوں سے بچتا ہو، امامت کی طاقت رکھتا ہو، تو اس کی امامت بغیر کراہت کے صحیح ہے، ولد الزنا کی امامت اس لیے مکروہ کہی گئی کہ اس کے والد نہ ہونے کی بنا پر عام طور پر وہ جاہل اور دین کے احکام سے بے خبر ہوتا ہے، لیکن اگر وہ عالم ہو، اور نیک ہو اور جماعت میں حاضر لوگوں سے افضل ہو تو وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے، لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت کی وجہ اس کا جاہل ہونا ہے، وہ یہاں موجود نہیں ہے۔

ثم ذكر أنه ينبغي جريان هذا القيد في العبد والأعرابی وولد الزنا .... ولعل وجهه أن تنفير الجماعة بتقديمه يزول إذا كان أفضل من غيره .

(شامی: ۱ / ۵۶۰، قبیل مطلب البدعة خمسة أقسام) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۱/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۷ھ

(۳۹۹) ایک شخص سنیما تھیٹر میں کام کرتا ہے اس کے لڑکے کی امامت

سوال: ایک شخص سنیما تھیٹر میں مینیجر ہے حساب کتاب اور سنیما شو کا انتظام، سنیما ٹکٹ کا بیچنا وغیرہ سب اس کے ذمہ ہے، اس کا لڑکا حافظِ قرآن ہے، وہ نماز اور تراویح پڑھاتا ہے، اور وہ اپنے باپ کے ساتھ رہتا ہے، تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن حکیم میں ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی . ایک کا گناہ دوسرے کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا۔ (سورۂ فاطر: ۱۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **ألا لایجني جان إلا علی نفسه ألا لایجنی جان علی ولده ولا مولود علی والده** . (بجامع الترمذی: ۲/ ۳۸)

والد کے گناہ میں ولد کو نہیں پکڑا جائے گا، والد کی حرام کمائی سے ولد ناراض ہو، تو مذکورہ اصول کی بنا پر ولد کی امامت جائز ہے، لڑکے کو امامت کی تنخواہ ملتی ہوگی، لہٰذا اس کا نفقہ اس تنخواہ میں سے سمجھا جائے گا، لڑکے کو چاہیے کہ اپنی والد کی عزت واحترام باقی رکھتے ہوئے، مذکورہ کمائی اور آمدنی سے روکے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۵/ جمادی الأولیٰ/ ۱۴۱۰ھ

(۴۰۰) امام کی زوجہ نے ضبط ولد کا آپریشن کروایا ہو تو اس کی امامت

سوال: امام کی زوجہ ضبط ولد کا آپریشن کروایا ہے تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر امام صاحب کی رضامندی سے ان کی زوجہ نے بغیر کسی عذر کے ضبط ولد کا آپریشن کروایا ہے تو امام صاحب نے یہ غلط کام کیا، باوجود ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۰/۱۰/ ۱۹۷۷

(۴۰۱) جس نے نصرانی عورت سے نکاح کیا ہو اس کی امامت

سوال: ہمارے یہاں کوئی عالم نہیں مگر ایک عرب لبنانی ہے، وہ جمعہ اور اتوار کو نماز پڑھاتے ہیں، اور یہ عالم نہیں ہیں، انہوں نے نصرانی عورت سے نکاح کیا ہے، وہ عورت کبھی نماز نہیں پڑھتی، مسجد میں صرف قمیص پہنکر آتی ہے، سلام کرو تو گڈ مارننگ (Good Morning) سے جواب دیتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے، تو ایسے امام کے پیچھے نماز وجمعہ پڑھنے کا حکم شرعی کیا ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی:

میلبون، آسٹریلیا

جواب: امام مسائل نماز کا جاننے والا، صحیح قرآن پڑھنے والا، دیندار اور ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہونا چاہیے۔

الأولى بالامامة أعلمهم بأحكام الصلوة، هكذا في المضمرات، وهو الظاهر هكذا في البحر الرائق، هذا إذا علم من القراء ة قدر ما تقوم به سنة القراء ة هكذا في التبيين، و لم يطعن في دينه، كذا في الكفاية وهكذا في النهاية، ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه. كذا في المحيط .

(الفتاویٰ الهندية: ۱/۸۳، الفصل الثانی في بيان من هو أحق بالإمامة)

امام کی عورت بے پردہ اجنبی مردوں کے سامنے آتی ہے، تو امام کو اپنی عورت کو روکنا چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے، اور اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ **والرجل راع على أهل بيته و هو مسؤل عن رعيته .**

(مشکوۃ المصابیح: ۳۲۰)

امام صاحب کی عورت نصرانی ہے، تو امام صاحب اپنی عورت کو مسلمان بنا کر خلافِ شرع کاموں سے روکیں تو ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی، ورنہ ان کی امامت مکروہ ہوگی، اس لیے کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: آج کل کے نصاریٰ صرف نام کے نصاریٰ ہیں، ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو آسمانی کتاب اور مذہب بل کہ اللہ کو بھی نہیں مانتے، لہٰذا ان کی عورت کا حکم اہل کتاب جیسا نہیں، اگر امام اپنی عورت کو مسلمان نہ بنائے تو کوئی دیندار جاننے والے کو امام مقرر کرنا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۳/۱۰/۱۹۷۶ھ

(۴۰۲) سودی کاروبار کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

ہمارے یہاں ''ماداگاسکر'' اور ''افریقہ'' میں تجارت کے لیے بینک سے لون لینا پڑتا ہے، جس پر بینک کو سود دینا پڑتا ہے، ایک عالم اپنے والد کی دکان میں کام کرتا ہے، دکان کا حساب کتاب رکھتا ہے، اور بینک کے سودی معاملات بھی وہی کرتا ہے، ایسے عالم مسجد میں متولی کے کہنے سے امام کی غیر حاضری میں کبھی کبھی نماز پڑھاتا ہے، تو کیا ایسے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: سودی لین دین سخت گناہ کا کام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود دینے والے اور سود لینے والے اور سودی کاروبار کرنے والے اس کے کاتب اور اس کے گواہ پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا کہ تمام کے تمام گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

قال الله تبارک وتعالى: أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا . (سورة البقرة: ۲۷۵)

عن جابر رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربوٰا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواءٌ .

(الصحيح لمسلم: ۲/۲۷، مشكوٰة المصابيح: ۲۴۴)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وقت ایسا آئے گا کوئی شخص سود سے نہیں بچ سکے گا، اخیر میں اس کا دھواں (سود کا اثر) پہونچ کر رہے گا ۔

عـن أبـي هـريـرة رضى الله عنه أن رسول لله صلى الله عليه وسلم قال: ليأتينَّ على النا س زمان لايبقى أحد إلا آكل الربوٰا فإن لم يأكله أصابه من بخاره ويروى من غباره . (مشكوٰة المصابيح : ۲۴۵)

لہٰذا سوال میں تحریر کے مطابق جو عالم موجود ہو اور گناہوں سے بچتا ہو اس کو امامت کے لیے آگے کرنا چاہیے، ایسے عالم کی حاضری میں مذکور عالم کی امامت مکروہ ہوگی، پھر بھی اگر مذکور عالم نماز پڑھائے گا، تو اس کے پیچھے نماز ادا ہوجائے گی، اور جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب بھی ملے گا، لہٰذا اکیلے نماز پڑھنے کے بہ نسبت ایسے عالم کے پیچھے بھی نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر و فاجر . (هداية : ۱/۱۰۱)

وجـه الاستـدلال أن كل واحد من هؤلاء المذكورين إما أن يكون برا أو فاجرا فتجوز الصلاة خلفه على كل حال . (عناية شرح الهداية : ۲۴۸)

و فـي المحيط لو صلى خلف فاسق أو مبتدع أحرز ثواب الجماعة لكن لا يحرز ثواب المصلى خلف تقى .

(فتح القدير : ۱/۳۰۴، باب الإمامة، المكتبة دار إحياء التراث العربى) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۸/۱۱/۴ء

(۴۰۳) غلط قرآن پڑھنے والے کی امامت

سوال: امام صاحب قرآن مجید صحیح نہیں پڑھتے ہیں، تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؟

جواب: قرأت کے بارے میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ قرآن اس طرح غلط پڑھا جائے جس سے قرآن کا ترجمہ اور مطلب بدل جاتا ہوں، تو ایسی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

فإن الأصل فيه ان يقف الذلل و الخطأ ....من متغير تغيرا فاحشاً تفسد صلاته . (کبیری : ۴۴۴)

لہٰذا امام ایسا غلط قرآن پڑھتا ہو جس سے ترجمہ بدل جاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے اور اگر ایسی غلطی ہو جس سے معنی بدلتا نہ ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۰۴) قرآن صحیح نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال: امام کا قرآن پڑھنا صحیح نہیں ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: سوال میں لکھا ہے کہ امام کا قرآن پڑھنا صحیح نہیں، اگر اس طرح پڑھتا ہو کہ معنیٰ بدل جاتا ہو تو ان کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی، اگر اس طرح پڑھتا ہو کہ معنی نہ بدلتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے۔

فان الاصل فيه أي في الزلل ...... تغيرا فاحشا تفسد ايضا .

(کبیری : ۴۴۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۰۵) جس امام سے لوگ ناراض ہوں اس کی امامت

سوال: ایک امام نماز میں رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدے میں چلے جاتے ہیں اور ایک سجدہ کرنے کے بعد برابر جلسہ کئے بغیر دوسرا سجدہ کر لیتے ہیں، قرآن مجید صحیح نہیں پڑھ سکتے ہیں، اکثر غلطی ہوتی ہے، آیتوں میں تقدیم تاخیر کرتے ہیں، ان کا بینک میں اکاؤنٹ ہے، زندگی کا بیمہ نکالا ہوا ہے، بہت سے نمازی دوسری مسجد میں نماز کے لیے جاتے ہیں، امام کو اصلاح کے لیے کہا جاتا ہے، تو لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، مصلی حضرات ناراض ہیں، تو ایسے امام کا کیا حکم ہے، کیا نماز ادا ہوگی؟

جواب: امامت حقیقت میں ایک اعلیٰ عہدہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے، اتنے بڑے عہدے اور ذمہ داری ادا کرنے کے لیے دینی علم اور سمجھ داری اور دین دار ہونا ضروری ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کرنے والا ہو، تو وہ صحیح امام ہوگا، تو بچوں کی تعلیم وتربیت اور بڑی عمر کے لوگوں کی صحیح رہنمائی کر سکے گا۔ (معارف مدنیہ)

امام صحیح عقیدے والا، قرآن پاک صحیح پڑھنے والا ہونا چاہیے اور اس میں ظاہری فسق اور ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہونا چاہیے۔ (فتاوی ہندیۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس امام سے لوگ ناراض ہوں، تو اس کی نماز کامل طریقہ سے قبول نہیں ہوتی مطلب یہ کہ امام میں دینی خرابی ہو، زبردستی امامت پر قائم رہے، جس کی بنا پر لوگ اس کی امامت کو پسند نہ کرتے ہو، اس کی امامت مکروہ ہے۔

صلوۃ لا یقبل اللہ منھم ....(السنن لابی داود: ۸۸)

یکرہ للإمام أن یؤم وھم لہ کارھون بخصلۃ توجب الکراھۃ.

(الفتاویٰ الھندیۃ: ۱/۸۷، کبیری: ۳۵۰)

نماز میں ہلنا مکروہ ہے، رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا اور ایک سجدے کے بعد برابر بیٹھ کر دوسرا سجدہ کرنا سنت ہے، اور سنت کو ہمیشہ ترک کرنے والا گنہ گار رہتا ہے۔

زندگی کا بیمہ نکالنا جائز نہیں، اس میں سود اور جوا جیسے گناہ لازم آتے ہیں، جسے قرآن پاک میں حرام کہا ہے: **لقولہ تعالی: اَحَلَ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا .** (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

ولقولہ تعالی : اِنَّمَا الْخَمَرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ . (سورۃ المائدہ: ۹۰)

لہٰذا بیمہ نکالنا گناہ کبیرہ ہے، اور مرتکب کبیرہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

(شامی ۱/۵۲۵)

مسجد کے ذمہ داروں پر ضروری ہے اگر حقیقت میں امام میں مذکورہ چیزیں پائی جاتی ہوں تو ایسے امام کے بجائے دوسرا نیک صالح متقی شخص کو امام مقرر کریں، امام اللہ تعالیٰ کی جناب میں مقتدیوں کی جانب سے قرأت، دعاوغیرہ میں نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا نمائندہ بننے کے لائق ہے کہ نہیں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے، امام ایسا شخص ہونا چاہیے جس کی بنا پر لوگ زیادہ جمع ہوں، ایسا شخص امام نہ ہونا چاہیے جس کی بداعمالیوں کی بنا پر لوگ نفرت کرتے ہوں، اور مصلیوں کے کم ہونے کا سبب بنے البتہ جب تک متقی پابندی شرع امام نہ ملے وہاں تک مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا درست ہے۔ **صلوا خلف کل بر و فاجر**. (مجمع الانہر: ۱/۵۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

(۴۰۶) امام کو اپنا وقار محفوظ رکھنا چاہیے

سوال: ہماری مسجد کے امام مندرجۂ ذیل باتوں پر تنبیہ کرنے کے باوجود ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا:

(۱) بعض لوگوں کے ساتھ سوسائٹی کے چوراہے پر کھڑے رہ کر ہنسی مذاق کرتے ہیں، ان کے کھڑے رہنے سے عورتیں بھی اپنے کام کے لیے باہر جانے سے رک جاتی ہیں۔

(۲) ہمارے امام صاحب نماز میں قرأت بہت مختصر کرتے ہیں، حتی کے جمعہ میں دو یا تین آیتیں پڑھ کر رکوع کر لیتے ہیں۔

(۳) ہم نے ان سے کہا آپ ہمارے امام ہیں، تو آپ کو امامت کا وقار باقی رکھنا چاہیے۔

(۴) رکوع، سجدہ میں اتنی جلدی کرتے ہیں کہ تسبیح کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

(۵) سات سال سے مدرسہ میں تعلیم دیتے ہیں، مگر کوئی بچہ صحیح تعلیم حاصل نہیں کر سکا ہے، ان کی غیر ذمہ داری کی بنا پر بچے مدرسہ کے وقت کی پابندی بھی نہیں کرتے، تو آپ اس معاملہ میں ہماری رہبری فرمائیں؟

جواب: امامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے، جس کی بنا پر امام سے صرف نماز پڑھانا

مقصود نہیں ہوتا بل کہ مسجد، محلّہ اور جماعت کی نگرانی اوران کی رہبری مقصود ہوتی ہے، لہٰذا امام ایسا شخص ہونا چاہیے جواسلامی آداب اوراخلاق اچھی طرح جانتا ہو۔

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم میں بہتر شخص کواپنا امام بناؤ اس لیے کہ امام اللہ اورمقتدیوں کے درمیان سفیر ہوتا ہے۔ایک دوسری حدیث میں ہے اگر تم کو یہ بات پسند ہوکہ تمہاری نماز قبول ہوتو تم میں بہتر شخص امام ہونا چاہیے اس لیے کہ وہ تمہارے اوراللہ کے درمیان سفیر ہوتا ہے، اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہونے کا سب سے زیادہ حق داروہ شخص ہے، جس میں علم، تقویٰ اور حسنِ اخلاق تمام خوبیاں کامل طریقہ سے پائی جاتی ہوں، اس لیے کہ امام سے لوگوں میں امام کی اتباع کرنے کی بنا پر کامیابی حاصل ہوسکے، جس سے لوگ جماعت میں زیادہ سے زیادہ شریک رہیں گے، تو جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہوں اس کوامام بنانا چاہیے، امام اللہ اور بندوں کے درمیان سفیر ہونے کا نام ہے، امام بندوں کی طرف سے اللہ کی حضور میں تمام باتیں پیش کرتا ہے۔

خلاصہ : یہ کہ (۱) امام سفیر ہوتا ہے۔(۲) اپنے حلقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے۔(۳) امام کے ذریعہ تعلیم وتربیت کا نظام قائم ہوتا ہے۔(۴) اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ عوام خوش دلی کے ساتھ امام صاحب کا اثر قبول کریں۔(اتباع کرسکے) (۵) امام سے لوگ جماعت کی نماز میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوسکے، نفرت اور جماعت میں کمی نہ ہو۔(معارف مدینہ:۴/۱۱۰/۱۱۲)

لہٰذا سوال میں لکھی ہوئی حقیقت صحیح ہوتو امام کواپنی اصلاح کرلینا ضروری ہے، خصوصا محلّہ کے بیچ میں کھڑا رہنا مناسب نہیں اور تعلیم دینے میں چھوٹے بچہ کوسخت طریقہ سے سزا دینا درست نہیں، حضرت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے جواساتذہ بچوں کوحد سے زیادہ مارتے ہیں ان کی کل قیامت کے دن اس کا جواب دینا پڑے گا۔

ليس له أي للمعلم ان يضربها في التاديب ضرباً فاحشاً.

(شامی : ۴/۷۹، مکتبہ سعید، باب التعزیر)

امام کو کم سے کم رکوع سجدہ میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنا سنت ہے،امام کو اس طرح تسبیح پڑھنا چاہیے کہ مقتدی تین مرتبہ تسبیح پڑھ لیں ،بہتر اور مستحب یہ ہے کہ امام پانچ مرتبہ رکوع اور سجدہ میں تسبیح پڑھے،حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ امام کو پانچ مرتبہ تسبیح پڑھنا مستحب ہے جس سے مقتدی تین مرتبہ تسبیح پڑھ سکے۔

عن ابن مسعود ان النبی صلی الله علیه وسلم قال إذا رکع احدکم فقال في رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه و ذلک ادناه و إذا سجد فقال في سجوده سبحان ربی الاعلی ثلاث مرات فقد تم سجوده و ذلک ادناه .... والعمل علی هذا عند اهل العلم یستحبون ان لا ینقص الرجل في الرکوع و السجود من ثلاث تسبیحات و روی عن ابن المبارک انه قال استحب الامام ان یسبح خمس تسبیحات لکی یدرک من خلفه ثلث تسبیحات و هکذا قال اسحق بن ابراهیم .

(الجامع للترمذی: ۱/۳۵، باب ما جاء في التسبیح في الرکوع و السجود)

دین کا ضروری علم حاصل کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے،جس کے بغیر نہ عبادت ہوسکتی ہے، نہ حلال وحرام کی پہچان ہوسکتی ہے،لہٰذا کم سے کم اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے جس سے ایک مسلمان نماز،روزہ،زکوٰۃ ادا کر سکے،بچہ کی ذمہ داری باپ کے اوپر ہے،باپ خود تعلیم دیں یا استاذ کے ذریعہ تعلیم دلاوے،تو بچہ کی تعلیم کی ذمہ داری بچہ مدرسہ میں آیا تو اب استاذ کی ذمہ ہے،اگر وہ توجہ نہ دے،اور اپنا فرض منصبی ادا نہ کریں (یعنی اپنا سپرد کام ادا نہ کرے) تو تنخواہ لینا حلال نہیں فتاویٰ دارالعلوم میں ہے: جس شخص نے امامت اور تعلیم کے لیے ملازمت اختیار کی ہے،جب تک وہ اپنے مقررہ کام کو انجام نہ دے اس کو تنخواہ لینا حلال نہیں جس قدر کام میں کمی کرے گا اسی قدر تنخواہ اس حساب سے ناجائز ہوجائے گی، کماهو مسئلة الإجارة ۔(فتاوی دارالعلوم:۱۱۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۶/ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

(۴۰۷) امام کا غیرشرعی بال رکھنا

سوال: آج کل نوجوان انگریزی بال رکھتے ہیں، اور یہ فیشن حافظ صاحب اور مولانا بھی کرتے ہوگئے ہیں، تو ایسے غیرشرعی بال رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ امام کو رکوع سجدہ میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھنا چاہیے؟

جواب: جس کے سر کے بال اور داڑھی خلاف شرع ہوں اور لباس بھی غیرشرعی (نیک لوگوں کی طرح نہ ہو) ایسے شخص کو امامت کے لیے مقرر نہ کیا جائے، امامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے، اس کے لیے نیک صالح پابندِ شرع شخص کو مقرر کیا جائے، امام کی نماز کا اثر مقتدیوں کی نماز پر بل کہ خود امام کا اثر مقتدیوں پر پڑتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ بموجب متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا نبی کے پیچھے نماز پڑھنے کے برابر ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرمائے تو جو تم میں سے بہتر ہو، وہ نماز پڑھائے۔
(شامی:۱/۵۲۵)

سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہو تو نماز تو ادا ہو جائے گی مگر نیک آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی ۔ (شامی:۱/۵۲۵)

رکوع وسجدہ میں تسبیح کا کامل درجہ یہ ہے کہ تین مرتبہ پڑھی جائے امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ پانچ مرتبہ تسبیح پڑھے جس سے مقتدی تین مرتبہ کہہ سکے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ

(۴۰۸) سنتیں ادا نہ کرنے والے کی امامت

سوال: امام ظہر کے فرض سے پہلے کی سنتیں ادا کئے بغیر نماز پڑھائے، تو فرض میں کوئی کمی آئے گی یا نہیں؟

جواب: ظہر کے فرض سے پہلے کی سنتیں ادا کئے بغیر امام ظہر کی نماز پڑھاوے تو نماز میں کمی نہیں آئے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر کے فرض سے پہلی کی چار رکعت سنتیں رہ گئی تو بعد میں ادا کی۔

عن عائشة رضي الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان إذالم یصل اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها . (الجامع لترمذی: ۱/۵۷)

فرض کے بعد پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھے یہ بہتر ہے اس کے بعد فرض سے پہلے کی چار رکعت سنت پڑھی جائے۔ (ترمذی: ۵۷، فتح القدیر: ۱/۱۴۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۰۹) قرآن غلط پڑھنے والے اور غلط عقیدہ والے امام کی امامت

سوال: امام صاحب اکثر غلط قرآن پڑھتے ہیں اور بزرگوں کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہیں؟

جواب: امام کا صحیح عقیدہ والا ہونا اور مسائل نماز سے واقف ہونا اور صحیح قرآن پڑھنے والا اور دیندار اور ظاہری گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔

الاولی من الامامة اعلمهم باحکام الصلوة.... هذا إذا علم من القراء ة قدر ما تقوم شنة القراء ة.... و لم یطعن في دینه... و یجتنب الفواحش الظاهرة .

(فتاویٰ الهندیة : ۱/۸۳، باب من احق بالامامة)

سوال میں لکھا ہے کہ اکثر قرآن غلط پڑھتے ہیں اگر ایسی غلطی ہو جس سے معنی اور مطلب بدل بھی جاتا ہو تو ان کے پیچھے نماز درست نہ ہوگی اگر ایسی غلطی نہ ہو تو نماز درست ہوگی۔

فان الاصل فیه أي في الزلل إلي قوله تغیرا فاحشا تفسد . (کبیری : ۴۴۴)

بزرگوں کو حاضر ناظر سمجھنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے لہٰذا ایسے غلط عقیدہ والے امام کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۳/۱۰۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۸/۷/۱۹۷۰ء

(۴۱۰) اپنے ذمہ کی نماز پڑھائے اور دوسری نماز نہ پڑھے ایسے شخص کی امامت

سوال: ایک امام کے ذمہ دو نمازیں ہیں تو وہ دو نمازیں تو پڑھاتے ہیں اور دوسری نمازوں کے وقت پر اپنی تجارت میں مشغول رہتا ہے اور وہ نماز نہیں پڑھتے تو کیا ان کی امامت جائز ہیں؟

جواب: بغیر عذر کے نماز چھوڑنے والا فاسق ہے لہٰذا سوال میں تحریر کے بموجب جو امام دو نماز پڑھاتا ہے اور باقی تین نمازیں پڑھتا ہی نہیں ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہیں، جماعت کا ثواب مل جائے گا مگر نیک اور متقی کے پیچھے پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ نہیں ملے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول کرے تو تم میں بہتر شخص تمہاری امامت کرے۔

وتجوز إمامة الأعرابی والاعمی والعبد و ولد الزنا والفاسق الا انها تكره . (الفتاویٰ الهندية : ۱/۸۹)

صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة افاد ان الصلوة خلفها اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع. اخرج الحاكم في مستدركه مرفوعا ان سركم ان يقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم .

(در مختار مع الشامی: ۱/۵۶۲، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۳/۱۰/۱۹۷۹

(۴۱۱) گناہ سے توبہ کر لینے والے کی امامت

سوال: امام صاحب نے مسجد میں سے استعفیٰ دیا اس کے بعد لمبے عرصہ تک جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جب ان سے اس کے متعلق کہا گیا تو جواب دیتے میری نماز کسی کے پیچھے نہیں ہوتی، اب وہ دوبارہ

امامت پر مقرر ہوئے اور انہوں توبہ کر لی، اور اپنے جرم کا اقرار کرتے ہیں، تو جمعہ کی نماز نہ پڑھنے کی بنا پر وہ کافر ہو گئے؟ اور اب ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بغیر عذر کے پے در پے تین جمعہ چھوڑنے سے کوئی شخص ایمان سے نہیں نکلتا، لیکن سخت گنہگار ہے، تو امام صاحب کا یہ کہنا کسی کے پیچھے میری نماز نہیں ہوتی اور اس کی بنا پر جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھی تو یہ سخت گناہ کا کام ہے، مگر امام صاحب نے اپنی غلطی قبول کی، اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کر لی، اب ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے، جس کا کوئی گناہ ہوا ہی نہیں، مطلب یہ کہ توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کا مواخذہ نہ کریں گے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له رواه ابن ماجة .

قوله كمن لا ذنب له أي في عدم المواخذة بل قد يزيد عليه بان ذنوب التائب تبدل حسنات . (مشكوة المصابيح: ۱/۲۰۶، مرقات المفاتيح)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۱۲) گناہ سے توبہ کر لینے والے کی امامت

سوال: ایک امام صاحب نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا لوگوں کو معلوم ہوا تو اس کو معزول کر دیا، اس کے بعد امام صاحب نے رو رو کر عاجزی کے ساتھ توبہ کی، اب اس امام کی امامت درست ہے؟

جواب: امام نماز کے مسائل سے واقف ہو، قرآن صحیح پڑھتا ہو، دیندار اور ظاہری گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہونا چاہیے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۸۹)

مذکورہ صورت میں امام صاحب نے اپنے فعل بد کی سچے دل سے توبہ کرلی ہو اور مصلی حضرات ان کی امامت سے راضی ہو تو اس کو امام بنانا درست ہے، ان کی امامت میں کوئی کراہت نہ آئے گی، اس لیے کی توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے : **التائب من ذنب كمن لا ذنب له .**

(مشكوة المصابيح : ١/١٠٦)

لہٰذا امام نے اپنی اصلاح کرلی ہو لوگوں کو مذکورہ امام پر اعتماد ہو، تو امامت میں کوئی حرج نہیں۔ (کفایت المفتی :۳/۶۰) فقط

والله اعلم بالصواب

۱۹۷۹/۱۲/۴ء

فصل دوم

فاسق اور بدعتی کی امامت کا بیان

(۴۱۳) قبر کو سجدہ کرنے والے کی امامت

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک بدعتی امام ہے وہ قبر کے سامنے سجدہ کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح ہوگی؟

جواب: اللہ کے علاوہ کسی کو بھی سجدہ کرنا حرام ہے، اور حرام کی مرتکب فاسق ہے، لہٰذا قبر کو سجدہ کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے، ایسے امام کی جگہ پر دوسرا دیندار صحیح عقیدہ والے امام کو مقرر کرنا ضروری ہے۔

وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن وھل یکفر ان علی وجہ العبادۃ و التعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا و صار آثما مرتکبا للکبیرۃ .

(در مختار مع الشامی: ۶/۳۸۳، مکتب سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۱۴) داڑھی منڈا امامت کر سکتا ہے؟

سوال: امام کی غیر موجودگی میں بغیر داڑھی والا امامت کر سکتا ہے؟ دوسرا کوئی شخص موجود نہیں جو امامت کر سکے جس کی بنا پر بغیر داڑھی والا نماز پڑھا سکتا ہے؟

جواب: داڑھی منڈے کی امامت مکروہ ہے اس لیے کہ وہ فاسق ہے، فاسق پیچھے نماز مکروہ ہے، اگر حافظ یا عالم نہ ہو، تو دوسرا شخص جو شریعت کا پابند ہو، اسے امام بنایا جائے، جو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز پڑھاوے، اگر تمام ہی داڑھی منڈے ہو، ان میں سے ایک داڑھی منڈا امام بن جائے۔ (کفایت المفتی: ۳/۵۷، فتاوی محمودیہ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۱۵) معین امام کی موجودگی میں فاسق (داڑھی منڈے) کی امامت

سوال: ہماری مسجد کے قریب مزار ہے، مزار کا سجادنشین ایک نوجوان سید صاحب ہے، جو احمد آباد کے رہنے والے ہیں، جو عرس کے وقت تشریف لاتے ہیں، ان کے چہرے پر داڑھی نہیں ہے، وہ یہاں کی مسجد میں خطبہ اور نمازِ جمعہ پڑھانا چاہتے ہیں، حالاں کہ ہماری مسجد میں امام صاحب متعین ہے، جو پابند شرع ہیں، چہرے پر داڑھی ہے، تو مذکورہ بالا پیر صاحب نماز پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : **عشرٌ من الفطرة........واعفاء اللحية .** یعنی دس چیزیں تمام انبیاء کی سنت ہیں ان دس میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنا فرمایا ہے۔ (سنن ابی داؤد:۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں کترواؤں اور داڑھی رکھو، داڑھی شعائرِ اسلام میں سے ہے، ایک مشت داڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے، ایک مشت سے کم حرام ہے یہ مشرکوں (انگریز) کا طریقہ ہے، یہ شخص فاسق ہے۔

و الفاسق من فعل كبيرة أو أصر على صغيرة . (شامی : ۴۸۳/۵، مکتبہ سعید)

قص اللحية من صنع الأعاجم و هو اليوم شعار كثير من المشركين .

(مرقاة المفاتيح، حاشية نووی: ۱۰۰)

فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: فاسق امام نہ بنے۔ (سنن ابن ماجۃ)

يكره تقديم الفاسق لانه لا يهتم لامر دينه . (هداية : ۱/۱۰۱)

بل کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز بالکل صحیح نہیں ہوتی۔

لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالكؒ ورواية عن احمدؒ .

(شامی: ۱/۵۶۰ ، مکتبہ سعید)

جس مسجد میں تنخواہ دار امام متعین ہو اس مسجد میں کوئی دوسرا شخص امام سے بھی افضل آجائے تو بھی محلّہ کا امام نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کسی کی جگہ پر امام کی اجازت کے بغیر نماز نہ پڑھائے۔

ولا يؤم الرجل في بيته و لا في سلطانه و إمام المحلة فانه أحق من غيره وإن كان أفقهه . (السنن لابی داؤد و حاشیة ۸۶ ، شامی : ۱/۵۲۲)

لہٰذا سجادہ نشین پیر صاحب کے چہرے پر داڑھی نہیں ہے، تو ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

بہارِ شریعت میں لکھا ہے، مسئلہ: بد مذہب اور فاسق معلن جیسے شرابی، جواری، وغیرہ جو کبیرہ گناہ کرنے والا ہو، ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ (بہارِ شریعت: ۳/۱۱۷)

واللہ اعلم بالصواب

۲۲ محرم الحرام، ۱۴۱۱ھ

(۴۱۶) سفلی عمل کرانے والے امام کی امامت

سوال: ایک امام صاحب سے اکثر مصلی ناراض ہیں، ناراضگی کی وجہ سہولیات ہونے کے باوجود خراب میلے کچیلے کپڑے میں رہتے ہیں، دوسری وجہ یہ کہ سحر کرنے والوں کے پاس جا کر سحر کراتے ہیں، اور یہ بات خود ساحر نے تسلیم کی ہے اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے پاس علاج کے لیے لے جاتے ہیں تو کیا یہ جائز ہیں؟ اور ایسے امام کی امامت جائز ہے؟

جواب: قرآن کریم میں ہیں: **وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ** . (سورة المدثر: ۴) اس کی تفسیر میں لکھا ہے کپڑوں کو ناپاکی سے بچانا اور حفاظت کرنا چاہیے، ایک مؤمن کے لیے بری بات ہے کہ نماز یا نماز کے باہر میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں: کہ ناپاک اور میلے کپڑے پہنے نہ جائے۔

قال عکرمة امره ان لا یلبس ثیابه علی عذیرة . (احکام القرآن : ۳/۴۷)

فـانه قبیح بالمؤمن الطیب ان یحمل خبیثا سواء کان في حال الصلوة او في غیرها. (روح البیان : ۱۰/ ۲۲۵)

سحر (جادو) کرنا کرانا سخت گناہ کا کام ہے اور گناہ کبیرہ میں سے ہے، کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے کے باوجود سحر کرائے تو وہ فاسق ہے۔

فـلـو فـعل ما فیه هلاک الإنسان او موضعه او تفریق بینه و بین امرأته و هو غیر منکر لشئ من شرائط الایمان لا یکفر لکنه فاسقاً . (شرح فقه اکبر : ۱۳۴)

جس امام سے اس کی دینی خرابی کی بنا پر مقتدی ناراض ہو تو ایسے امام کی امامت مکروہ ہے اور اگر مقتدی دنیوی کام کی بنا پر ناراض ہو تو مقتدی گنہ گار رہوں گے، اور امامت کی کراہت کا حکم نہ ہوگا ۔(سنن ابی داود بر حاشیہ:۸۸)

سوال میں لکھی گئی حقیقت اگر صحیح ہو اور شرعی گواہوں سے ثابت ہو اور امام توبہ نہ کرے تو امامت مکروہ ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۳۰؍شوال المکرّم ۱۴۱۵ھ

(۴۱۷) دین کی غلط باتیں بتلا کر اختلاف کر کے لڑائی جھگڑا کرانے والے امام کی امامت

سوال: اگر کوئی امام مسلمانوں میں غلط فہمی پیدا کر کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر دے جس سے لوگوں میں لڑائی جھگڑا ہو تو ایسے امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں ہے : **وَ الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ .** (سورة البقرة : ۱۹۱)

ترجمہ: مسلمانوں میں فتنہ پھیلانا خون کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔

لہٰذا دین کی غلط باتیں بتلا کر اختلاف پیدا کر کے لڑائی جھگڑا کرانا بہت سخت گناہ کا کام ہے ایسے کی امامت مکروہ ہے۔ (شامی:۱/ ۵۲۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۱۸) متّہم امام کی امامت

سوال: بعض لوگ امام پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، مگر امام انکار کرتا ہے اور قسم کھانے کے لیے تیار ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت آئے گی؟

جواب: مذکورہ امام کے متعلق جو کہا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو اور امام اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر لے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، اس لیے کہ گناہ کے بعد سچے دل سے توبہ کر لے تو گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :التائب من الذنب کمن لا ذنب له . یعنی گناہ کر کے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہو جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:۲۰۶)

لیکن اگر غلط طریقہ سے تہمت لگا کر بدنام ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی ہو تو ایسے لوگوں کو اپنی غلطی کی اصلاح کر کے توبہ کر لینی چاہیے، ناحق کسی پر تہمت لگانا بغیر قطعی دلیل کے سخت گناہ کا کام ہے تہمت لگانے والا فاسق ہے، ثبوت زنا کے لیے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

مولانا مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں :امام کی عزت اور توقیر کرنی چاہیے ،ان کی بے عزتی اور توہین کرنا گناہ ہے۔ (کفایت المفتی:۳/۹۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۱۹) برتھ کنٹرول کرانے والے امام کی امامت

سوال: زبردستی کی بنا پر مجبوراً یا اپنے اختیار سے برتھ کنٹرول کرایا ہوا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ایسا شخص جانور ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا؟

جواب: اپنی رضامندی کے بغیر جبراً ابرتھ کرایا ہو، تو اکراہ ثابت ہوتا ہے، یہ شخص شرعاً معذور ہے، گنہگار نہیں ہوتا اکراہ کی بنا پر کوئی گناہ کا کام کیا، تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کر دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ نے میری امت سے بھول چوک اور جو کام اکراہ کی بنا پر کیا تو اس کا گناہ معاف کر دیا ہے، لہٰذا جس پر زبردستی کی گئی ہو، اس کے لیے یہ عذر شمار ہوگا، زمانہ جاہلیت میں مولیٰ اپنی باندی کو زنا پر مجبور کرتا تھا، اور اس کی یہ حرام کمائی مولیٰ استعمال کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے زبردستی کی بناء پر باندیوں سے گناہ معاف کر دیا، قرآن حکیم میں ہیں:

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (سورۃ النور: ۳۳)

ترجمہ: اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا (ان سے زنا کرے گا، وہ بچنا چاہیں گی) تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد (ان کے لیے) بخش نے والا مہربان ہے۔

لہٰذا جس امام پر زبردستی کی گئی ہو، اس امام کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں آئے گی، اور اس کا ذبیحہ حلال ہوگا، البتہ جس نے اپنی رضامندی سے برتھ کنٹرول کرایا ہو، اس کا یہ کام خلافِ شرع اور گناہ شمار ہوگا، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بجائے، اس سے افضل کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۲۰) فاسق اور داڑھی منڈے امام کی امامت

سوال: فاسق اور داڑھی منڈا نماز پڑھا سکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز ہوگی؟ فاسق کسے کہتے ہیں؟

جواب: شریعت میں فاسق اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل نہ کرتا ہو، گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو یا گناہ صغیرہ پر مداومت کرتا ہو، شامی میں لکھا ہے فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، داڑھی منڈ نے والا یا ایک مشت سے کم رکھنے والا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل نہ کرنے والا جو دین کا خیال نہیں رکھتا وہ امامت

کے لائق نہیں، اس لیے نماز کے لیے ایسے شخص کو امام بنانا یہ اس کے عزت و تعظیم کے برابر ہے، ایسا شخص شریعت کے اعتبار سے بے عزتی کے لائق ہے، لہٰذا اس کی امامت مکروہ ہوگی، امامت کے لیے پرہیزگار متبعِ شریعت ہونا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر تمہیں یہ بات پسند ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرمائے تو تم میں جو بہتر شخص ہو وہ امامت کرے، اس لیے کہ امام تمہارے اور اللہ کے درمیان رسول (سفیر) ہوتا ہے۔ (شامی: ۱/۵۲۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۲۱) غلط عقیدہ والے امام کی امامت

سوال: ایک شخص جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھاتا ہے، مگر جماعتِ اسلامی کا سرپرست ہے، بزرگانِ دین کو کافر کہتا ہے، بدعت کی تبلیغ کرتا ہے، اس کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن حکیم اور حدیث نبوی کے تعلیم کے مطابق کامل مؤمن کی شان یہ ہے کہ نیک مؤمن کے بارے میں اپنے دل میں عزت و محبت رکھے، ان سے دشمنی نہ رکھے، ان کی برائی نہ کرے، ان کے لیے دعا کرتا رہے، اس پر عمل کرنے والے مؤمن کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیک مؤمن اپنے بزرگوں کے لیے دعاء مغفرت کرتے رہیں، اے ہمارے پروردگار تو ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دیں، جنہوں نے ایمان لانے میں سبقت کی ہے، اور ہمارے دلوں میں مؤمنوں کی دشمنی نہ رہنے دیں۔ اے ہمارے پروردگار تو مہربان رحم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. (سورۃ الحشر: ۱۰)

مسلمان کو کافر کہنے اور برا کہنے سے صاف طریقہ سے روکا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا. (سورۃ النساء: ۹۴)

ترجمہ:اے ایمان والوں جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کروتو ہر کام کوتحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :جوشخص کلمہ پڑھتا ہواس کوکسی گناہ کی بناپر کافر نہ کہو،اوراس کے کسی فعل کی بناپر ایمان سے خارج نہ سمجھو۔(سنن ابی داود)

اسی بناپر امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں :کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے کوہم کافرنہیں کہتے مسلمان کوکافر کہنا بہت بڑی بات ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کوگالی دینا گناہ کا کام ہے۔

عـن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : سباب المسلم فسوق وقتاله كفر . (مشكوة المصابيح: ۴۱۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کسی شخص کے براہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کوذلیل سمجھے۔

عـن أبـي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الـمسـلـم اخوا المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره.....بحسب امرءٍ من الشر ان يحقر اخاه المسلم .(مشكوٰة المصابيح :۴۲۲)

حسن بصریؒ ابرار کی تفسیر میں فرماتے ہیں :کہ وہ وہ لوگ ہے کہ جو چھوٹی سی چیز کوبھی تکلیف نہیں پہنچاتے اور تکلیف کو پسند نہیں کرتے:

قـال الـحسـن الـبـصـرى فـي تـفـسيـر الابـرار هـم الذين لا يؤذون الذر ولايرضون الضرر . (مرقات المفاتيح : ۱/۶۱)

اللہ تعالیٰ نے باحیا اور باوقار(جو بری باتوں کو ناپسند کرتے ہیں)کودوست رکھتے ہیں اور بے حیابدزبان کوناپسند کرتے ہیں۔

بزرگش نہ خواند اہل خرد ؛؛ کہ نام بزرگاں بزیشتی برند

چوں خواہی کہ نامت بود جاویداں ؛؛ مکن نام نیک بزرگاں نہاں

عقلمند لوگ اس شخص کو سمجھدار نہیں شمار کرتے جو بزرگوں برائی سے یاد کرتے ہیں۔

جو اگر تو ہمیشہ کے لیے نیک نامی چاہتا ہو تو بزرگوں کے نام مت چھپا۔

سوال میں تحریر کے مطابق مذکورہ امام صاحب بزرگان دین کو کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں اور اس فتوی سے انہوں نے رجوع بھی نہ کیا ہو، تو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان بہ موجب کافر کہنے والا خود فاسق اور گنہ گار ہوگا اور جماعت اسلامی جیسی گمراہ جماعت کی سرپرستی کر رہے ہیں ،اور بدعتوں کی تبلیغ کر رہے ہیں، اور فقہا کی تشریح کے بہ موجب بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ ہے لہٰذا ان کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کی نماز مقبولیت حاصل نہیں کرتی ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس سے اس کی شرعی خرابی کی بنا پر مقتدی حضرات خصوصا علمائے کرام ناراض ہو۔

عن أبي أمامة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ثلاثة لاتجاوز صلاتهم آذانهم أي لاتقبل قبولا كاملا....وامام قوم وهم له كارهون أي لمعنى مذموم في الشرع .... أما إذا كرهه البعض فالعبرة بالعالم ولو انفرد . (مرقات المفاتيح: ۲/ ۹۱/ ۹۲)

اعلاء السنن میں ہے: جس امام کی شرعی خرابی کی بنا پر لوگ ناراض ہوں اس کی نماز کامل نہیں ہوتی اور مقتدیوں کی نماز میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے اور ان کی نماز مکروہ ہوتی ہیں۔

(اعلاء السنن: ۴/ ۳۳۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۲۲) بزرگوں کی تکفیر پر امام مقرر کرنا

سوال: ہمارے وہاں ایک نیا اصول مقرر کیا کہ جب کسی کو امام مقرر کیا جاتا ہے، تو پہلے ایک تحریر دی جاتی ہے، جس میں مولانا اشرف علیؒ اور مولانا رشید احمدؒ اور دیگر اکابر بزرگوں کے نام ہوتے ہیں، یہ تحریر امام صاحب کو دیکر یہ کہا جاتا ہے، یہ حضرات کافر ہیں، اور اس تحریر پر امام صاحب کی دستخط لیتے ہیں، تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: حضرت مولانا تھانویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہندوستان کے برگزیدہ اور پرہیز گار علما میں سے تھے، انہوں اسلام اور مسلمانوں کی بہت خدمت کی ہے، ان سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے رہنمائی حاصل کی ہے، ان کو کافر کہنا ایک سچے اور کامل مؤمن کا کام نہیں ہے، بل کہ ان کو کافر کہنے والا اپنی عاقبت خراب کررہا ہے، علماء نے یہاں تک فیصلہ کیا ہے، اگر کسی مؤمن کے قول اور فعل میں کفر کے ننانوے (۹۹) احتمال ہوں اور ایمان کا ایک احتمال ہو تو بھی ایک احتمال کی بنا پر اس کو مؤمن شمار کیا جائے گا، اس کو کافر سمجھنا جائز نہیں۔ (درمختار مع الشامی:۳/۲۹۹)

فتاوی خیریہ صفحہ نمبر ۱۰۷ ر لکھا ہے کہ مسلمان کو کافر ہونے کا حکم لگانے میں جلدی کرنا مناسب نہیں، قرآن حکیم کی روشنی میں مسلمان کی شان یہ ہے کہ جو مسلمان پہلے گذر گئے ان کا اپنے دل میں احترام رکھے، ان کے نقشِ قدم پر چلے اور ان سے دشمنی نہ رکھے اور ان کی برائی نہ کریں، جو لوگ پہلے بزرگوں کو اچھے نام سے یاد کرکے ان کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلاَ تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (سورة الحشر : ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنہوں نے ایمان لانے میں سبقت کی ہے، اور ہمارے دلوں میں مؤمنوں کی دشمنی نہ رہنے دیں۔ اے ہمارے پروردگار تو مہربان رحم کرنے والا ہے۔

مسلمانوں کو کافر کہنا تو بہت بڑی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو گالی دینا بہت بڑی بات ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر . (مشکوۃ المصابیح: ۴۱۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کو ذلیل سمجھے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم اخوا المسلم لایظلمہ ولایخذلہ ولایحقرہ.....بحسب امرءٍ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم . (مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲۲)

بزرگش نہ خواند اہل خرد ؛؛ کہ نام بزرگاں بزیشتی برند
چوں خواہی کہ نامت بود جاویداں ؛؛ مکن نام نیک بزرگاں نہاں

عقلمند لوگ اس شخص کو سمجھدار نہیں شمار کرتے جو بزرگوں کو برائی سے یاد کرتے ہیں۔

امامت پر مقرر ہونے والے امام کا اکابر بزرگوں کو کافر کہنا اور ایسی تحریر پر دستخط کرنا جائز نہیں سخت گناہ کا کام ہے، حدیث شریف میں ہے جس کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو، ایسے کام میں بندے کی بات نہ ماننی چاہیے، کافر کہنے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، کراہت کے ساتھ نماز ہو جائے گی، مگر جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اس کا اعادہ کر لینا چاہیے۔

پھر بھی تنہا نماز پڑھنے کے بجائے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

فان أمکن الصلاۃ خلف غیرھم فھو أفضل و إلا فالاقتداء أولی من الانفراد . (شامی : ۱/۵۵۹، مکتبہ سعید)

صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعۃ (قال الشامی) أفاد أن الصلوٰۃ خلفھا أولٰی من الانفراد . (در مختار مع الشامی : ۱/۵۶۲، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۱۷/۱۰/۱۹۷۷ء

(۴۲۳) فاسق کی امامت

سوال: ایک شخص جھوٹ بولتا ہے، چوری کا مال بیچتا ہے، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اگر اتنی ہی تنخواہ پر دوسرا آدمی مل سکتا ہے، تو متولی کو کیا کرنا چاہیے؟ ایسے امام کو بدلنا چاہیے؟

جواب: سوال میں لکھے ہوئے افعال حقیقت میں ایسے ہیں جس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، اور سب ائمہ کا اتفاق ہے، کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، اگر مذکورہ امام کی جگہ پر دوسرا نیک اور پابند شرع امام مل سکتا ہو، تو مذکورہ خرابیوں والے امام کے پیچھے نماز میں کراہت اور بڑھ جائے گی، لہٰذا متولی پر ضروری ہے مذکورہ امام توبہ کر کے یہ افعال ترک کر دے، تو ٹھیک ہے ورنہ ایسے امام کو الگ کر کے نیک صالح امام مقرر کرے، نماز تمام عبادتوں میں افضل عبادت ہے اس میں شریعت کا خیال کر کے عمل کرنا چاہیے، امام کے لیے وہ شخص لائق ہے جو ظاہری گناہوں سے بچتا ہو، جس کے تقوی پر لوگوں کا اعتماد ہو، مقتدی خوش ہو، جماعت میں لوگ زیادہ سے زیادہ حاضر ہوتے ہوں، امام ایسا شخص نہ ہونا چاہیے، کہ نیک اور پابندِ شرع لوگ اس کے کاموں سے نفرت کرتے ہوں، اور امام کی بداخلاقی جماعت سے لوگوں کی غیر حاضری کا سبب بنتا ہو، سوال میں لکھا ہے، امام جھوٹ بولتا ہے، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے، جاننے کے باوجود چوری کا مال بیچتا ہے یہ سب گناہ کبیرہ ہے جس سے آدمی فاسق ہوتا ہے، اگر امام نیک ہوگا، اس کی نماز کا اثر مقتدیوں پر بلکہ خود امام کا مقتدیوں پر اچھا اثر پڑے گا، اس لیے کہ مقتدی اپنے امام کا اثر ضرور قبول کرتے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: **اللھم ارشد الائمۃ** . اے اللہ اماموں کو ہدایت دے، اسی بنا پر بہتر اور افضل شخص کو امام بنانے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اگر دوسرا پرہیزگار امام نہ ملے وہاں تک تنہا اکیلے نماز پڑھنے کی بنسبت ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصل سوم

حنفی،شافعی کی اقتداءکرنے کے بیان میں

(۴۲۴)حنفی مذہب والے کا شافعی مذہب والے کی اقتدا کرنا

سوال: امام حنفی مذہب کا ہے،اور مقتدی شافعی مذہب کا ہے،مقتدی رفع یدین کرتے ہیں،امام نہیں کرتا،تو کیا یہ اقتداءصحیح ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کتنے زور سے کہتے تھے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفعِ یدین رکوع میں جاتے وقت رکوع سے اٹھتے وقت،سجدے میں جاتے وقت کیا ہے،اور کبھی نہیں بھی کیا ہے،حنفی لوگ اس کو منسوخ مانتے ہیں،یعنی یہ حکم پہلے تھا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا،شافعی حضرات منسوخ نہیں مانتے،اختلافی مسائل میں اپنے مذہب کے مطابق عمل کرکے اقتداءکرنے کی اجازت ہے۔(عینی:۱/۸۳۵)

حدیث شریف میں ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زور سے آمین کہتے کہ پہلی صف والے آواز سنتے۔

عن أبی هريرة رضی الله تعالی عنه قال كان رسول الله صلی الله عليه وسلم إذا تلا غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين حتی سمع من يليه من الصف الاول .(السنن لابی داؤد:۱۳۵)

ابن ماجہ میں ہے کہ آواز میں گونج پیداہوتی تھی،ایک دوسری روایت میں ہے کہ آہستہ آمین کہے،احناف کے نزدیک سراً آمین کہنا مستحب ہے۔

ان اعتبار رأی المقتدی في الجواز و عدمه متفق عليه .

(درمختارمع الشامی:۲/۸،مکتبہ سعید)

لو اقتدى شافعي بحنفي مس فرجه او افتصد فالاصح الصحة في الفصد دون المس اعتبارا بنية المقتدى . (عینی شرح هداية: ۱/۸۳۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲/ذیقعدۃ/۱۴۲۶ھ

(۴۲۶) شافعی امام کے پیچھے حنفی کی اقتدا

سوال: شافعی امام کے پیچھے حنفی مذہب والا نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: حنفی مذہب والا شافعی مذہب والے کے پیچھے اس شرط پر نماز پڑھنا جائز ہے، کہ حنفی مذہب میں جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے، ان چیزوں سے شافعی مذہب کا امام احتیاط کرتا ہو، مثلاً: بدن کے کسی حصہ سے خون نکلنے سے شافعی مذہب میں وضو نہیں ٹوٹتا، تو ایسی صورت میں شافعی مذہب کا امام خون نکلنے سے وضو کر لیتا ہو، کپڑے پر سے منی کے دھبے دھو لیتا ہو، کم سے کم سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرتا ہو، تو درست ہے، اور اگر حنفی مذہب میں جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے، اس سے احتیاط نہ کرتا ہو، تو اقتداء درست نہ ہوگی۔

و في رسالة " الاهتدى في الاقتداء " لملا علي قاریؒ : ذهب عامة مشائخنا إلى الجواز إذا كان يحتاط في موضع الخلاف و إلا فلا .

(شامی: ۱/۵۶۳، مکتبه سعيد)

ثم المواضع المهملة للمراعاة أن يتوضأ من الفصد والحجامة والقيء والرعاف و نحو ذلک .... و لو كان لكل مذهب إمام كما في زماننا فالأفضل الإقتداء بالموافق سواء تقدم أو تأخر، على ما استحسنه عامة المسلمين و عمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين .

(رد المحتار : ۱/۵۶۳/۵۶۴، مطلب في الإقتداء بشافعي ونحوه هل يكره أم لا؟ مطلب إذا صلى الشافعي قبل الحنفي هل الأفضل الصلاة مع الشافعي أم لا؟ مكتبه سعيد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۲۷) رمضان المبارک میں شافعی امام کے پیچھے وتر پڑھنا

سوال: ایک مسجد شافعی مذہب والوں کی ہے، جس میں تراویح کی نماز حنفی مذہب والے اور شافعی مذہب والے دونوں ایک ساتھ ادا کرتے ہیں مگر وتر کی نماز کے لیے دونوں مذہب کے لوگ الگ ہو جاتے ہیں اور دونوں مذہب والے اپنے اپنے مسلک کے امام کے پیچھے وتر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، ذمہ دار حضرات کہتے ہیں کہ حنفی اور شافعی دونوں ملکر وتر کی نماز ادا کرے تو کیا ایک ساتھ وتر ادا کر سکتے ہیں؟ صحیح قول کیا ہے؟

جواب: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر کی تین رکعت ایک سلام کے ساتھ واجب ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت ہے، جو دو رکعت کے ساتھ ملا کر پڑھنا بھی جائز ہے اور یہی ان کے نزدیک افضل ہے، احناف کے نزدیک حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت دلیل ہے، **نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم عن البتيراء** ۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط ایک رکعت وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (معارف مدنیہ:۳۲،۳۵)

احناف کا صحیح قول یہ ہے اگر شافعی امام وتر کی نماز دو سلام سے ادا کرے (کہ دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے، پھر ایک رکعت پڑھکر سلام پھیرے) تو حنفی مقتدی اس کی اقتدا نہ کرے اس میں ہی احتیاط ہے ۔

عن لا يقطع وتره بسلام على الصحيح .(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۲۰)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہیں:

وصح الاقتداء فيه أي في الوتر بشافعي لم يفصله بسلام لا انفصله على الاصح. (در مختار مع الشامی: ۲/۷،۸ مکتبہ سعید، مطلب الاقتداء باالشافعی)

یعنی شافعی امام کے پیچھے وتر میں اقتدا کرنا اس شرط پر صحیح ہے کہ دو رکعت پر سلام نہ پھیرے اور اگر سلام پھیر دے تو صحیح قول بہ موجب اقتدا کرنا صحیح نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۴۲۸) حنفی امام کے پیچھے شافعی مسلک والے کی فجر کی نماز میں قنوت چھوٹ جائے تو کیا کرے؟

سوال: حنفی امام کی پیچھے اقتدا کرنے والا شافعی مقتدی کا فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا موقعہ نہ ملنے سے اور قنوت چھوٹ جانے سے سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا صحیح ہے؟ یا مقتدی کی درخواست پر حنفی امام کا ان کو قنوت کا موقعہ دے کر حنفی امام کا انتظار کرنا صحیح ہے؟ اس لیے کہ شافعی مقتدی زیادہ ہیں؟

جواب: احناف کے نزدیک دعائے قنوت وتر کی نماز میں ہے، فجر کی نماز میں نہیں ہے، لہٰذا شافعی مقتدی کی رعایت کرتے ہوے، حنفی امام کا فجر کی نماز میں ٹھہرنا، اور شافعی مقتدی کو موقعہ دینا صحیح نہیں، اس لیے کہ اس صورت میں امام کا مقتدیوں کے تابع ہونا لازم آتا ہے، جو امامت کے اصول کے خلاف ہے، اس لیے کہ مقتدی امام کے تابع ہوتے ہیں نہ کہ امام مقتدی کے تابع ہوتے ہیں۔

سمی الإمام اماما لیؤتم و یقتدی به علی وجه المتابعة .

(مرقاۃ المفاتیح : ۲/ ۹۹)

حنفی امام کے پیچھے فجر کی نماز ادا کرنے میں اگر شافعی مقتدیوں کا قنوت رہ جاتا ہو، تو بہتر یہ ہے کہ شافعی امام نماز پڑھائے اور حنفی مقتدی شافعی امام کے قنوت پڑھتے وقت خاموش کھڑا رہے۔

فان قنت الإمام یسکت قیل یقف ساکتاً هو الأظهر . (هدایة : ۱/ ۱۲۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصل چهارم

امامت کے متفرق مسائل

(۴۲۹) امام کی تعظیم کرنا چاہیے

سوال: ایک امام صاحب بائیس سال سے امامت اور مدرسہ پڑھاتے ہیں، مسجد کے ذمہ داروں کے ساتھ تعلیم کے بابت اختلاف ہونے سے مدرسہ پڑھانا بند کردیا، اور امام صاحب سے ذمہ داروں کے ساتھ بول چال میں گالی نکل گئی تو ذمہ دار اور بعض نوجوان امام صاحب کو مسجد سے الگ ہو جانا کہہ رہے ہیں، جو کہ امام صاحب نے مذکورہ ذمہ دار کی ظاہراً معافی مانگ لی اور محلّہ کے بزرگ اور سنجیدہ لوگ امام صاحب کی طرفداری کرتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے کہنے سے امامت سے الگ ہونے پر جبر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کامل مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے :

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده . (الصحیح البخاری : ۱/۶)

امامت کا منصب بہت بلند ہے، امام کو خادم سمجھنا اور اس کو ذلیل کرنا غلط اور ناجائز ہے۔
(فتاوی محمودیہ: ۱۵/۱۷۱)

لہٰذا سوال میں لکھی ہوئی حقیقت صحیح ہو، تو ذمہ دار کو امام کے ساتھ بدسلوکی کرنا صحیح نہیں، امام نے معافی مانگی ہے تو معاف کرکے دل صاف کر لینا چاہیے، قرآن کریم میں ہے :

وَالْيَعْفُوْا وَالْيَصْفَحُوْا اَلاَ تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.
(سورة النور: ۲۲)

ترجمہ: چاہیے کہ معاف کریں، اور درگذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کرے، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

و لا یتقدم علیہ فی مشیتہ عن علی رضی اللہ عنہ لا ینبغی للجاھل ان یتکلم عند العالم او یشیر بیدہ . (خلاصۃ الفتاوی : ۴/۷ ۳۲)

محلّہ کے بزرگ اورسنجیدہ لوگ امام صاحب کوالگ کرنانہیں چاہتے اورکوئی خاص قصوربھی نہیں ہے،توایسی حالت میں دوچارنوجوانوں کی بات پرعمل نہیں کیاجائے گا،عوام کے لیےضروری ہے،کہ عالموں کی تعظیم کریں،علمانے کہاکہ ہرعالم کاادب کرناعوام پرجودین کےاحکام سےواقف نہ ہوواجب ہے،اس سےآگے نہ چلی،حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،ناواقف کے لیے عالم کے سامنےبغیرضرورت کے بات کرنامناسب نہیں۔

و لا یتقدم علیہ فی مشیتہ عن علی رضی اللہ عنہ لا ینبغی للجاھل ان یتکلم عند العالم اویشیر بیدہ . (خلاصۃالفتاویٰ: ۴/۷ ۳۲)

خلاصۃ الفتاوی میں ہے کہ علمانے فرمایاہے کہ اسی طرح ہرعالم کاادب ہرعامی پرواجب ہے،جواحکامِ دین سےواقف نہ ہو۔ (کشکول مفتی شفیع صاحب: ۲۱۶)فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۱رذی القعدہ ۱۴۱۷ھ

(۴۳۰)متولی کاامام صاحب کےساتھ بدسلوکی

سوال: ہمارےگاوں کی مسجدکےامام صاحب نےدارالعلوم کےایک طالب علم کومغرب کی نمازپڑھانے کے لیےبھیجا،مذکورہ طالب علم جب نمازپڑھانے کے لیےمصلے پرکھڑاہوا،تومتولی نے غصہ ہوکرجھڑک کرمصلے پرسے ہٹادیا،تومتولی کاایسی بےعزتی کرناکیساہے؟ان کوایسااختیارہے؟ اس کاحکم شرعی کیاہے؟

جواب: مذکورہ متولی کی یہ حرکت افسوس ناک اورخلافِ شرع ہے،اگرکوئی شکایت ہو،تواصل امام صاحب کوعلم کاادب احترام رکھتے ہوے،تنہائی میں کہنا چاہیے،نمازپڑھانے سےحق متولی کو

روکنے کا نہیں ہوتا، جب کہ نماز پڑھنے والا متبع شریعت ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو رُسوا نہ کرے۔

المسلم اخو المسلم لا يظلم ولا يخذل . (الصحيح البخارى : ۱/۳۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے، طواف کرتے ہوئے فرمایا: اے خانۂ کعبہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بہت محترم بنایا ہے، مگر دنیا میں ایک چیز ہے، جو تجھ سے بھی زیادہ محترم ہے، اور وہ ہے انسان کی جان، مال اور عزت۔

حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حج ادا کرنے میں غلطی ہوتی اس کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے خطاً ہونے کی بناء گناہ نہیں، البتہ جو شخص مسلمان کی ناحق بے حرمتی کریں، اس کے لیے گناہ اور ہلاکت ہے۔

عن اسامة بن شريک قال خرجت مع النبی صلی الله عليه وسلم حآجا فكان الناس يأتونه فمن قال يا رسول الله سعيت قبل ان اطوف او قدمت شيئا او اخرت شيئافكان يقول لا حرج لاحرج إلا على رجل افترض عرض رجل مسلم وهو ظالم فذلک الذی حرج و هلک . (السنن لابی داؤد : ۲۷۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کو ناحق اذیت پہونچانا کعبۃ اللہ شریف اور فرشتوں کا کعبہ جو ساتویں آسمان پر ہے (بیت المعمور) پندرہ مرتبہ توڑنے سے بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعظم ہے۔

عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال اذ به المؤمن اعظم عند الله عن نقص الكعبة و البيت المعمور خمس عشرة مرة. (وصية العرفان : ۹۳)

کسی کے دل کو خوش کرنا، حجِ اکبر کے برابر ثواب رکھتا ہے، ایک دل کو خوش کرنا بزرگوں نے سو ہزار کعبہ سے بھی بہتر کہا ہے۔

دل بدست آر کہ این حج اکبراست ؛؛ صد ہزار کعبہ یک دل بہتر است

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کا فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ نرمی انسان کو محترم بناتی ہے، اور جس میں نرمی نہیں ہوتی اس کو عیب دار بناتی ہے۔

فقال لي يا عائشة رضى الله عنها إرفقى فإن الرفق لم يكن في شئ قط إلا زانه ولا نزع من شئ قط الاشأنهُ . (السنن لابی داؤد : ۶۶۲، باب في الرفق)

والله اعلم بالصواب

۱۵/ جمادی الثانی/ ۱۴۱۵ھ

(۴۳۱) امام صاحب سے پیشگی وعدہ لینا

سوال: امام صاحب کی داڑھی ہے، مگر ایک مشت سے کم ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا، داڑھی کٹاتے تو نہیں مگر ان کی داڑھی بڑھتی نہیں، اس کے باوجود ان سے وعدہ لیا جاوے، کہ جب تک داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہ ہو، وہاں تک کٹائیں گے نہیں، اور ان پر الزام ہے کہ جھوٹ بولتے ہیں، انگریزی پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں، اور غیبت کرتے ہیں، مگر ان باتوں کا کوئی ثبوت نہیں، پھر بھی احتیاطا ان سے توبہ کرائی جائے اور ان کاموں کے نہ کرنے پر وعدہ لیا جائے، تو کیا ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؟

جواب: امام صاحب کی عزت اور احترام کرنا چاہیے، ان کی بے عزتی اور توہین کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔ (کفایت المفتی: ۹۲/۳)

سوال میں مذکور امام صاحب کے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں، جھوٹ بولنا، انگریزی پروگراموں میں حصہ لینا، غیبت کرنا، تو ان باتوں کا کوئی ثبوت نہیں صرف الزام ہے، جیسا کہ سوال

میں لکھا گیا ہے، تو ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے، نماز ادا ہو جائے گی اور جب کہ امام صاحب داڑھی نہیں کٹاتے، جھوٹ نہیں بولتے اور مذکورہ الزام کا کوئی ثبوت بھی نہیں، تو ایسے کاموں کے نہ کرنے پر وعدہ لینا اور توبہ کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۴/۴/۳۰ء

(۴۳۲) صحیح عقیدے والے امام کو الگ کرنے پر غلط عقیدے والے بعض مقتدیوں کا مجبور کرنا

سوال: ہماری مسجد میں تقریباً ۲۵؍ سال سے ایک صحیح عقیدے والے امام صاحب امامت کرتے ہیں، مذکورہ مسجد بہت قدیم تھی، گرنے لگی تھی، تو ہم نے صحیح عقائد رکھنے والوں سے چندہ کیا اور از سرِ نو تعمیر کی مسجد مع وضو خانہ کے مکمل ہو گئی، نمازیوں کی تعداد بھی بڑھ گئی تقریباً سو نمازی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، اب بعض حضرات جو عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں، مذکورہ امام صاحب کو الگ کرنے پر مجبور کرتے ہیں، اور اپنے عقیدے والے امام کو مقرر کرنا چاہتے ہیں، ایسا کرنے سے مصلیوں کے کم ہو جانے کا خطرہ ہے، محلّہ والے بھی امام صاحب کو بدلنا نہیں چاہتے، اور امام صاحب سے مصلی حضرات مطمئن ہیں، اب شرعی اعتبار سے ہم کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: امامت کے لائق وہ شخص ہے جو مسائل صلاۃ سے واقف ہو" قدر ما یجوز به الصلاۃ " تلاوت کر سکتا ہو، ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو، دیندار اور صحیح عقیدہ رکھنے والا ہو۔

الأولى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلوٰة .... هذا إذا علم من القراءة ما تقوم به سنة القراءة .... ولم يطعن في دينه .... ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه .

(الفتاوى الهندية: ۱/۸۳، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے نیک متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی، یعنی اللہ کے پیغمبر کے پیچھے پڑھنے کی فضیلت حاصل ہوگی۔

لحديث " من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي ".

(رد المحتار: ۱/۵۶۲، قبيل مطلب في إمامة الأمرد، مكتبه سعيد)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول کرے تو تم میں جو بہتر ہو، وہ نماز پڑھائے، اس لیے کہ امام تمہارے اور اللہ کے درمیان سفیر ہے۔

أخرج الحاكم في مستدركه مرفوعاً " إن سركم أن يقبل الله صلاتكم فليؤمكم خياركم، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم ".

(رد المحتار: ۱/۵۶۲، قبيل مطلب في إمامة الأمرد)

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھاتا ہو، اور مقتدی اسے پسند نہ کرتے ہوں، تو اگر وہ امامت کے لائق ہو اور لوگ ناحق اس کی نماز پڑھانے سے ناراض ہوں، تو وبال مقتدیوں پر ہوگا، اور امام کی امامت میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، یعنی اگر امام نماز پڑھانے کی لیاقت رکھتا ہو، اور ناحق مقتدی اس سے ناراض ہوں تو مقتدی گنہگار رہوں گے۔

وإن هو أحق لا، والكراهة عليهم .

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۵۹، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

سوال میں تحریر کے بہ موجب محلے والے اور مقتدی موجودہ امام کی جو کہ عالم اور متبع شرع ہے، اس امام سے خوش ہیں، کسی کو اعتراض نہیں، تو بعض لوگوں کے کہنے سے امام کو الگ کرنا جائز نہیں ہے، وہ کہنے والے گنہگار رہوں گے۔

مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: کہ جب امام خطا کار نہیں ہے، تو مخالفین کی شکایت پر امام کو معزول کرنا جائز نہیں ہے، ذاتی عداوت اور اختلاف کی وجہ سے امام کو الگ کرنے والے خود ظالم و مجرم ہیں۔ (فتاوی رحیمیہ: ۱/۱۶۹)

سوال میں تحریر کے بہ موجب دوتین مسجدیں غیر آباد ہوگئی ہیں، اور مذکورہ مسجد جس میں ستر (۷۰) سے سو(۱۰۰) آدمی نماز پڑھتے ہیں، اگر دو چار شخصوں کی بات مان لی جائے، تو مذکورہ مسجد بھی غیر آباد ہوجانے کا خطرہ ہے، اس کے متعلق قرآن نے صاف فرمایا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَ سَعٰی فِیْ خَرَابِھَا .

ترجمہ: اس شخص سے زیادہ ظالم کون شخص ہوگا، جو اللہ کی مسجد میں اس کا نام لینے سے روکے، اور مسجد کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ (سورۃ البقرۃ:۱۱۴)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے: مسلمانوں کے لیے اور بھی زیادہ ڈرنے کی چیز ہے جن کی حرکت سے لوگوں نماز اور اللہ کے ذکر میں حرج ہوتا ہے۔ (آداب المساجد: ص ۳۵)

مذکورہ مسجد میں نماز پڑھنے والے مصلی ذمہ دار حضرات سے خوش ہیں، اور امام سے بھی راضی ہیں، اور پرانی مسجد کو شہید کرکے از سرِ نو بنانے میں ذمہ دار حضرات نے محنت کی ہے، تو ان کی اور نمازیوں کی بات شرعاً قبول ہوگی، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن .

جس بات کو ہوشیار تجربہ کار مسلمانوں کی جماعت بہتر سمجھے، تو اللہ کے نزدیک بھی وہ بات بہتر ہوگی۔

لأن العرف إنما صار حجة بالنص وهو قوله صلى الله عليه وسلم: " ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن .

(رد المحتار: ۵/۱۷۶، مطلب أن النص أقوى من العرف) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۳۳) امام دوسرے کو نماز کے لیے آگے کرسکتا ہے

سوال: مغرب کی نماز کے وقت مقتدیوں کی خواہش کے مطابق امام کی اجازت سے ایک حافظ

قرآن جو نیک اور صالح ہے، نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر کھڑے ہوئے تو اس وقت ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ امام صاحب موجود ہیں، تو وہ کیوں نماز پڑھائے، اس کو ہٹادو، تو امام صاحب نے کہا کہ میں نے اجازت دی ہے، اور مقتدیوں نے بھی اپنی رضامندی کا اظہار کیا، پھر بھی وہ شخص زور زور سے بولتا رہا، مصلیوں کو بھی جواب دینا پڑا، جس کی بناء پر بہت شور ہوا، تو مذکورہ صورت میں حافظ صاحب کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز پڑھانے کے لیے جن کو امام مقرر کیا گیا ہے، ان کو اختیار ہے کسی وجہ سے دوسرے کو اپنی جگہ پر نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کرے، اور ایسی صورت میں اس دوسرے شخص کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں جو حافظ صاحب مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے، وہ خود حافظ قرآن، نیک اور صالح ہیں، اور پھر امام صاحب کی اجازت ہے، اور مصلیوں کی خوہش بھی ہے، تو ایسی صورت میں ان کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں، جس بھائی کو اعتراض تھا اسے چاہیے تھا کہ وہ تنہائی میں امام صاحب کو کہے، سب کے سامنے نماز پڑھانے والے حافظ صاحب کی بے حرمتی کرنا اور مصلے پر سے ہٹانا، یہ مناسب نہیں ہے، مسلمان کی بے عزتی کرنے سے حدیث میں منع فرمایا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو ذلیل نہ کرے۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: المسلم اخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره ..... بحسب امرءٍ من الشر ان يحقر اخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه. رواه مسلم. (مشكوٰة المصابيح: ۴۲۲، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

سوال میں لکھا ہے کہ مسجد میں بہت شور ہو، تو مسجد میں شور وشغف اور دنیوی باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے، مسجد میں دنیوی باتیں کرنا نیکی کو اس طرح برباد کردیتا ہے، جیسے کہ آگ لکڑی کو

برباد کردیتی ہے، اور جو شخص مسجد میں دنیوی باتیں کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے عمل ختم کردیتے ہیں۔ (آداب المساجد:ص۱۶)

جب کہ باتیں کرنے کے لیے اتنی زیادہ وعید ہے، تو مسجد میں شور کرنا اور جھگڑا کرنا اس کے لیے کتنی زیادہ وعید ہونی چاہیے، وہ اس سے سمجھا جاسکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

لایَؤُمَّنَّ الرَجُلُ الرَجُلَ فِیْ سُلْطَانِہٖ ...... اِلَّا بِاِذْنِہٖ .

یعنی کوئی شخص کسی کی امامت کی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نماز نہ پڑھائے، اگر وہ اجازت دے تو پڑھا سکتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۱۰۰، باب الامامۃ)

امـام المسجد أحق بالامامة من غيره .... ان شاء تقدم وإن شاء قدم من يريده .(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱۶۳، فصل في بيان الأحق بالإمامة) فقط

والله اعلم بالصواب

(۴۳۴) تنخواہ دار متعین امام دوسروں کے بہ نسبت نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے

سوال: ہمارے یہاں مدرسہ حسینہ عربیہ ہے، جہاں علما اور قرا حضرات کی ایک بڑی جماعت ہے، ہمارے جامع مسجد میں ایک امام ہے، جو پانچ وقت کی نماز پڑھاتے ہیں، جمعہ بھی پڑھاتے ہیں، امام صاحب مسائلِ نماز سے واقف ہے، مگر حافظ، عالم، قاری نہیں ہے، تو مذکورہ حفاظ، علما، قراء حضرات کی جمعہ اس امام کے پیچھے صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے ''**يـؤم الـقـوم اقـرأهـم لـكتـاب الـلـه تـعالى فان كانو في القرأة سواء فـاعلمهم بالسنة...**'' لوگوں میں جو قرآن اچھا پڑھتا ہو وہ امامت کراوے، قرأت میں سب برابر ہو، تو جو سنت کا علم رکھتا ہو، وہ امامت کرائے، حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: امامت کے لائق وہ شخص ہے جو مسنون قرأت کرسکتا ہو اور مسائل نماز سے واقف ہو، اور ظاہری گناہوں سے اجتناب کرتا ہو۔

الاولیٰ بالامامة اعلمهم باحكام الصلاة ... هذا إذا علم من القرأة قدر ما تكون به سنة القرأة ... ولم يطعن في دينه ... ويجتنب الفواحش الظاهرة .

(الفتاوی الھندیہ : ۱/ ۸۳، شامی : ۱/ ۵۲۰)

اور شریعت کا یہ بھی حکم ہے، اگر کسی مسجد میں امام راتب (تنخواہ دار امام) متعین ہوں تو وہی نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے، اگر چہ حاضر لوگوں میں اس سے بھی زیادہ مسائل کا جاننے والا اور ماہر عالم موجود ہو۔

و قيد في السراج الوهاج تقديم الاعلم بغير الامام الراتب و اما الامام الراتب فهو احق من غيره و ان كان غيره افقه منه . (البحر الرائق : ۱/ ۳۴۷)

لہٰذا آپ کے امام صاحب جب کہ مسائل کو جاننے والے تنخواہ دار متعین کئے ہوئے امام ہیں، تو وہی امامت کے زیادہ حقدار ہے، ہاں! اگر کسی وقت نماز پڑھانے کے لیے متعین امام موجود نہ ہو، اور نماز پڑھانے کے لائق عالم، حافظ، قاری موجود ہوں، تو وہ عالم جو نماز کے مسائل سے واقف قدر مایجوز بہ الصلاۃ قرآن صحیح طریقہ سے پڑھ سکتے ہوں، وہ غیر عالم کے بہ نسبت نماز پڑھانے کا حقدار ہیں، ایسے عالم کے موجودگی میں غیر عالم نماز پڑھائے گا، تو سنت طریقہ کے خلاف ہوگا۔

اور مذکور حدیث شریف میں جس قاری کو اعلم پر فوقیت دی گئی ہے، اس کا جواب محدثین عظام اور فقہا کرام نے یہ دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن پاک اس کے مسائل اور اس کے بتائے ہوئے احکام کے ساتھ سیکھتے تھے ، اسی بنا پر حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما فقط سورۂ فاتحہ بارہ سال میں یاد کی اور جب تک پوری سورۂ بقرہ اس میں ذکر کردہ تمام احکام کے ساتھ نہ سیکھی وہاں تک دوسری سورۃ نہیں کی، الغرض اس مبارک زمانہ میں جو قاری تھے وہ اعلم بھی تھے، اس لیے کہ قرآن پاک کو احکام کے ساتھ سیکھتے تھے اور آج کے زمانہ میں ایسا نہیں اس لیے فقہا نے یہ حکم لگایا کہ جو مسائل سے واقف ہو وہ نماز پڑھاوے، اگر مسائل کے جاننے میں سب برابر ہوں، تو اچھی طرح قرآن پڑھتا ہو، وہ نماز پڑھاوے۔

و لا كذالک في زماننا لانهم كانوا يتلقونه باحكامه فقدم في الحديث و لا كذلک في زماننا فقدمنا الاعلم . (هداية : ۱/۱۰۱، البحر الرائق : ۱/۳۴۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۳۵) جس کو امام نے امامت کے لیے کہا ہو وہ دوسرے کو نماز پڑھانے کا کہہ سکتا ہے

سوال: ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا ہے، مگر وہ مسجد کا متعین امام نہیں ہے، ایسا شخص دوسرے کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ سکتا ہے؟

جواب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کے متعین امام کی اجازت کے بغیر نماز نہ پڑھانا چاہیے، حدیث شریف میں ہے :" **قال عليه السلام : لايؤم الرجل في سلطانه** "کوئی شخص دوسرے کی امامت کی جگہ میں امامت نہ کرے۔ (السنن لنسائی)

و قال عليه السلام : ولا يحل لرجل يؤمن بالله و اليوم الآخر ان يؤم إلا باذنهم . (السنن لابی وداؤد : ۱۲، باب أيُصل الرجل وهو حاقنٌ)

یعنی خلاصہ یہ کہ جو مسجد کا امام نہیں وہ نماز کیوں پڑھائے، اگر معیَّن امام کی اجازت سے پڑھاتا ہے، تو وہ کسی مناسب موقع سے دوسرے کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ سکتا ہے، اس شرط پر کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۲/۹/۴ء

(۴۳۶) امام اور مؤذن کی تنخواہ کا معیار

سوال: مسجد اور مؤذن کی تنخواہ کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ خصوصًا جب کہ مؤذن حافظِ قرآن ہو، امام عالم، فاضل، مفتی ہو، لوگ مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں، لوگوں کو ان سے دینی فائدہ ہوتا ہو، ایسے عالم کو اس کے علم وفضل کے اعتبار سے تنخواہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ کتنی تنخواہ دینی چاہیے؟ ایسے مؤذن اور امام کی تنخواہ کا معیار کیا ہونا چاہیے؟

جواب: امام کا اصل مقصد دینی، دنیوی، انفرادی اور معاشی کاموں میں راہ دکھلانا اور اصلاح کرنا ہے، امامت اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے، لہٰذا امام علم وفضل اور تقوے میں جتنا زیادہ ہوگا، اتنے صحیح طریقہ سے رہنمائی کر سکے گا۔ (معارفِ مدینہ:۱۱۲/۴)

اسلام کی ابتدائی زمانہ میں دینی خدمت کرنے والے امامت، اذان، تعلیم وغیرہ ایسے لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے خاص بیت المال کی طرف سے انتظام تھا، اب بیت المال نہ ہونے کی بنا پر دینی خدمت کرنے والوں کی ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری عوام کے اوپر آگئی ہے، اس لیے کہ لوگوں سے مال وصول کرکے بیت المال میں جمع ہوکر اس میں سے ان لوگوں پر مال خرچ کیا جاتا تھا، اب بیت المال نہ ہونے کی بناء پر لوگوں کا مال وہاں جمع نہیں ہوتا، تو عوام کو ان کی ضرورت پوری کرنا لازم کر دیا گیا ہے، ورنہ دینی خدمت کرنے والے کوئی نہیں رہیں گے، دینی کام ختم ہو جائیں گے، دینی خدمت کرنے والوں کے لیے بھی بہتر اور مناسب یہ ہے کہ نماز، اذان اور تعلیم دینے کا مقصد دینی خدمت ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا اور عبادت کی نیت سے اپنا فرض ادا کرتا رہے، اجرت اور محنتانہ کی نیت سے تنخواہ نہ لے۔ (معارفِ مدینہ:۶۹/۴)

و في قاضي خان ان في الزمان القديمكانت الوظائف مقررة في بيت المال للعلماء و المؤذنين بخلاف هذا الزمان فيجوز الاجرة .(العرف الشذی: ۱۰۳)

ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى . (بذل : ۳۰۳/۱)

امام، مؤذن، مدرس اور جو بھی دینی خدمات انجام دیتے ہیں، اور ان کی قابلیت اور خدمات کے اعتبار سے تنخواہ دینا ضروری ہے، گنجائش ہونے کے باوجود بینک میں روپیہ جمع رکھنا، اور مسجد، مدرسہ کے خادموں کو قابلیت کے اعتبار سے پوری تنخواہ نہ دینا یہ گناہ ہے اور ظلم ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مال ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، تنخواہ اور خرچ کرنے کے لیے شریعت نے کوئی تعیین نہیں کی ہے، شریعت کا حکم یہ ہے کہ طاقت کے بہ

موجب دیا جائے، عورت کے نفقہ کے متعلق قرآن میں ہے: لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ .
(سورۃالطلاق:۷)

ترجمہ: وسعت والوں پر وسعت کے بہ موجب خرچ کرنا چاہیے۔

شوہر عدت کا کتنا خرچ دیوے، اس کی متعلق فقہا فرماتے ہیں، وقت کے اعتبار سے چیزوں کی نرخ (قیمت) بدلتی رہتی ہے، لہٰذا حالت کا خیال رکھ کر نفقہ مقرر کیا جائے۔

و لا يقدر نفقتها بالدراهم و الدنانير على أَيِّ سِعْرٍ كَانَتْ يقدر بها على حسب اختلاف الأَسْعَارِ غَلاءً وَ رُخْصًا رِعَايَةً للجانبين كذا في البدائع .
(فتاویٰ الهندية : ۱/ ۵۴۷ ، شامی : ۲/ ۸۹۸)

امام، مؤذن ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے علم اور فضل اور دینی مرتبہ کے اعتبار سے سلوک کرنا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم: ''انزلوا الناس منازلهم'' ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو لوگوں کو مرتبہ کے اعتبار سے سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اگر کوئی سائل آتا ہے، ہم کچھ دیدے ہیں، اور اگر کوئی اچھی حالت والا شخص آتا ہے، تو اس کو گھر میں بیٹھا کر کھانا کھلاتے ہیں۔

أَنَّ عائشة رضى الله عنهامر بها سائل فاعطته كسرة ومر بها رجل عليه ثياب وهيأة فاقعدته فاكل فقيل لها في ذلک فقالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انزلوا الناس منازلهم ، وقال في الحاشية ماروت امرنا النبى صلى الله عليه وسلم ان ننزل الناس منازلهم فمن جاء سائلا اعطته كسرة خبز ومن جاء على فرس اكلته معها . (السنن لابی داؤد مع حاشية : ۲۶۵)

امام کی تعظیم کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ وہ اللہ اور مقتدیوں کے درمیان سفیر ہوتا ہے، مقتدیوں کی درخواست اللہ تک پہونچاتا ہے، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے: امام کی عزت کرنی چاہیے، بےعزتی اور توہین کرنا گناہ ہے۔ (کفایت المفتی: ۹۲/۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر تم کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرماوے تو تم میں جو بہتر ہو، وہ نماز پڑھائے، اس لیے کہ امام اللہ اور تمہارے درمیان سفیر ہوتا ہے۔

إن سـر كم أن يقبل الله صلاتكم فليؤمكم خيار كم ، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم . (رد المحتار مع الشامی : ۱/ ۵۶۲ مکتبہ سعید)

متولی کے فرائض میں سے یہ بھی ہے، کہ وقف کی آمدنی بڑھاوے، اور اس کی ضرورتوں میں خرچ کریں، لیکن موجودہ زمانہ میں لوگوں کے خیالات میں بہت فرق ہے۔

مولانا عبدالحی کفلیتویؒ نے لکھا ہے: نیک نامی اور بدنامی کا مدار خوش آمد کرنے اور نہ کرنے پر ہے، جب تک خوش آمد نہ کی جاوے، نیک نامی نہیں مل سکتی ۔ (فتاوی رحیمیہ:۱/ ۱۶۵)

حالاں کہ خوش آمد اور منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ پر مٹی ڈالنے اور کچھ بھی نہ دینے کا حکم ہے، ایک شخص نے ایک سردار کی تعریف کی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر مٹی ڈالی اور فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سامنے تعریف کرنے والے کے لیے یہی کرنے کا حکم دیا ہے۔

عـن ابـی مـعـمـر رضی الله عنه قال قام رجل فاثنیٰ علی امير من الامراء فـجـعـل الـمـقـداد بن الاسود رضی الله عنه يحثوا في وجهه التراب وقال امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نحثوا في وجوه المدّاحين التراب .

(الجامع للترمذی: ۲/ ۶۲،السنن لابی داود : ۲/ ۶۶۲)

واللہ اعلم بالصواب

۲۹ر جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

(۴۳۷) امام کے لیے چار مہینہ، چالیس دن، تین جماعت میں جانے کی شرط لگانا

سوال: کیا کوئی ذمہ دار مسجد کے امام یا مدرسہ کے مدرس کے لیے یہ شرطیں لگا سکتا ہے؟ (۱) پہلی فرصت میں چار مہینے میں جماعت میں جانا پڑھے گا۔ (۲) ہر سال چالیس دن جماعت میں جانا

پڑے گا۔(۳) ہر مہینہ تین دن جماعت میں جانا پڑے گا۔(۴) روزانہ ڈھائی گھنٹہ مسجد میں دینا پڑے گا۔(۵) ہر ہفتہ دوگشت اور روزانہ تعلیم کرنا پڑے گا؟

جواب: تبلیغ کا اصل مقصد دین کی طلب عام کرنا ہے، جس سے ہر مسلمان کے دل میں دین کی اہمیت پیدا ہو، تبلیغ کے لیے ایک طریقہ متعین کر لینا ضروری نہیں ہے، ہر ایک کو اسی کا پابند بنایا جاوے، مدرسہ، خانقہ، واعظ، تقریر وغیرہ جو صورتیں فائدہ منداور دین کی معین ہو، اس کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(فتاوی محمودیہ:۱۲/۲۴۰،۲۴۱)

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا میں وہی دین اور مذہب باقی رہ سکتا ہے جس دین میں اس دین کا علم باقی ہو، اگر علم نہ ہوگا تو دین بھی باقی نہیں رہے گا، آج دنیا میں یہود اور نصاریٰ تو ہے مگر وہ لوگ دین سے خالی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے دینی علم ختم ہو گیا ہے، جائز، ناجائز، حلال، حرام بتلانے والے باقی نہ رہے، جس سے وہ دین سے دور ہو گئے۔ از مفتی رفیع عثمانی دینی مدارس دینی تعلیم وتبلیغ کے امین ہیں۔(البلاغ فروری ۱۹۹۶ء) (رسالہ دینی مدارس)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں دین کے ہر شعبہ کی نگرانی فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود معلّم، مبلغ، مرشد اور مجاہد اعظم تھے، اس کے بعد امت میں یہ کام تقسیم ہو گئے، اور لوگ الگ الگ طریقہ سے دین کی خدمت کرنے لگے، بعض حضرات مدارس اور مکتب میں لگ گئے، بعض حضرات دعوت وتبلیغ میں لگ گئے، اور بعض بزرگانِ دین خانقاہوں میں رہ اصلاح نفس کی کوشش میں لگ لگئے، بعض حضرات زبان اور قلم سے دین کی خدمت کر رہے ہیں، یہ سب تبلیغِ دین کے الگ الگ شعبہ ہیں، اور دعوت دین کے مختلف طریقے ہیں۔ تدریس، تصنیف، وعظ، تقریر ان سے لوگوں کو فائدہ پہونچتا ہے، یہ سب طریقے جاری رہنے چاہیے، اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی بات دوسروں تک پہونچانا ہے، البتہ عام لوگوں کے لیے دعوت وتبلیغ کا طریقہ صحیح ہے، اس سے دین کا بہت فائدہ ہو رہا ہے، مگر امام اور مدرس کے لیے چار مہینے، چالیس دن اور تین دن کی شرط لگانا مناسب نہیں، بچوں کی تعلیم میں حرج آئے گا۔ قرآن حکیم میں ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَاراً . (سورۃالتحریم:۶)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ہم پر ہماری اولاد اور ہمارے گھر والوں کو دین اور نیک بات سکھانا ضروری ہے۔ (احکام القرآن:٣، مأخوذ از الفتاوی البلاغ ستمبر ١٩٩٦ء دعوت وتبلیغ کی اہمیت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور قیامت کے دن تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، مرد اپنے گھر والوں کا نگراں ہے، اور اس سے گھر والوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

ان عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كلكم راعٍ وكلكم مسئولٌ عن رعيته .....والرجل راع في اهله وهو مسئول عن رعيته . (الصحيح البخاری: ١٢٢/١)

لہٰذا خود اپنے بچوں کو تعلیم نہ دے سکتا ہو تو استاذ کی معرفت تعلیم دلانا ضروری ہے، مدرسہ کے طلبہ کی تعلیم کے درمیان استاذ کے جانے سے تعلیم میں بہت نقصان ہوگا، اور ذمہ دار شرط لگا کر جبراً بھیجے گا، تو تعلیمی نقصان کے لیے ذمہ دار بھی جواب دہ ہوگا، بل کہ فقہا فرماتے ہیں: عالم جس کی شرعی رہنمائی کی ضرورت ہو، اس کو جہاد میں نہ جانا چاہیے۔ (شامی: ٣٥/٥، فتاوی محمودیہ قلمی:٢)

البتہ تعطیلات میں ضرور جانا چاہیے مفتی کفایت اللہؒ نے لکھا ہے: یہ تحریک حقیقت میں اسلام کی بنیادی چیز ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا اور ان کے گھروں تک جا کر پہنچانا یہ اصل تبلیغ ہے، پہلی صدی میں ہر شخص اپنی ذمہ داری سمجھ کر یہ کام کر لیتا تھا اور زندگی کی ہر شعبہ میں اس کا خیال رکھتا جس کی بنا پر اس زمانہ میں جماعت بنانا اور کوئی الگ سے ترتیب بنانے کی ضرورت نہیں تھی، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین الگ الگ ہو کر، جمع ہو کر خدمت کرتے تھے، مگر اس وقت یہ خدمت کلمہ پڑھنا اور نماز سکھانے کی صورت میں ہوتی تھی یعنی غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان بنتے، اور نماز سیکھتے تھے، قرآن مجید پڑھتے اور یاد کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اکیلے اور بعض صحابہ کو دوسروں کے ساتھ تبلیغ اسلام اور تعلیم احکام کے لیے بھیجا ہے، آج کل بدقسمتی سے مسلمانوں کو صحیح کلمہ یاد کرنا پڑھتا ہے، اوران کو جمع کر کے مسجد میں لانا پڑتا ہے، غیر مسلم کو تبلیغ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، ایسے نام کے مسلمان کی حالت لائق اسلام ہو تو غیر مسلموں کی طرف کیسے دی جاسکتی ہیں۔

(کفایت المفتی: ۲/۹)

والله اعلم بالصواب

۲۹/ذی قعدہ/۱۴۱۹ھ

(۴۳۸) معین امام دوسروں کے بہ نسبت نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے

سوال: بعض مرتبہ مسجد میں بڑے بڑے علما، حفاظ اور قراء ہوتے ہیں، اس کے باوجود مسجد کا امام نماز پڑھاتا ہے، کہ جو نہ عالم ہوتا ہے، نہ قاری ہوتا ہے، علما بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ بعض مرتبہ مسجد کا امام موجود نہیں ہوتا نماز پڑھانے کے لائق عالم، حافظ، قاری موجود ہو، تو ان کی موجودگی میں دوسرا شخص جو عالم، حافظ، قاری نہ ہو، وہ نماز پڑھا سکتا ہے، بہت سے مقتدی ایسے غیر عالم شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے ہیں، اور تنہا نماز پڑھ لیتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جس مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے امام معین ہو، تو نماز پڑھانے کے لیے معین امام زیادہ حقدار ہے، چاہے حاضرین میں علما، قاری، متقی اور امام سے افضل موجود ہو، امام کو اختیار رہے، خود نماز پڑھاوے، یا دوسرے کو نماز پڑھانے کی اجازت دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر شخص کسی مسجد میں جائے تو وہاں امامت نہ کرائے، بل کہ وہاں کے معین امام نماز پڑھائے۔

قال العلماء معناه إمام المسجد أحق من غيره و ان كان ذلک الغير افقه و اقرأ و افضل منه فان شاء تقدم وإن شاء قدم من يريده. (حاشیۂ ابی داؤد : ۸۸)

اگر کسی وقت متعین امام موجود نہ ہو، اور نماز پڑھانے کے لائق عالم، حافظ، قاری موجود ہو، تو وہ غیر عالم، حافظ، قاری کی بہ نسبت نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے، چاہے وہ غیر عالم نماز کے مسائل سے واقف ہو، قرآن اچھی طرح پڑھ سکتا ہو، ایسے عالم کے موجودگی میں غیر عالم نماز پڑھائے گا، تو سنت کے خلاف ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جو قاری تھے، پھر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، اس لیے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اعلم تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نیک متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضلیت ایک نبی کے پیچھے نماز پڑھنے کے برابر ہے۔

قال عليه السلام من صلى خلف عالم تقى فكأنما صلى خلف نبى .

(رد المحتار: ۱/۵۶۲، قبیل مطلب في إمامة الأمرد)

ہر بالغ مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، چاہے وہ نیک ہو یا فاجر تنہا نماز پڑھنے کے بہ نسبت ان کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے، تا کہ نماز جماعت سے پڑھنے کا ثواب حاصل ہو سکے۔

و يجوز الصلوة خلف كل مسلم مكلف براً كان او فاجراً .

(البحر الرائق : ۱/۳۴۴)

قال عليه السلام : من زار قوماً فلا يؤمهم رجل منهم .

(السنن لأبى داؤد : ۱/۸۸)

قال العلماء معناه إمام المسجد أحق من غيره و ان كان ذالک الغير افقه و اقرأ و اورع و افضل منه فان شاء تقدم او قدم من يريده .

(حاشيۂ ابى داؤد:۸۸)

تقديم الاعلم بغير الامام الراتب و اما الامام الراتب فهو احق من غيره و ان كان غيره افقه منه . (البحرالرائق : ۱/۳۴۷)

لو تعارض فضل القرأة فضل الفقه قدم الافقه إذا كان يحسن من القرأة ما تصح به الصلوة و عليه اكثر العلماء قال مالكؒ و أبو حنيفةؒ و الشافعيؒ و جماعةؒ يقدم الافقه و استدلوا بحديث امامة ابى بكر رضى الله عنه لان أُبَيًّا كان اقرأ و ابو بكر كان اعلم وافقه. (حاشیۂ ابی داؤد : ۸۶/۱)

قال عليه السلام : من صلى خلف عالم تقى فكأنما صلى خلف نبى.

(رد المحتار: ۵۶۲/۱، قبيل مطلب في إمامة الأمرد)

واللہ اعلم بالصواب

۲۴ر صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

(۴۳۹) مُعیّن امام نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے

سوال: ہمارے وہاں علما، حفاظ کی تعداد زیادہ ہے، نماز کے لیے امام متعین ہے، جو عالم، حافظ، قاری نہیں ہے، مگر قرآن صحیح پڑھتا ہے، بعض مرتبہ عالم، فاضل تشریف لاتے ہیں، ان کی حاضری میں بھی مذکورہ امام نماز پڑھاتا ہے، تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ یہ امام نماز پڑھا سکتا ہے؟ امام میں کیا کونسی لیاقت ہونی چاہیے؟

جواب: امامت کے لائق وہ شخص ہے جس کو اتنا قرآن یاد ہو کہ وہ قراءۃ مسنونہ ادا کرسکے، اور نماز کے احکام و مسائل سے واقفیت رکھتا ہو، ظاہری گناہوں سے اجتناب کرتا ہو، جو شخص مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے متعین ہو وہی نماز پڑھانے کا حقدار ہے، چاہے حاضرین میں اس سے زیادہ جاننے والا شخص موجود ہو، ہاں امام کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو خود نماز پڑھائے یا کسی دوسرے کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھائے، مسجد کے امام نے جس کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا ہو، وہ دوسروں کی بہ نسبت افضل نہ ہو، پھر بھی وہ نماز پڑھا سکتا ہے۔

وأما الإمام الراتب فهو أحق من غيره وإن كان غيره أفقه منه .

(البحر الرائق: ۳۴۷/۱)

حدثني أبوعطية مولى منا قال كان مالك بن الحويرث ياتينا إلى مصلانا هذا فأقيمت الصلوٰة فقلنا له تقدم فصله، فقال لنا قدموا رجلاً منكم يصلي بكم وسأحدثكم لِمَ لا أصلى بكم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من زار قوماً فلايؤمهم وليؤمهم رجل منهم .

وفي حاشيته: قوله: فلا يؤمهم الخ: قال العلماء: معناه أن صاحب البيت والمجلس وإمام المسجد أحق من غيره، وإن كان ذلك الغير أفقه وأقرأ وأورع وأفضل منه، فصاحب المكان ونحوه أحق فإن شاء تقدم وإن شاء قدم من يريده، وإن كان الذى يقدمه مفضولاً بالنسبة إلى باقى الحاضرين لأنه سلطانه فيتصرف فيه كيف شاء، قاله النووى في شرح مسلم .

(السنن لأبى داود: ۸۸، كتاب الصلوٰة، باب إمامة الزائر) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۰) امام کا دوسرے کونماز پڑھانے کے لیے حکم دینا

سوال: مسجد کا امام کبھی ضروری کام یا بیماری یا عذر کی حالت میں دوسرے امامت کے لائق شخص کو نماز کے لیے کہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ متولی کا کہنا ہے کہ نماز پڑھانے کے لیے آپ کو متعین کیا گیا ہے، لہٰذا آپ کو ہی نماز پڑھانی چاہیے۔ متولی کے فرائض کیا کیا ہیں؟

جواب: جس کو امامت کے لیے متعین کیا گیا ہو، اس کو پابندی کرنا ضروری ہے، اگر کسی وقت سخت ضرورت کی بنا پر حاضر نہ ہو سکے، تو بہت تفتیش نہ کرنی چاہیے، ضرورت کے وقت کبھی کبھی غیر حاضری درگذر کر دینی چاہیے، مگر امام کو عادت بنالینا اور اپنی ذمہ داری کا خیال نہ رکھنا شرعاً درست نہیں ہے، اس سے تنخواہ حلال نہیں ہوگی۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۵/۱۸۱)

امام کوعذر کی بناء پر کوئی متبع شرع اور نماز پڑھانے کے لائق شخص کو اپنی جگہ نماز کے لیے بھیجے تو درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلۂ بنی عمرو میں ضرورت کے لیے تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ اگر میں نماز کے وقت حاضر نہ ہوسکوں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کونماز پڑھانے کے لیے کہنا۔

عن سهل بن سعد رضى الله تعالى عنه قال: كان قتال بين بنى عمرو بن عوف فبلغ ذلک النبى صلى الله عليه وسلم فأتاهم ليصلح بينهم بعد الظهر فقال لبلال: إن حضرت صلوٰة العصر ولم آتک فمر أبابكر فليصل بالناس، فلما حضرت العصر أذن بلال ثم أقام ثم أمر أبابكر فتقدم .

(السنن لأبى داود: ١/١٣٦، كتاب الصلوٰة، باب التصفيق في الصلوٰة)

عن سهل بن سعد الساعدى رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ذهب إلي بنى عمرو بن عوف ليصلح بينهم فحانت الصلوٰة فجاء المؤذن إلي ابى بكر رضي الله عنه أتصلى للناس فاقيم قال نعم .

(الصحيح للبخارى: ١/٩٤، الصحيح لمسلم: ١/١٧٩)

متولی کوبھی چاہیے کہ امام اور مؤذن کے ساتھ اچھا سلوک رکھے اور اخلاق سے پیش آئے، حدیث شریف میں ہے : **هم اخوانكم جعلهم الله تحت ايديكم (من ان يكون مملوكا او اجيرا) فمن جعل الله اخاه تحت يديه فليطعمه مما ياكل و ليشربه ما يشرب .** (الصحيح للبخارى: ٢/٨٩٤)

لہٰذا دین کے خادموں کوحقیر نہ سمجھتے ہوئے ان کا احترام کرنا ضروری ہے، اسلیے کہ امامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

جماعت کا بیان

فصل اول جماعت کااہتمام کرنے کابیان

(۴۴۱) جماعت کے ساتھ نمازاداکرناواجب ہے

سوال: جماعت سےنمازاداکرناسنت ہےیاواجب؟اگرکوئی شخص جماعت ترک کردیتاہوتواس کاکیاحکم ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میراارادہ ہوتاہےکہ بعض لوگوں کولکڑیاں جمع کرنے کاحکم دوں پھراذان دینے کاحکم دوں،اورایک آدمی کونمازپڑھانے کاحکم دوں،اورمیں جولوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ان کےگھروں کوجلادوں۔

عبداللہ بن مسعودرضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جماعت سےنمازاداکرناہدایت اوراللہ کاقرب اوراللہ کی رضاحاصل کرنے کاذریعہ ہے۔

اس سےثابت ہواکہ جماعت ترک کرنے والے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےسخت وعیدفرمائی ہے،اورجماعت کی پابندی سےاللہ کی رضاحاصل ہوتی ہے،لہٰذاصحیح قول کے مطابق جماعت سےنمازاداکرناواجب ہے۔

إن الجماعة واجبة على الصحيح . (مرقاة المفاتيح: ۲/۷۴)

جوکہ بعض فقہانے جماعت سےنمازاداکرنےکوسنتِ مؤکدہ کہاہے،مگراس سےان کامقصدواجب ہوناہے،درمختارمیں ہے۔

(والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدي : أرادوا بالتاكيد الوجوب ، إلا في جمعة وعيد "درمختار" .قال ابن عابدين الشاميؒ: وفي النهرعن المفيد: الجماعة واجبة، وسنة لوجوبها بالسنة اهـ .

(ردالمحتار: ۱/ ۵۵۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة، قُبيل مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

اور بدائع میں ہے :ألا ترى أن الكرخيؒ سماها سنة، ثم فسرها الواجب.

(بدائع الصنائع: ۱/۱۵۵)

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا شعائرِ اسلام میں سے ہے، لہٰذا واجب ہوگی، بغیر عذر کے اگر کوئی شخص ہمیشہ چھوڑ دے تو وہ فاسق ہوگا۔

أما إذا واظب على الترك فلا يعذر، ويعذر ولا تقبل شهادته.

(مراقی الفلاح: ۱۶۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۲) ایک بیمار شخص کو پیشاب کی تھیلی باندھی گئی ہے، وہ شخص نماز گھر پر پڑھے یا مسجد میں۔۔

سوال: ایک بیمار شخص کو سلسلِ بول کی بیماری ہے، ہمیشہ کے لیے ایک تھیلی باندھی گئی ہے، جو اس کے پاؤں کے ساتھ رہتی ہے اور قطرہ قطرہ پیشاب اس میں جمع ہوتا رہتا ہے، اگر تھیلی نہ باندھی جائے، تو بار بار طہارت خانہ میں جانا پڑتا ہے، بہت سی مرتبہ کپڑے اور بدن اور جگہ سب ناپاک ہوجاتی ہے، جس کی بنا پر ڈاکٹروں نے تھیلی کا کہا ہے، تھیلی بھر جاتی ہے بدل دی جاتی ہے، اس کی حالت معذور کی حالت ہے، تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے یا تنہا گھر میں پڑھے؟ جمعہ کا کیا حکم ہے؟ مذکور شخص بیماری سے قبل نماز کا پابند تھا، امید ہے کہ آپ رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: سوال میں جو معذور کی حالت لکھی ہے، پیشاب کی بیماری کی بنا پر پلاسٹک کی تھیلی جسم کے کے ساتھ اس طرح لگی رہتی ہے، پیشاب نہ تو باہر گرتا ہے، نہ تو باہر پیشاب کی بدبو آتی ہے، ایسی حالت میں مذکورہ شخص کو مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھنی چاہیے، گھر پر تنہا پڑھ لینا صحیح نہیں، البتہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کے بجائے آخری صف میں ایک کونہ میں کھڑا رہے، فقہ کی کتابوں میں بعینہ یہ صورت تو نہیں مل سکتی، البتہ کوڑھی اور تیلی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

جس کو کوڑھ کی بیماری ہو اس کے متعلق فقہا نے لکھا ہے : کہ مسجد کے مٹکے اور کٹورے سے پانی پینے سے اس کو روکا جاسکتا ہے۔

امام مالکؒ نے تیلی اور چمار کے متعلق لکھا ہے : اگر ان کے کپڑے صاف نہ ہوں تو یہ لوگ پہلی صف میں کھڑے نہ رہیں، بل کہ آخری صف میں کھڑے رہیں۔

ویمنع المجذوم و الأبرص من السقايات المسبلة للشرب في المساجد وغيرها .

وعن مالکؒ أن الزياتين يتأخرون و لا يقعدون إلي الصف الاول بل يقعدون في آخره . (حاشیہ اشباہ : ۲/۲۳۲)

کوڑھی کو مسجد کی چیز استعمال کرنے سے روکا جائے گا، لیکن مسجد میں آنے سے نہیں روکا جائے گا، اسی طرح تیلی اور چمار کے بارے کہا گیا ہے، پہلی صف میں کھڑے نہ رہیں، تا کہ دوسرے مصلیوں کو تکلیف نہ ہوں۔

والله اعلم بالصواب

۸ / جمادی الثانی / ۱۴۱۹ھ

(۴۴۳) محلّہ میں دو مسجد یں ہوں، تو کون سی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے؟

سوال: میں میرے پڑوس کی مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، میرے محلّہ میں دور ایک دوسری مسجد بھی ہے، تو زیادہ قدم چلنے سے زیادہ ثواب ہوگا، تو مجھے دور کی مسجد میں جانا چاہیے یا میرے پڑوس کی مسجد میں؟ بینوا تجروا۔

جواب: آپ کے محلّہ میں دو مسجد یں ہیں تو دونوں میں سے جو مسجد قدیم ہو اس میں نماز پڑھنا بہتر ہے، البتہ اگر دونوں مسجد یں قدیم ہوں تو ایسی صورت میں جو مسجد آپ کے گھر سے قریب ہو، اس میں نماز پڑھنا افضل ہے، مگر مناسب یہ ہے کہ دونوں مسجدوں میں سے جس مسجد کا امام نیک صالح ہو، اور مسائل سے واقف ہو اس مسجد میں نماز پڑھی جائے۔

مسجدان يُصلى الرجل في أقدمهما و إن كانا سواءً فيها أقرب يُصلى هناک، و ينبغى أن يختار إلي ما كان امامه أصلح وأفقه.

(خلاصة الفتاوى : ١ / ٢٢٨، آداب المساجد : ٢٠)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۴) گھر میں عورت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

سوال: میں اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں باجماعت نماز پڑھوں،تو مجھے کس طرح نماز پڑھنا چاہیے،عورت کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے؟ میں اپنے بیوی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں؟

جواب: اصل تو یہ ہے کہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھی جائے ،بغیر عذر کے مسجد کی جماعت ترک کر کے گھر میں جماعت نہ کرنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتیں ہیں: صلوۃ خمسہ باجماعت اس جگہ ادا کرو جہاں نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے،اورفرمایا: اگر مسجد کو ترک کر کے اپنے گھر میں نماز پڑھو گے ،تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت تاریک ہوں گے،اورتمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرو گے تو کفر کے قریب ہو جاؤ گے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: حافظوا على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادى بهن فإنهن من سنن الهدىٰ، وإن الله عزوجل شرع لنبيه صلى الله عليه وسلم سنن الهدىٰ، ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق بيّن النفاق، ولقد رأيتُنا وإن الرجل ليهادى بين الرجلين حتى يقام في الصف وما منكم من أحد إلا وله مسجد في بيته ولو صليتم في بيوتكم، وتركتم مساجدكم تركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لكفرتم .(السنن لابی داود: ۸۱)

لہٰذا بغیر عذر شرعی مسجد کی جماعت کو ترک کر کے گھر میں جماعت نہیں کرنی چاہیے۔

اگر کسی وقت گھر میں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آئے تو بیوی کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ سکتے ہو، مگر عورت کو اس طرح کھڑی رکھنی چاہیے اس کے پاؤں تمہارے پاؤں سے پیچھے رہے، اور تمہارے لیے عورت کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔

عورت امام ہو اور مرد مقتدی ہو اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو نماز ادا نہیں ہوگی۔

وكل ما شرع فيه الجماعة فالمسجد فيه افضل فثواب المصلين في البيت بالجماعة دون ثواب المصلين في المسجد بالجماعة .

(روح البيان : ۸۷۸، اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ الله)

و لو انكم صليتم (و لو بجماعة)في بيوتكم ...... لتركتم سنت نبيكم و لو تركتم سنت نبيكم لضللتم . (مشكوة المصابيح : ۹۷)

المرأة إذا صلت مع زوجها في البيت ان كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعة وان كان قدماها خلف قدم الزوج.... جازت صلاتهما. (شامی : ۱/۵۷۲، مكتبه سعيد)

امامة الرجل للمرأة جائزة إذا نوى الامام إمامتها ....

(الفتاویٰ الهندية : ۱/۸۵، فتاوى دار العلوم جديد : ۳/۴۴)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۵) بچوں کی نگرانی اور تربیت کے خاطر مسجد کے بجائے عبادت خانہ میں نماز پڑھنا

سوال: ہمارے دارالعلوم میں نماز پڑھنے کے لیے ایک عبادت خانہ ہے، اس میں بالغ اور نابالغ بچے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، ان کی تربیت کے لیے اساتذہ نماز پڑھاتے ہیں، اور جمعہ کا خطبہ اور نماز بھی پڑھاتے ہیں، عبادت خانہ کے بالکل مسجد کے قریب ہے، تو سوال یہ ہے کہ مسجد کے قریب ہونے کے باوجود عبادت خانہ میں اساتذہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ تربیت کے مقصد سے اساتذہ عبادت خانہ میں نماز پڑھیں تو شرعاً اجازت ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: پوری روئے زمین ہمارے لیے نماز کی جگہ بنائی گئی ہے۔ : **عن حذيفة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... جعلت لنا الارض كلها مسجدا** . (مشكوة المصابيح:۵۴)

لہٰذا آپ کے وہاں عبادت خانہ میں اساتذہ کے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب ملے گا، لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، اس لیے کہ جن نمازوں کے لیے جماعت لازم کی گئی ہے، تو مسجد کے علاوہ دوسری جگہ کی بہ نسبت مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

لو صلى جماعة في البيت على هيأة الجماعة في المسجد .... قالوا فضيلة الجماعة و هى المضاعفة بسبع و عشرين درجة، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد . (كبيرى:۳۸۴)

و كل ما شرع فيه الجماعة فالمسجد فيه أفضل فثواب المصلين في البيت بالجماعة دون ثواب المصلين في المسجد بالجماعة .

(تفسير روح البيان:۳۹۸/۳، الجزء العاشر، تحت قوله إنما يعمر مساجد الله الخ)

لہٰذا عبادت خانہ میں ضرورت کے بہ موجب تربیت اور نگرانی کے لیے اساتذہ کو متعین کیا جائے دوسرے اساتذہ مسجد میں نماز ادا کریں، جو اساتذہ نگرانی کے لیے متعین ہوں وہ تربیت کی نیت کریں، اگر صحیح نیت ہوگی تو مسجد میں نماز پڑھنے کا بل کہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر کوئی شخص گھر سے وضو کر کے نماز کے لیے مسجد میں گیا، پوری کوشش کے باوجود مناسب وجہ سے جماعت نہ ملی، تو تمام نمازیوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔

عن ابى هريرة رضي الله عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم: من توضأ فاحسن وضوئه ثم راح فوجد الناس قد صلوا اعطاه الله عز و جل مثل اجر من صلاها و حضرها لاينقص ذالک من اجرهم شيئا .

(السنن لابى داؤد :۸۳، باب في من خرج يريد الصلوة فسبق بها)

ہمارے خیال میں ہر اس استاذ کے لیے دن متعین کر دیئے جائیں، جس سے ہر ایک کو فائدہ حاصل ہو سکے ۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۷/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۹ھ

(۴۴۶) فاسق کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے

سوال: ہمارے محلّہ بعض حضرات بریلوی خیال کے ہیں، ان کے ساتھ بار بار گفتگو ہوتی رہتی ہے، لہٰذا مندرجۂ ذیل باتوں کو دھیان میں رکھ جواب مرحمت فرمائیں: امام کیسا ہونا چاہیے؟ فاسق کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بریلوی علما کا فتوی ہے تبلیغی جماعت والوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے، یہ لوگ اسلام کے لباس میں مذہب اسلام کے غدار ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے، اگر سنّی عقائد (بریلوی) کی مسجد ہو، تو وہاں نماز پڑھی جائے، ورنہ گھر میں تنہا نماز پڑھ لینا چاہیے، لہٰذا آپ بتائیں کے مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے یا گھر میں؟ اور مسجد میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: امام مسائلِ صلاۃ سے واقف ہو، قرآن شریف صحیح پڑھ سکتا ہو، دیندار ہو، ظاہری گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہونا چاہیے۔

الأولیٰ بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة هكذا في المضمرات وهو الظاهر هكذا في البحر الرائق، هذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة هكذا في التبيين، .... ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غيره أورع منه . (الفتاوى الهندية: ۱/ ۸۳، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة)

اگر آپ کی مسجد کے امام میں مندرجۂ بالا صفات ہوں، تو شرعاً اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ امام فاسق ہو، جو کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ

ہوتی ہے، ایسی حالت میں گھر میں تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایسے امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بہتر ہے، فقہ کی مشہور کتاب ''درمختار'' میں ہے: کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوگی۔

و الصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًّا كان أو فاجرا و ان عمل الكبائر. (السنن لابی داؤد : ۱/۳۴۳)

شامی میں لکھا ہے: اکیلے نماز پڑھنے کے بہ نسبت فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (شامی: ۱/۵۲۵)

حدیث شریف میں ہے کہ ''صلو خلف کل فاجر او بر'' ہر فاجر اور نیک کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھو، حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعلیٰ درجہ کے عالم اور متقی ہونے کے باوجود حجاج بن یوسف ظالم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروان بن حکم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، کہ جس نے دین میں نئی نئی باتیں نکالی تھی۔ (لامع الدراری: ۱/۲۶۹)

حدیث شریف میں ہے: جو شخص مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کے لیے جاتا ہے، تو ہر قدم پر گناہ معاف ہوتا ہے، نیکی لکھی جاتی ہے، درجات بلند ہوتے ہیں، اگر آدمی گھر میں اکیلا نماز پڑھے گا تو شیطان کو بہکانے کا زیادہ موقعہ ملے گا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں نیک لوگ اور فرشتوں کی حاضری اور ان کی برکت سے شیطان کا اثر اور اس کی طاقت کم ہو جاتی ہے، لہٰذا تنہا گھر میں نماز پڑھنے سے مذکورہ فائدوں سے انسان محروم رہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب کسی شخص کو مسجد میں نماز کے لیے آتے جاتے دیکھو تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اللہ کی مسجد کو وہی شخص آباد کرتے ہیں، جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

عن أبي سعيد الخدری رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الرجل يتعاهد المسجد فاشهدوا له بالايمان فان الله يقول انما يعمر مساجد الله من امن بالله واليوم الآخر. (مشكوة المصابيح: ٦٩، معارف: ٤٢/٢)

یوں کہنا کہ تبلیغی جماعت والوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے، اگر اس کی وجہ تبلیغ ہو، کہ یہ لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں دوسروں تک پہنچاتے ہیں تو یہ صحیح نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں نبی بنا کر بھیجنے کا مقصد توحید اور اللہ کی باتیں لوگوں تک پہنچانا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّی وَ لَا اُشْرِکُ بِهِ اَحَداً.....اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ.

(سورةالجن: ٢٠/ ٢٣)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔۔۔۔۔لیکن خدا کی طرف سے پہو چانا اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنا یہ میرا کام ہے۔

يَـا اَيُّهَـا الـرَّسُـوْلُ بَـلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. (سورة المائده:٦٧)

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ کے رب کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دینی باتیں اپنے علم کے مطابق لوگوں تک پہنچانا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "بلغوا عنی ولو آیه" (الحدیث) میری بات دوسروں تک پہنچاؤں چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو، اس سے ثابت ہوا کہ لوگوں تک دینی باتیں پہنچانا انبیاء علیہم السلام کا کام لوگوں کو کرنا ہے یہی تبلیغی کام کی بنا پر امتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے پہلی تمام امتوں سے بہتر امت بتایا ہے۔

قرآن کریم میں ہیں:

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ . (سورۂ آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

لہٰذا جو لوگ انبیا کا کام کرتے ہوں اللہ اور رسول کی بات دوسروں تک پہنچاتے ہوں، صرف یہی وجہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی علت نہیں ہوسکتی ایسے لوگ کبھی بھی مذہب اسلام کے غدار نہیں ہوسکتے، قرآن کی تعلیم کے مطابق غدار کہنے والے خود گنہ گار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہیں:

وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ .

(سورة الحجرات: ۱۱)

ترجمہ: تم ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام ہی برا۔

مطلب یہ ہے کہ دوسرے کا غلط نام رکھنے سے چاہے اس کو عیب لگے یا نہ لگے مگر اول تو وہ خود گنہ گار ہو کر فاسق اور کافر بنا، مؤمن کا اعلیٰ لقب حاصل کرنے کے بعد دوسرے کے لیے کیا ایسے نام اچھے ہیں؟ (تفسیر روح البیان: ۳/ ۳۸۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مسلمان کو گالی دینا برا، بھلا کہنا فسق کا کام ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر. متفق عليه.

(مشكوة المصابيح: ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۷) مسجد چھوڑ کر درگاہ میں نماز پڑھنے کے لیے جانا

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک درگاہ ہے، جس میں نو مزاریں ہیں، وہاں کوئی مسجد نہیں ہے، کچھ مسلمان اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز چھوڑ کر درگاہ کی زمین پر پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، تو مسجد چھوڑ کر درگاہ کی زمین میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: قرآن کریم میں ہے :

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ. (سورۃالتوبۃ :۱۸)

ترجمہ: مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

لہٰذا شریعت کا اصول یہ ہے جو نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، وہ نماز مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔

و كل ما شرع فيه الجماعة فالمسجد فيه افضل .

(روح البیان : ۸۷۸، اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ الله)

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے قریب رہنے والے کی نماز صرف مسجد میں ہی جائز ہے۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کو یہ بات پسند ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کامل مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے، تو اس کو چاہیے کہ پانچ وقت کی نماز پابندی کے ساتھ اس جگہ ادا کرے، جہاں ان نمازوں کے لیے اذان دی جاتی ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدایت کا راستہ بتایا ہے، اور پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنن ہدیٰ میں سے ہے، اگر تم نے یہ نمازیں اپنے گھر میں ادا کر لی تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تاریک ہوں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنے سے تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال من سره ان يلقى الله غدا مسلما فاليحافظ علىٰ هذه الصلوات الخمس حيث ينادى بهن فان الله شرع لنبيكم سنن الهدى وانهن من سنن الهدى ولو انكم صليتم في بيوتكم كما يصلى هذا المخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم .

(مشكوٰة المصابيح: ۹۷)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا.

(سورۃالبقرۃ: ۱۱۴)

ترجمہ: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکے اور مسجدوں کو وِیران کرنے کی کوشش کرے۔

اور مسجدوں کی ویرانی یہ بھی ہے کہ مسلمان نماز کے لیے نہ آوے یا مصلی کم ہوجائے، ذکر، عبادت کرنا چھوڑ دے، اس لیے کہ مسجدوں کا مقصد ذکر، عبادت کرنا ہے، جس طرح مسجد کی آبادی تعمیر اور مرمت میں ہے، اسی طرح مسجد میں جماعت کے لیے حاضر ہو، اور بار بار مسجد میں آنے سے مسجد کی آبادی ہوتی ہے۔

فإن عمارة المسجد كماتكون ببنائه واصلاحه تكون ايضا بحضوره و لزومه ....فجعل حضور المساجد عمارة لها . (تفسير روح البيان : ۱/۲۰۹)

لہٰذا مسجد چھوڑ کر مکان، دوکان اور درگاہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا، مگر مسجد میں نماز پڑھنے کی جو فضیلت اور ثواب ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: مساجد آخرت کے بازار ہیں، جو شخص مسجد میں داخل ہوا، وہ اللہ کا مہمان ہوتا ہے، اور اللہ کی طرف سے مہمانی مغفرت اور بخشش ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتا ہے، اس کے ہر قدم پر فرشتے دس نیکیاں لکھتے ہیں، جب تک مسجد میں رہتا ہے، فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ (کبیری: ۳۸۴، آداب المساجد، مشکوۃ المصابیح: ۶۸)

فقہا کا فیصلہ تو یہ ہے: کہ محلّہ میں دو مسجدیں ہو، تو پرانی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(خلاصۃ الفتاوی: ۱/ ۲۲۸)

لہٰذا مسجد چھوڑ کر درگاہ میں نماز پڑھنے سے محلّہ کی مسجد کی ویرانی اور مسجد کے ثواب سے محرومی کے ساتھ ساتھ مزار والی جگہ پر نماز پڑھنے سے شرک کی بو آتی ہے، یہود اور نصاریٰ اپنے نبی کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں ان پر لعنت فرمائی اور اپنی امت کو اس سے منع فرمایا، لہٰذا قبر کے قریب چاہیے اللہ کے لیے نماز پڑھی جائے، مگر عقیدے کے خراب ہونے اور اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی عبادت کا شبہ ہوتا ہو، تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۶۹، مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۴۵۶)

عن عائشة رضی الله عنها أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال في مرضه الذی لم يقم منه لعن الله اليهود والنصریٰ اتخذوا قبور انبيائهم مساجد متفق علیه. (مشكوة المصابيح : ۶۹)

لہٰذا درگاہ میں نماز با جماعت پڑھنا ترک کر کے مسجد میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

مسجدیں مرسیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے ؛؛ مسجدیں چھوڑ کے جا بیٹھے ہیں مئے خانہ میں

واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۸) مسجد چھوڑ کر دوکان میں جماعت کرنا

سوال: ہم عصر اور مغرب کی نماز دوکان میں با جماعت پڑھتے ہیں، دوکان میں جماعت کرنے سے دوسرے لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں، اور ان کو بھی نماز پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے، مسجد قریب میں ہے، تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد کی جماعت چھوڑ کر دوکان یا گھر میں باجماعت نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوجائے گی اور جماعت کا ثواب (ایک نماز پرستائیس نمازوں کا ثواب) بھی مل جائے گا مگر مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا، مسجد میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا اور ایک نماز پرستائیس نمازوں کا ثواب یہ دونوں فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں، اور گھر یا دوکان میں نماز پڑھنے سے صرف ایک فضیلت باجماعت نماز پڑھنے کی حاصل ہوتی ہے۔ (طحطاوی:۲۲۵، کبیری: ۳۸۴)

باجماعت نماز پڑھنے کی جو حکمتیں ہیں، اسلامی شان کا ظاہر ہونا، مسلمانوں کی کثرت معلوم ہونا، آپس میں کثرت معلوم ہونا، ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوکر بیمار کی عیادت کے لیے جانا۔

گھر میں نماز پڑھنے سے یہ مقصد ختم ہوجائے گا، حدیث شریف میں ہے: مسجد یں آخرت کے بازار ہے جو مسجد میں داخل ہوا وہ اللہ کا مہمان ہے اور اللہ کی جانب سے میزبانی اس کی مغفرت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا تو اعمال نامہ لکھنے والا فرشتہ اس کے ہر قدم پر دس نیکی لکھتا ہے۔ (آداب المساجد)

لہٰذا مسجد چھوڑ کر دوکان میں نماز پڑھ لینے سے مذکورہ ثواب حاصل نہیں ہوگا، آپ لوگوں کا نماز پڑھنے سے دوسرے لوگ بھی جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں، تو اس سے مسجد کی جماعت میں کم ہونے کا سبب بنتا ہے، اس بنا پر بھی دوکان میں جماعت نہ کی جائے، اگر کبھی مجبورا کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۹) کارخانہ کی جگہ میں جماعت سے نماز پڑھنا

سوال: بلساڑ کے قریب ایک کارخانہ میں ایک مسجد ہے، یہ مسجد غیر مسلم کمپنی نے کمپنی میں کام کرنے والوں کے لیے تعمیر کی ہے، کمپنی منیجر نے کہا کہ مسجد پر اشتہار لگاؤ کہ صرف کارخانہ کے مسلم

کام کرنے والوں کے لیے ہے، مگر یہ بورڈ لگایا نہیں ہے، مسجد کی ملکیت کمپنی کی ہے، اس میں کچھ کام کرنا ہو، تو کمپنی کی اجازت لینا پڑتی ہے، مسجد کی زمین اور عمارت کی ملکیت کمپنی کی ہے، عام مسلمانوں کے لیے وقف نہیں کی ہے، پھر بھی عام مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے کوئی منع بھی نہیں کرتا ہے، لہٰذا اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے، کارخانہ میں کام کرنے والوں کے علاوہ دوسرے مسلمان نماز پڑھے تو کوئی حرج ہے ؟

جواب: سوال میں لکھا ہے مسجد کی ملکیت کمپنی کی ہے، اور عام مسلمانوں کے لیے وقف نہیں کی ہے، اگر یہ صحیح ہو تو یہ عمارت حقیقۃً مسجد شمار نہ ہوگی، مگر اس میں نماز پڑھنا درست ہے، اور با جماعت نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔

من بنى مسجدا، لم يزل ملكه عنه حتى يفرزه عن ملكه بطريقه ..... أما الأفراز فلأنه لا يخلص لله تعالى إلا به .

(هداية اولين : ۲/۶۲۴، الفتاویٰ الهندية : ۲/۴۴۲ ، فتاوی دار العلوم : ۶/۲۸۵)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۵۰) فاسد شدہ نماز وقت کے بعد جماعت کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہے؟

سوال: امام صاحب کی نماز فاسد ہوگئی، اس کے بعد چار نمازیں پڑھ لی گئی اس کے بعد تحقیق ہوئی کے نماز صحیح نہ ہوئی، تو چار نمازیں پڑھ لینے کے بعد فاسد شدہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں فاسد شدہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا درست ہے، بل کہ جماعت کے ساتھ کرنا مسنون ہے، اور جہری نماز ہو تو جہراً قرأت کی جائے۔

صاحب ترتیب ہو اور امام کی نماز فاسد ہوگئی اس کا علم نہ ہو، تو ترتیب معاف ہوگی، اور اس سے پہلے کی پڑھی ہوئی نماز صحیح ہوگی، اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

عمدۃ الفقہ میں ہے: اگر نماز کا قضاء ہونا، کسی امر کی وجہ سے ہو، جس میں عام لوگ مبتلا ہوگئے ہوں، تو ایسی صورت میں اعلان یعنی اذان وغیرہ کے ساتھ مسجد میں با جماعت پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں۔ (عمدۃ الفقہ :۲/۳۴۵)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے: سوال: قضا نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ جواب: مسنون ہے۔

امداد الفتاویٰ میں صاحب ترتیب کو فساد نماز کی خبر نہ ہونے پر ترتیب کا معاف ہونا ذکر کیا ہے، لکھا ہے: سوال: کسی صاحب ترتیب نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی پھر مغرب کے وقت معلوم ہوا کہ امام کی نماز صحیح نہ ہوئی تو یہ ظہر اور عصر کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ جواب: شامی میں لکھا ہے: **في البحر عن المحيط لو صلى العصر ثم تبين له.** (شامی :۲/۶۸، مکتبہ سعید)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ باقی سب نمازیں صحیح ہوگئی، صرف صبح کی نماز قضا کرنی پڑے گی۔ (امداد الفتاوی:۱/۵۱۰)

امداد الاحکام :۱/۵۷۶ پر ہے: سوال: اگر چند شخصوں کی کوئی نماز قضا ہو جائے تو جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب: قضا میں بھی جماعت ہو سکتی ہے اور یہ قضا نماز جہریہ کی ہے تو جہر کرنا ضروری ہے، اور سریہ کی ہے تو قرأت سرا پڑھنا لازم ہے، مثلاً عشاء کی نماز اگر دن کو پڑھے تب بھی امام کو جہر کرنا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۵۱) گرمی کی بنا پر جماعت خانہ چھوڑ کر صحنِ مسجد میں نماز پڑھنا۔

سوال: جماعت خانہ سے باہر صحن مسجد میں گرمی کے دنوں میں باجماعت پڑھی جاوے تو کوئی حرج تو نہیں؟ کیا مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا؟

جواب: لفظ صحن دو چیزوں پر بولا جاتا ہے ایک تو مسجد کے اس حصہ کو صحن کہا جاتا ہے، جو مسجد کی

طرح باجماعت نماز پڑھنے کے لیے متعین ہو مگر اس پر چھت نہیں ہوتی، بغیر چھت کے کھلا رکھا جاتا ہے، اس کا حکم مسجد کی طرح ہے، ایسے صحن میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا، دوسرا صحن اس کو بھی کہا جاتا ہے، جو جماعت خانہ کے ساتھ کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے، مگر باجماعت نماز پڑھنے کے لیے نہیں ہوتا، لوگوں کو نفل پڑھنے، قرآن کی تلاوت کرنے وغیرہ کے لیے رکھا جاتا ہے، ایسی صورت میں یہ صحن جماعت خانہ میں داخل شمار نہیں ہوتا اور اس پر مسجد کا حکم نہیں ہوگا۔ (کفایت المفتی: ۳/ ۱۳۹)

لہٰذا تمہاری مسجد کا صحن اگر جماعت خانہ میں داخل نہ ہو، تو صحن میں باجماعت نماز پڑھنے سے باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا، مگر مسجد میں جو نماز پڑھنے کی فضیلت اور ثواب ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ (کبیری: ۳۸۴)

سخت گرمی کا ہونا خارج مسجد صحن میں نماز پڑھنے کی ضرورت شمار نہ ہوگی، جماعت خانہ میں نماز پڑھنے کی بنا پر گرمی کی تکلیف زیادہ ہوگی تو ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

و أما شدة الحر لا توجب الضرورة و انما يحصل به زيادة المشقة و بها يزداد الاجر . (نصاب الاحتساب)

والله اعلم بالصواب

(۴۵۲) مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا

سوال: رمضان میں گرمی کی بنا پر اور خصوصاً بجلی نہ ہو، جس کی بنا پر ہوا کا انتظام ہو سکتا ہو، تو عشا اور تراویح مسجد کی چھت پڑھی جائے تو کوئی حرج ہے؟

جواب: جو جگہ ایک مرتبہ مسجد کے حکم میں آ جائے وہ جگہ ساتوں زمین اور اوپر ساتوں آسمان تک مسجد کے حکم میں شمار ہوتی ہے تو مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے، تو چھت پر نماز پڑھنا خصوصاً گرمی کی بنا پر بغیر کراہت کے جائز ہے۔ (شامی، کفایت المفتی: ۳/ ۱۱۶) فقط

والله اعلم بالصواب

فصلِ دوم

جماعتِ ثانیہ کے بیان میں

(۴۵۳) امام صاحب کے ساتھ اختلاف کی بناء پر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ہوئے الگ جماعت کرنا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے وہاں ایک مسجد میں امام اور بعض مقتدیوں کے درمیان جھگڑا ہوا، یہاں تک کہ ان مقتدیوں کے درمیان دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ جس میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہے وہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اور دوسرا گروہ بالکل مسجد سے متصل مدرسہ میں دوسری جماعت کرتے ہیں، ایک ہی وقت میں ایک ہی اذان سے دونوں جماعتیں مسجد اور مدرسہ میں ہوتی ہیں، تو مدرسہ میں پڑھی ہوئی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ نیز کیا جماعت کا ثواب ملے گا؟

جواب: امامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے، لہٰذا امام کو اپنے مرتبے اور منصب کا خیال رکھنا چاہیے، اور مقتدیوں کو بھی اپنے امام کی (نائبِ رسول ہونے کی بنا پر) تعظیم کرنی چاہیے، اگر امام اور مقتدیوں میں اختلاف کا سبب نفسانیت ہو، (کسی دنیوی غرض کی بنا پر) تو لوگوں کا اختلاف کرنا اور الگ سے جماعت قائم کرنا جائز نہیں ہے، وہ لوگ گنہگار رہوں گے، جیسا کہ سوال میں لکھا ہے کہ لوگوں کے اکثریت امام کے پیچھے نماز پڑھتی ہے، البتہ دنیوی سبب سے اختلاف نہ ہو، بل کہ امام بدعتی ہو، یا اور کوئی شرعی وجہ ہو، تو ایسے امام کی امامت مکروہ ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تین قسم کے لوگوں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا، ان میں سے ایک وہ ہے، جو لوگوں کی امامت کرائے، اور مقتدی اس سے ناراض ہوں۔

اگر مقتدی ناحق طریقے سے امام کے ساتھ جھگڑتے ہوں تو وبال مقتدیوں پر ہوگا، اور دوسری جماعت کر کے فتن پیدا کرنے والے شمار ہوں گے، اور مسجد کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: ثلا ثة لا يقبل الله منهم صلاة، من تقدم قوماً و هم له كارهون . (السنن لابی داود : ۸۸)

رجل أم قوماً و هم له كارهون، إن كانت الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة يكره له ذلک وإن كان هو أحق بالإمامة لا يكره .

(الفتاویٰ الهندية : ۱/۸۶،۸۷، در مختار مع الشامی: ۱/۵۲۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۶/ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

(۴۵۴) جماعتِ ثانیہ

سوال: مسجد میں جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت کرنا جائز ہے یانہیں؟

جواب: جس مسجد میں ہمیشہ پابندی کے ساتھ پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، وہاں پر ایک مرتبہ محلّہ کے لوگوں نے باجماعت نماز پڑھ لی تو اس کے بعد مسجد کے کسی بھی حصے میں خواہ صحن مسجد ہی میں کیوں نہ ہو جماعتِ ثانیہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، جماعت کے بعد آنے والے لوگوں کو تنہا تنہا نماز پڑھنی چاہیے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، صحابۂ کرام نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جاکر لوگوں کو جمع کرکے گھر میں باجماعت نماز ادا کی، اگر مسجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں باجماعت ادا کرتے۔

قوله: (وتكرار الجماعة) لما روى عبد الرحمن بن أبي بكر عن أبيه " أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من بيته ليصلح بين الأنصار فرجع وقد صلى في المسجد بجماعة، فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم في منزل بعض أهله فجمع أهله فصلى بهم جماعة " ولو لم يكره تكرار الجماعة في المسجد لصلىٰ فيه .

(رد المحتار على الدر المختار: ۱/۳۹۵، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: کہ صحابۂ کرام کی جب جماعت چھوٹ جاتی تو مسجد میں تنہا تنہا نماز ادا کرتے تھے، نیز جماعتِ ثانیہ کا مکروہ ہونا، اس وجہ سے بھی ہے کہ اگر دوسری جماعت کی جائے تو پہلی جماعت میں لوگ کم ہو جائیں گے، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مقصد ختم ہو جائے گا، جب لوگوں کو جماعت کے چھوٹ جانے کا خوف رہے گا، تو پہلی جماعت میں شریک ہونے میں جلدی کریں گے۔

جب جماعت چھوٹ جائے تو ظاہری روایت یہ ہے کہ تنہا تنہا نماز پڑھ لی جائے۔

قوله: (يكره) أي تحريماً، ..... قوله: (بأذان وإقامة) ...... يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلّى بهما فيه اولاً غير أهله .

(شامی: ا / ۵۵۲، ۵۵۳، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

وروى عن انس رضى الله عنه " أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعةُ في المسجد صلوا في المسجد فرادىٰ "، ولأن التكرار يؤدى إلي تقليل الجماعة، لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة يتعجلون فتكثر، وإلا تأخروا . " بدائع " وحينئذ فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى أهله فيه فإنهم يصلون وحداناً، وهو ظاهر الرواية .

(شامی : ا /۳۹۵، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جس مسجد میں با قاعدہ پابندیٔ وقت کے ساتھ جماعت ہوتی ہو اس میں جماعتِ ثانیہ کرنا مکروہ ہے، اگر جماعتِ اولیٰ کے بعد کچھ لوگ آ جائیں تو وہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیا کریں۔ (کفایت المفتی: ۹۴/۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۵۵) جماعت ثانیہ

سوال: جماعت ثانیہ مسجد کسی بھی حصہ میں کرنا مکروہ تحریمی ہے؟ تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں ،بعض جگہ پر مسجد کے الگ الگ حصہ میں جماعت ثانیہ کرتے ہیں تو کیا مسجد میں جماعت ثانیہ ہوسکتی ہے؟

جواب: شریعت میں جماعت کے مقاصد اور فائدے ہیں: (۱) اسلام کی شان ظاہر ہونا، مصلی جتنے زیادہ ہوں گے اتنی زیادہ اسلام کی شان لوگوں کو معلوم ہوگی ۔ (۲) جماعت میں کسی نیک بندے کے طفیل سب کی نماز قبول ہونا۔ (۳) ایک دوسرے کو دیکھ کر نماز سیکھنا۔ (۴) ایک دوسرے کی ملاقات ہونا وغیرہ۔

جماعت ثانیہ کرنے سے پہلی جماعت کی دلوں میں اہمیت نہیں رہے گی، کوئی بھی دو چار شخص جماعت کرنے لگیں گے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت بعض لوگوں میں صلح کرنے کے لیے جانے سے چھوٹ گئی، تو گھر میں پڑھی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پچاس ہزار نماز کا ثواب ہونے کے باوجود ادا نہ فرمائی۔

قوله: (وتكرار الجماعة) لما روى عبد الرحمن بن أبي بكر عن أبيه " أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من بيته ليصلح بين الأنصار فرجع وقد صلى في المسجد بجماعة، فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم في منزل بعض أهله فجمع أهله فصلى بهم جماعة " ولو لم يكره تكرار الجماعة في المسجد لصلىٰ فيه .

(رد المحتار على الدر المختار: ۱/۳۹۵، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه)

لہٰذا محلّہ والوں نے ایک مرتبہ باجماعت نماز پڑھ لی تو مسجد کی کسی بھی حصہ میں جماعت ثانیہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اسٹیشن کی مسجد ہو کہ جہاں امام اور مقتدی متعین نہیں ہوتے وہاں درست ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۵۶) جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے

سوال: محلّہ کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہو جانے کے بعد جن لوگوں کی جماعت چھوٹ گئی ہو تو وہ جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں؟ خصوصاً تبلیغی جماعت میں جانے والے حضرات جب اپنے گھر پہنچتے ہیں اور جماعت ہو گئی ہو تو جماعت خانہ سے باہر جماعت ثانیہ کرتے ہیں تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: محلّہ کی مسجد کے جہاں امام اور مصلی متعین ہوں، انہوں نے اذان اور اقامت کہہ کر باجماعت نماز ادا کر لی ہو، تو ایسے محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے، جماعت خانہ میں یا جماعت خانہ کے باہر کسی بھی جگہ پر دوسری جگہ پڑھی جائے تو مکروہ تحریمی ہوگی۔

والمراد بمسجد المحلة ماله امام و جماعة معلومون .

(رد المحتار مع الشامی : ۱/۵۵۳، مکتبہ سعید)

امام ابو یوسفؒ کا قول ہے: محراب سے الگ دوسری کسی جگہ جماعت ثانیہ کی جائے تو مکروہ نہیں ہے، مگر امام ابو حنیفہؒ سے ظاہری روایت یہی ہے کہ مسجد میں ایک مرتبہ جماعت ہو گئی بعد میں کچھ لوگ آویں، ان کو تنہا تنہا نماز پڑھنی چاہیے، فقہ کے قاعدے کے بہ موجب حنفی ائمہ میں اختلاف ہو تو سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔

و الاصح انه يفتى بقول الامام على الاطلاق ثم بقول الثانيؒ .(رسم المفتی)

شامی میں ہے : فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى أهله فيه فإنهم يصلون وحدانا و هو ظاهر الرواية .(رد المحتار مع الشامی: ۱/۳۹۵، مکتبہ سعید)

مسجد میں جماعت ہونے کے بعد کچھ لوگ مسجد میں آئیں، تو ان کو تنہا تنہا نماز پڑھنی چاہیے اور یہ ظاہری روایت ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار میں صلح کرانے تشریف لے گئے، وہاں سے تشریف لائے تو مسجد نبوی میں نماز ہوچکی تھی تو گھر کے لوگوں کو جمع کیا اور با جماعت نماز ادا کی، اگر مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہ ہوتی، تو مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے۔

قوله: (وتكرار الجماعة) لما روى عبد الرحمن بن أبى بكر عن أبيه " أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من بيته ليصلح بين الأنصار فرجع وقد صلى في المسجد بجماعة، فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم في منزل بعض أهله فجمع أهله فصلى بهم جماعة " ولو لم يكره تكرار الجماعة في المسجد لصلىٰ فيه .

(رد المحتار على الدر المختار: ۱/۳۹۵، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں: اگر جماعت ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کا عظیم شان ثواب چھوڑ کر گھر میں جماعت کرنے کو ترجیح نہ دیتے، خصوصاً جب کہ آپ کے افعال امت کے لیے نمونہ ہوتے ہیں، مسجد چھوڑ کر گھر میں جماعت کرنا ایک ایسی دلیل ہے، کہ مسجد میں جماعت ثانیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ نہیں تھی۔

(معارف مدنیہ:۴/۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کسی سخت مجبوری کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت چھوٹ جاتی تو تنہا نماز پڑھتے تھے۔

عن انس ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادى . (شامي: ۱/۳۹۵، مكتب سعيد)

اسی وجہ سے ''کافی'' کتاب میں ہے: جماعت ثانیہ کرنا جائز نہیں اور جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے جماعت ثانیہ بدعت ہے۔ (فتاوی سعیدیہ)

لہٰذا جماعت ثانیہ مسجد یا مسجد کے کسی حصہ میں مکروہ تحریمی ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۷/ذی الحجہ/۱۴۲۴ھ

(۴۵۷) امام کا بزرگانِ دین کی غیبت کرنے پر دوسری جماعت کی جاسکتی ہے؟

سوال: ہمارے وہاں کا امام تکبر کی چال چلتا ہے، تبلیغی حضرات کے ساتھ موافقت کی بات کرتا ہے، اور مخالفین کے ساتھ تبلیغی کی مخالفت کر کے اکابر کی غیبت کرتا ہے، تو ہم دوسری جماعت کر سکتے ہیں؟

جواب: امام کی عزت اور احترام کرنا چاہیے اس کی بے عزتی اور توہین کرنا گناہ ہے۔

(کفایت المفتی: ۳/۹۲)

اگر کوئی معتبر وجہ کے بغیر صرف اپنی نفسانیت کے بنا پر مخالفت کی جائے، تو مخالفت کرنے والے گنہگار رہوں گے۔

سوال میں لکھا ہے امام صاحب اکابرین کی غیبت کرتے ہیں اور تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں، اگر یہ صحیح ہو تو ان کو نرمی سے سمجھانا چاہیے، مگر ایک مسجد میں دو جماعت کرنا برا ہے، دوسری جماعت کرنے والے گنہگار رہوں گے، اس لیے کہ اس سے فتنہ اور اختلاف پیدا ہونے کا خطرہ ہے، جس سے قرآن اور حدیث میں منع کیا گیا ہے، لہٰذا دوسری جماعت نہ کرتے ہوئے مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔

و أما إن كانت كراهتهم لغير سبب يقتضيها فلا تكره امامته لان كراهتهم لغير سبب بل مجرد اتباع الهوى و هو فسق راجع اليهم لا اليه.

(حلبی کبیری: ۳۵۰)

واللہ اعلم بالصواب

۱۵/۷/۱۹۷۵ء

(۴۵۸) تاخیر سے پہنچنے کی بنا پر جماعت چھوٹ جائے تو دوسری جماعت کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں مغرب کی نماز باجماعت ہو چکنے کے بعد پانچ سات مصلی تاخیر سے پہنچے اور مسجد کے صحن میں جماعت ثانیہ کی، تو ایک مرتبہ جماعت ہو چکنے کے بعد جماعت ثانیہ کی جاسکتی ہے؟

جواب: محلّہ کی مسجد جہاں امام، مؤذن اور مقتدی متعین ہوں، وہاں اذان تکبیر کے ساتھ محلّہ والوں نے با جماعت ایک مرتبہ نماز پڑھ لی تو بعد میں آنے والوں کو جماعت ثانیہ کرنا جماعت خانہ میں یا جماعت خانہ سے باہر مکروہ تحریمی ہے، آنے والوں کو تنہا تنہا نماز پڑھنا چاہیے۔

فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى اهله فيه فانهم يصلون وحداناً و هو ظاهر الرواية. (در المحتار مع الشامی : ۱/۳۹۵، مکتبه سعید)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں جماعت ہو چکی تھی، تو گھر تشریف لاکر گھر کے لوگوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ نماز با جماعت ادا فرمائی، اگر جماعت ثانیہ مسجد میں جائز ہوتی، تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نماز کا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب چھوڑ کر گھر میں ادا نہ فرماتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (کسی عذر کی بنا پر) جماعت چھوٹ جاتی تو مسجد میں تنہا تنہا نماز پڑھتے تھے۔

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال .... عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة في مسجدى هذا خير من الف صلوة فيما سواه من المساجد الا المسجد الحرام . (بجامع الترمذی : ۲/۲۳۱)

لوگوں میں جماعت ثانیہ کی عادت ہو جانے سے پہلی جماعت کی اہمیت اور مقصد باقی نہ رہے گا، لہٰذا ظاہری روایت کے بہ موجب جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۴۵۹) جماعتِ ثانیہ مکروہ تحریمی ہے

سوال: ایک اشتہار (Pam plat) میں پڑھا ہے: مسجد کے کسی بھی حصہ میں جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے، عرض یہ ہے کہ ہماری جماعت اپنے وطن آچھود سے روانہ ہوی اور ممبئ دو پہر تین بجے پہونچی اب کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اجمع يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة.... و لنا انه عليه السلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلي المسجد و قد صلى اهل المسجد فرجع إلى منزله فجمع اهله و صلى و لو جاز ذلک لما اختار الصلاة في بيته على الجماعة في المسجد . (درمختار مع الشامی: ١/٥٥٢،٥٥٣، مکتبہ سعید)

فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى اهله فيه فإنهم يصلون وحداناً و هو ظاهر الرواية . (شامی : ١/٣٩٥، مطلب في المؤذن اذا كان غير محتسب في أذانه)

و روى عن انس رضى الله تعالىٰ عنه أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادى.
(رد المحتار مع الشامی : ١/٣٩٥ ، مطلب في المؤذن اذا كان غير محتسب في أذانه)

امام ابوحنیفہؒ نے جماعت ثانیہ کو مطلقا مکروہ لکھا ہے (ہیئت اولیٰ پر ہو کے نہ ہو) اور امام صاحب کا قول قوی ہے، اس کے علاوہ بھی ''الترجیح للمحرم'' یعنی حلت اور حرمت میں ترجیح حرمت کو ہوتی ہے، اس اصول کے مطابق بھی امام صاحبؒ کا قول راجح ہے، لہٰذا امام صاحبؒ کا قول مفتیٰ بہ اور پسندیدہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ٣٩٣ قدیم)

فتاوی رحیمہ میں لکھا ہے : سوال: تبلیغی جماعت ایک بستی میں ایسے وقت پہنچی کہ جماعت ہو چکی تھی، ان کے لیے جماعت ثانیہ کرنا بہتر ہے یا فرادیٰ؟ جواب: اس صورت میں فرادیٰ بلا اذان و اقامت نماز ادا کی جائے، اور مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

قال و إذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه اهله كرهت لهم ان يصلوا جماعته باذان و اقامة... (فتاوى رحيمية : ٣/٢٦،٢٧) فقط

واللہ اعلم بالصواب

١٦/ جمادی الاول/١٤٢٢ھ

(۴۶۰) نماز کے وقت میں اسکول میں ہونے کی بنا پر جماعت نہیں ملتی تو وقفہ میں جماعت ثانیہ کی جاسکتی ہے؟

سوال: ہماری اسکول کا وقت دو پہر کا ہے، درمیان دو نماز کا وقت آتا ہے، جس سے ہماری جماعت چھوٹ جاتی ہے، تو کیا ہم وقفہ میں مسجد کی صحن میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کر سکتے ہیں؟ ایک مرتبہ جماعت ہوچکی ہوتی ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں ہر ایک کو فرادیٰ فُرادیٰ نماز پڑھنی چاہیے، محلّہ کے امام اور مقتدیوں نے ایک مرتبہ باجماعت نماز ادا کر لی، تو جماعت ثانیہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے کہ دوسری مرتبہ جماعت کرنے میں چاہیے مجبورا ہو پہلی جماعت کی اہمیت باقی نہیں رہے گی، جب لوگوں کو معلوم ہوگا، کہ مسجد میں دوسری مرتبہ جماعت ہوتی ہے، تو پہلی جماعت میں شریک ہونے کی کوشش نہیں کریں گے، جس سے پہلی جماعت میں لوگوں کی حاضری کم ہو جائے گی۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک قبیلہ کے کچھ لوگوں میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، اور جب واپس تشریف لائے تو مسجد نبوی میں جماعت ہوچکی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں فرمائی، بل کہ گھر تشریف لا کر گھر کے لوگوں جمع کیا، اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی، اگر مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہوتی تو مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے، تو وہ ثواب چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز نہ پڑھتے۔

قوله : (وتكرار الجماعة) لما روى عبد الرحمن بن أبي بكر عن أبيه " أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من بيته ليصلح بين الأنصار فرجع وقد صُلى في المسجد بجماعة، فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم في منزل بعض أهله فجمع أهله فصلى بهم جماعة " ولو لم يكره تكرار الجماعة في المسجد لصلىٰ فيه .

(رد المحتار على الدر المختار: ۱/ ۳۹۵، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت چھوٹ جاتی تو تنہا تنہا نماز پڑھتے تھے۔

و روی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا إذا فاتتھم الجماعۃ في المسجد صلوا في المسجد فرادی.

(رد المحتار مع الشامی: ۱/۳۹۵ ، مطلب في المؤذن اذا کان غیر محتسب في أذانہ ، مکتبہ سعید)

لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہری قول یہی ہے کہ ایک مرتبہ محلّہ والے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلے اس کے بعد کچھ لوگ آوے، تو ہر ایک کو تنہا تنہا نماز پڑھنی چاہیے، بعض علما نے جماعت ثانیہ کو بدعت کہا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے حالت بدل جانے سے یعنی محراب سے ہٹ جماعت ثانیہ جائز کہا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے کسی بھی حالت میں جماعت ثانیہ مکروہ بتایا ہے، فقہ کے اصول کے مطابق حنفی علما میں اختلاف ہو، تو سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔

والاصح انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی . (رسم المفتی)

جماعت ثانیہ کی بنا پر پہلی جماعت میں قلت کا ہونا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فائدوں سے محروم ہونا وغیرہ عقلی دلائل بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کی تائید کرتے ہیں۔

لہٰذا جماعت اولیٰ مل سکتی ہو تو اس کی کوشش کرنی چاہیے، ورنہ تنہا تنہا نماز پڑھ لینے چاہیے۔

فلو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی اھلہ فیہ فإنّھم یصلون وحداناً و ھو ظاھر الروایۃ. (شامی : ۱/۳۹۵ ، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۷ رمحرم الحرام ۱۴۰۷ھ

(۴۶۱) جماعت ہوتی ہو اس وقت بیٹھے رہنا اور بعد میں جماعت ثانیہ کرنا

سوال: بعض جماعت سے نماز ہوتی ہو، تو جماعت خانہ میں بیٹھے رہتے ہیں، جماعت ہو جانے کے بعد جماعت ثانیہ کرتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: جماعت ہو رہی ہو، اس وقت بیٹھے رہنا اور جماعت میں شامل نہ ہونا، اور جماعت ثانیہ کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔

شامی میں ہے: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: جب صحابہ کرام کی جماعت چھوٹ جاتی تو مسجد میں تنہا تنہا نماز پڑھ لیتے۔

سوال میں جو لکھا ہے، اس کے مطابق جماعت ہو رہی ہو، اس وقت وہ حضرات موجود رہتے ہیں، اور بیٹھے رہتے ہیں، اور بعد جماعت ثانیہ کرتے ہیں یہ سخت گناہ کا کام ہے۔

روی عن انس رضی الله عنه ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا إذا فاتتهم الجماعةُ فی المسجد صلوا فرادی .... فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی اهله فیه فانهم یصلون وحدانا وهو ظاهر الروایة .

(شامی : ۱/۳۹۵ ، مکتبه سعید)

جو حضرات الگ جماعت کرتے ہیں، ان کو نرمی سے سمجھا کر کوئی اختلاف ہو تو اس کو دور کر لینا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۰/۵/۶ء

(۴۶۲) بعض مقتدیوں کا جماعتِ ثانیہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں: ایک جناب کے پاس ایک پرچہ دیکھا جس کے آخری سطر میں لکھا ہوا تھا، کہ ایک مسجد میں یا اس کے کسی بھی حصہ میں جماعت ثانیہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک محلّہ میں ایک ہی مسجد ہے اس مسجد کے امام صاحب ظاہری طور پر اللہ کے احکام کی اور شرع متین کی نافرمانی کرتے ہوں، اس نافرمانی کی بنا پر بعض لوگ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور جماعت خانہ سے باہر صحن مسجد میں الگ جماعت کرتے ہیں

تو یہ ان کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہوگا؟ کیا ان لوگوں کو تنہا تنہا نماز پڑھنی چاہیے اور جماعت کا ثواب چھوڑ دینا چاہیے؟ جب کہ شریعت مطہرہ میں جماعت کی بہت تاکید آئی ہے، دوسرا یہ بھی کہ اگر امام صاحب کو امامت سے الگ کیا جاتا ہے تو لڑائی جھگڑا، ماردھاڑ اور کورٹ کچیری تک معاملہ پہنچنے کا خطرہ ہے۔

جواب: محلّہ کی مسجد جہاں امام اور مقتدی متعین ہو اور پابندی سے جماعت ہوتی ہو، وہاں جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت دو قوموں میں مصالحت کرانے کے لیے تشریف لے جانے سے چھوٹ گئی تو گھر والوں کو جمع کر کے باجماعت نماز ادا کی، اگر جماعت ثانیہ جائز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کا ثواب نہ چھوڑتے، لہٰذا کراہت کا قول راجح اور یہی ظاہری روایت ہے۔

قال الشامی : و لنا " أنه علیه السلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد إلي المسجد و قد صلی اهل المسجد فرجع إلي منزله فجمع أهله و صلی و لو جاز ذلک لما اختار الصلاة في بیته علی الجماعة في المسجد.

(درمحتار مع الشامی : ۱/۵۵۳، مکتبه سعید)

مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں: جس مسجد میں باقاعدہ پابندیٔ وقت کے ساتھ جماعت ہوتی ہو اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اگر جماعت اولیٰ کے بعد کچھ لوگ رہ جائے تو وہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیا کریں۔ (کفایت المفتی:۳/۹۴)

اگر ایسے امام کے ہٹانے میں فتنہ کا خطرہ ہو تو الگ سے جماعت اسی مسجد میں نہ کرنی چاہیے دوسری جگہ کر لے۔ (فتاویٰ دار العلوم:۳/۵۳، ۵۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲/رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

(۴۶۳) حرم شریف کے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے

سوال: ہندوستان کے پیچھے خصوصاً گجرات کے کچھ لوگ حج بیت اللہ کے لیے مکۃ المکرّمۃ پہنچے ،حرم شریف کی مسجد کے امام صاحب جو حال میں شیخ عبداللہ الحذیفی ہیں ان کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے ،اگر کوئی سنی (بدعتی) ہندوستانی عالم مل جائے تو ان کے پیچھے الگ جماعت کر کے نماز پڑھتے ہیں،اگر کوئی بدعتی عالم نہ ملے تو حرم شریف کے امام صاحب کے پیچھے کبھی کبھی نماز پڑھ کر دوبارہ اپنی نماز کا اعادہ کر لیتے ہیں ،اسی طرح مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں بھی کرتے ہیں تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: ہر ایک مسلمان کے پیچھے چاہے وہ نیک ہو یا فاسق جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے رہو۔

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ....والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان او فاجرا وان عمل الكبائر. (مشكوٰة المصابيح : ۱۰۰)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے فاسق اور بدعتی کے پیچھے (جو شرک کرنے والا نہ ہو) نماز پڑھنے سے جماعت کی فضیلت اور جماعت کا ثواب حاصل ہوگا،اور اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت ان کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔

صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة افاد ان الصلوة خلفها اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع. .

(در مختار مع الشامی : ۱/۵۶۲،مکتبه سعید)

اسی وجہ سے امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما مروان بن حکم جو حاکم ہونے کے باوجود سنتوں کا پابند نہیں تھا پھر بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے ،اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بڑے

درجہ کے عالم اورسنتوں کے پابندہونے کے باوجودحجاج بن یوسف ظالم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے،اورولید بن عقبہ جوحاکم تھااورشرابی تھاتوبھی لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

والحسن و الحسین یصلون مع مروان بن حکم و کان ابن عمر یصلی مع الحجاج . و صلوا وراء الولید بن عقبة و قد شرب الخمر.

(لامع الدراری : ۱/ ۳۶۹)

لہٰذاحرمین شریفین جیسے مقدس مقامات میں وہاں کے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہونے کی بناپرسخت گناہ کا کام ہے اس سے زیادہ محرومی اور بدبختی اور کیاہوسکتی ہے۔فقط

والله اعلم بالصواب

۲؍ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

فصلِ سوم

اوقاتِ جماعت کے بیان میں

(۴۶۴) کچھ لوگوں کی بنا پر عشا کی نماز کا وقت تاخیر سے متعین کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں کچھ لوگ ملازمت کے لیے باہر جاتے ہیں ان کی تعداد سات (۷) ہیں ان کی سواری قریب رات کے نو بجے آتی ہے، ان کو عشا کی جماعت مل سکے اس مقصد سے عشا کی جماعت نو بجے رکھتے ہیں، مقامی لوگ جن کی تعداد ستائیس ہیں وہ اعتراض کرتے ہیں تو اب کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز کے لیے ایک تہائی رات گذر جانے کے بعد تشریف لائے اور فرمایا اگر میری امت پر تکلیف کا خوف نہ ہوتا تو اسی وقت ہمیشہ نماز پڑھاتا۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال مكثنا ذات ليلة ننتظروا رسول الله صلى الله عليه وسلم لصلوٰة العشاء فخرج الينا حين ذهب ثلث الليل او بعده .....لو لا أن تثقل على امتى لصليت بهم هذه الساعة . (السنن لابی داؤد :۶۰)

لہٰذا ایک تہائی رات گذرنے پر افضل وقت کہا گیا ہے، البتہ گرمی کے موسم میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں دیر سے نماز پڑھنے میں جماعت میں لوگوں کی تعداد کم ہونے کا خطرہ ہے، تو علما نے کہا ہے کہ ایک تہائی سے پہلے پڑھ لی جائے۔

و يستحب تاخير العشاء إلى ما قبل ثلث الليل لقوله عليه السلام لو لا ان اشق على امتى لاخرت العشاء إلى ثلث الليل ... و قيل في الصيف تعجل كيلا تتقلل الجماعة . (هدايه: ۶۶/۱)

فی الحال سردی کے ایام چل رہے ہیں، رات لمبی ہوتی ہے، جماعت میں لوگوں کی حاضری کم ہونے کا خوف نہیں ہے، تو چار شخص ضروری کام سے روزانہ جاتے ہو، نماز کے پابند ہو، تو ان کا خیال رکھتے ہوئے نو بجے جماعت کا وقت رکھا جائے تو مناسب ہے، کیوں کہ مصلیوں کی کثرت سے نماز کا ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

عشا کی نماز تأخیر سے پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے بھی فرمایا: کہ رات کو انسان کے منہ سے آخری کلام اللہ کا ذکر ہو، دنیوی باتیں نہ ہو، اور تاخیر سے پڑھنے سے نماز پڑھ کر لوگ سو جائیں گے، دنیوی باتیں نہیں کریں گے۔

و لان فيه قطع السمر المنهى عنه بعده.... ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يكره النوم قبلها ...... والحديث بعدها. (هدايه مع حاشيه: ١/ ٦٦/ ٦٧)

نماز ابتدائی وقت میں پڑھنے کی دلیل برابر نہیں، اس لیے کہ مذکورہ حدیث اور فقہ کی عبارت سے معلوم ہوا، گرمی کے دن نہ ہوں، تو عشا تأخیر سے پڑھنا مستحب ہے، البتہ لوگوں کی اکثرت سے کو ۹/ بجے پڑھنے سے تکلیف ہوتی ہو، تو جلدی پڑھ لی جائے، یہاں راندیر میں فی الحال عشاء کی جماعت ۸:۱۵ کو ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/۱۱/۱۹۹۴ء

(۴۶۵) اذان کے بعد کتنے وقت کے بعد جماعت کی جائے؟

سوال: اذان کے بعد جماعت کتنی دیر کے بعد ہونی چاہیے؟ ایسا کچھ ضروری ہے، کہ آدھے گھنٹہ کے بعد جماعت ہونی چاہیے؟ عصر کی اذان کے بعد بیس منٹ کے بعد جماعت ہونی چاہیے، ایسا ضروری ہے؟ ہمارے یہاں فی الحال عشا کی جماعت ۹:۳۰ کو ہوتی ہے، جو بہت تأخیر سے ہے، اذان کے بعد ۱۵ منٹ پر جماعت ہوسکتی ہے؟

جواب: اذان کے بعد کتنی منٹ کے بعد جماعت ہونی چاہیے اس کی شریعت میں کوئی حد متعین نہیں ۔ (فتاوی دارالعلوم:۲/۵۰)

البتہ مغرب کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد جماعت کے لیے مستحب وقت کا خیال رکھتے ہوئے، اتنا وقت ہونا چاہیے کہ سنتیں پڑھ کر یا جو کھانے پینے اور وضو میں مشغول ہوں یا پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر وضو کر کر جماعت میں شریک ہو سکے، اس طرح وقت مقرر کرنا چاہیے کہ ہر ایک کو جماعت کی نماز مل سکے۔

روى الترمذي عن جابر رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال رضى الله عنه إذا اذنت فترسل و إذا اقمت فاحدر وا جعل بين اذانک و اقامتک قدر ما يفرغ الاكل من اكله في غير المغرب، و الشارب من شربه ، و المعتصر من قضاء حاجته . (كبيرى : ۳۱۲)

ينبغي ان يؤذن في اول الوقت و يقيم في وسطه ، حتى يفرغ المتوضى من وضوئه و المصلى من صلاته، و المعتصر من قضاء حاجته .

(فتاویٰ الهندية : ۱ / ۵۷)

بين الاذان و الاقامة .... و يجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا في المغرب . (شامى : ۱/۳۸۹ ، باب الاذان، مكتب سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

۲۲/۶/۱۹۷۰ء

(۴۶۶) اذان اور جماعت کے درمیان کا فاصلہ

سوال: فی الحال فجر کی اذان ۴:۴۰ اور جماعت ۵:۲۵ کو ہوتی ہے، تو فجر کی اذان جماعت سے ۳۰ منٹ دی جا سکتی ہے؟

جواب: حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھو کھانے والا کھانے سے، پینے والا پینے سے طبعی حاجت (پیشاب، پاخانہ) کے لیے جانے والا اپنی حاجت سے فارغ ہوجائے اور وضو کرسکے (فجر، ظہر اور عصر)۔

عن جابر رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال يا بلال.... واجعل بين اذانک واقامتک قدر ما يفرغ الأكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته .(بجامع للترمذی: ۱/ ۲۷)

فاحدر و اجعل بين اذانک و اقامتک قدر ما يفرغ الأكل من اكله (قيل كانه في العشاء لإ تساع وقته) و الشارب من شربه (كانه في المغرب لضيق وقته) و المعتصر إذا دخل لقضاء حاجته (يعنى فاصبر حتى يتوضأ المحتاج التأهب للصلوة قال ابن الملک كانه في الفجر و الظهر و العصر لتقارب اوقاته) . (مرقاة المفاتیح : ۱/ ۴۱۸، ۴۱۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور اقامت کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے اس کا اصول بتا دیا، لہٰذا فقہا فرماتے ہیں: اذان اور تکبیر کے درمیان مستحب وقت کا خیال رکھتے ہوئے اور نماز کے پابند مقتدی شریک ہوسکے، اتنا فاصلہ رکھنا چاہیے، تو جماعت سے ۳۰ ؍منٹ پہلے اذان دینا درست ہے۔

و يجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب الا في المغرب. فيسكت قائماً قدر ثلاث آيات قصار.(شامی : ۱/ ۳۸۹، مكتبه سعيد)

مفتی عزیز الرحمٰن نے لکھا ہے: جواب: انتظار نمازیوں کا بہت ضروری ہے، نصف گھنٹہ کے توقف میں تقریبا یہ کام ہوسکتے ہیں (یعنی استنجاء وغیرہ سے فراغت)۔ (فتاوی دار العلوم: ۳/ ۶۶)

واللہ اعلم بالصواب

۲۲؍صفر ؍۱۴۱۸ھ

(۴٦۷) اذان اور اقامت کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں اذان اور جماعت کے درمیان ۱۵ر منٹ کا فاصلہ رکھا جاتا ہے، اور کئی سالوں سے یہی دستور ہے، اور سب مصلی اتنے وقفہ پر راضی ہیں، مگر ایک مصلی کا اسرار ہے، ۲۰/۲۵ منٹ کا فاصلہ رکھنا چاہیے، امام اور مصلیوں کا مشورہ ہوا، تو سب کا اتفاق ہوا، کہ جو ۱۵ر منٹ کا فاصلہ چل رہا ہے وہی رکھا جائے، یہ ایک مصلی اس پر راضی نہیں، لہٰذا وہ بلیک بورڈ پر لکھا ہوا وقت کبھی بدل دیتا ہے، اور کبھی مٹا دیتا ہے، اور کبھی خود اذان دیتا ہے، ایک مرتبہ امام صاحب کو پیچھے سے گردن پکڑ کر مصلیٰ سے اتار دیا، کبھی رات کو دیر تک وظائف پڑھتا رہتا ہے، لائٹ، پنکھے اور دروازے سب کھلے چھوڑ کر چلا جاتا تو اب ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ اور اذان اور اقامت کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھو جس میں کھانے والا کھانے سے پانی پینے والا پانی پینے سے، اور استنجاء کے لیے جانے والا اپنی ضرورت سے فارغ ہو جائے۔

عن جابر رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه سلم قال لبلال: .. ... واجعل بين أذانک وإقامتک قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته إلخ. (مشکوٰۃ المصابیح: ٦۳)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں لکھا ہے کہ مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں اذان اور جماعت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھنا چاہیے کہ ہمیشہ جو نماز میں آتے ہیں وہ حاضر ہو سکیں، مستحب وقت کی رعایت کرتے ہوئے۔

و يجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا في المغرب. (در مختار مع الشامی: ۱/ ۳۸۹، مکتبہ سعید)

حدیث اور درمختار کی عبارت سے ثابت ہوا، کہ اذان کے بعد جماعت کے لیے اتنا فاصلہ رکھنا چاہیے کہ پیشاب پاخانہ کے ضرورت مند لوگ اپنی اپنی حاجات سے فارغ ہوکر وضوکر کے جماعت میں شریک ہوسکیں، سوال میں لکھے ہوئے کے مطابق تمام مصلی اذان کے بعد پندرہ منٹ کا فاصلہ رکھنے پر راضی ہیں، تو ایک دو آدمی کی ناراضگی قابلِ توجہ نہیں۔ (کفایت المفتی :۳/ ۱۷)

سوال میں لکھا ہے کہ بعض مرتبہ وہ شخص خود اذان دیدیتا ہے، تو اذان اور اقامت کہنا مؤذن کے فرض منصبی میں داخل ہے، مؤذن کی رضامندی کے بغیر اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے۔

امام کی گردن پکڑ کر مصلے پر سے ہٹا دینا اگر یہ صحیح ہے تو حقیقت میں امام کی بےعزتی کہی جائے گی، ایسے شخص کو امام صاحب سے معافی مانگے، اور پھر اللہ تعالی کی جناب میں توبہ بھی کرے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۴۶۸) جماعت کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے

سوال: میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے اقامت میں جب ”حی علی الفلاح“ کہا جائے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کو کھڑا ہونا چاہیے، اس سے پہلے کھڑا ہونا خلاف سنت ہے، مگر ہمارے وہاں اقامت سے پہلے سب کھڑے ہوجاتے ہیں، تو آپ اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں کہ صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جواب: ”حی علی الفلاح“ پر کھڑا ہونا مستحب ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں اس سے تاخیر نہ کی جائے، اس سے پہلے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے میں اقامت ختم ہونے تک میں صفیں صحیح نہ ہوسکے گی، حالانکہ صفوں کو درست کرنے کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اقامت کی ابتداء ہی سے امام اور مقتدی کھڑے ہوجائیں۔

والقیام لإمام ومؤتم حین قیل حیّ علی الفلاح والظاهر أنه احتراز عن التاخیر لا التقدیم حتی لو قام أول الإقامة لا بأس .

(طحطاوی علی الدر المختار : ۱/۲۱۵)

"**حی علی الفلاح**" پر کھڑا ہونا مستحب ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہ کی جائے، اس سے پہلے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۲/۱/۵ء

(۴۶۹) کیا "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑا ہونا چاہیے اس کے متعلق مفصل بحث

مسجد کے امام کے حاضری میں دوسرے کا نماز پڑھانا

سوال: فجر کی نماز میں جماعت کے وقت امام صاحب مصلے پر آ کر بیٹھ گئے، مؤذن نے اقامت کہنا شروع کیا "**حی علی الصلوۃ**" پر امام اور مقتدی کھڑے ہوئے، اقامت ختم ہونے کے قریب تھی، اور امام صاحب تکبیر تحریمہ کہنے کی تیاری میں تھے کہ جلدی سے صفوں کو پھاندے ہوئے ایک مرشد صاحب آئے اور امام صاحب کو ہٹا کر خود امام صاحب کی جگہ کھڑے ہو گئے، اور مقتدی کو حکم دیا کہ ابھی میں نے سنت نہیں پڑھی ہے، تم سب بیٹھ جاؤ میں سنت پڑھ لوں، سنت ادا کرنے کے بعد دوبارہ اقامت کا حکم دیا اور خود نماز پڑھائی تو اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب کہ مسجد میں امام متعین ہو، صحیح قرأت کے ساتھ نماز پڑھا سکتا ہو، وہی امامت کا حقدار ہے اگرچہ حاضرین میں اس سے بہتر کوئی دوسرا شخص موجود ہو اور جب کہ امام موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو نماز پڑھانے کا حق نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے: **لایؤم الرجل في سلطانه إلا بإذنه .** یعنی کوئی بھی شخص دوسرے کے امامت کی جگہ پر بغیر اجازت کے امامت نہ کرائے۔

(سنن نسائی: ۱/۸۹، مشکوۃ المصابیح: ۱۰۰)

دخل المسجد من هو أولى بالإمامة من إمام المحلة فامام المحلة أولى .
(الفتاویٰ الهندية : ۱/۸۳)

إمام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا أي و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم او اقرأ منه . (شامی: ۱/۵۵۹، مکتبہ سعید)

حدیث پاک اوراقوال فقہائے کرام کے اقوال سے معلوم ہوا کہ امام معین کی حاضری میں بغیراجازت کے کسی کوبھی نماز پڑھانے کاحق نہیں،لہٰذا سوال میں مرشد صاحب کی جوحقیقت تحریر کی ہے اگر یہ صحیح ہوتو مرشد صاحب کواس طرح صفوں کو پھاند کرآنا،اقامت دوبارہ کہنے کاحکم دینا،بغیراجازت کےنماز پڑھانا صحیح نہیں تھا۔

سوال میں لکھاہے کہ ''**حی علی الصلوٰۃ**'' پرامام اورمقتدی کھڑے ہوئے،قرآن اورحدیث میں کسی بھی جگہ یہ ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ مصلے پر بیٹھ گئے ہوں،اور''**حی علی الصلوٰۃ**''پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابہ کرام کھڑے ہوئے ہومگر جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے باہرتشریف لاتے اقامت شروع ہوجاتی اورتمام مصلی بھی کھڑے ہوجاتے ،اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پرپہنچنے تک میں تمام مصلی کھڑے ہوچکے ہوتے۔

ان بلال رضى الله عنه كان يراقب خروج النبى صلى الله عليه وسلم فاول ما يراه يشرع في الاقامة و لا يقوم في مقامه حتى تعتدل صفوفهم.
(فتح الباری شرح بخاری : ۲/۹۵)

اخرجه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب إن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله اكبر يقومون إلي الصلوة فلا يأتى النبى صلى الله عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف . (منهل : ۱/۱۷۴، معارف مدنية: ۴/۴۳)

روزانہ مشاہدہ ہوتاہے ابتدائی تکبیر سے کھڑے ہونے پربھی تکبیرختم ہونے تک میں صفیں برابرنہیں ہوسکتی توتاخیر سے کھڑے ہونے پرکس طرح صفیں درست ہوسکے گی،لہٰذاصفوں کے

برابر کی تاکید اور وعید کو مدنظر رکھ کر مناسب یہی ہے کہ ابتدائی تکبیر سے امام اور مقتدی کھڑے ہو جائے، صفیں درست کرنے کی تاکید کے لیے فرمایا:

عن النعمان ابن بشیر رضی الله عنه قال :کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسوّی صفوفنا.....فقال عبادالله لتسوُّنَّ صفوفكم اولیخالفن الله بین وجوهكم رواه مسلم . (مشكوة المصابيح :۹۸)

اپنی صفیں سیدھی رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف (بغض وعداوت) ڈال دے گا۔

"**حی علی الفلاح**"، پر کھڑا ہونا اگر مستحب ہے، تو مستحب پر عمل کرنے کے لیے اتنی بڑی وعید کا مستحق ہونا ہرگز درست نہیں لہٰذا وعید سے بچنے کے لیے مستحب کو چھوڑ دیا جائے گا۔

یترک الاستحباب حیث یقع الفساد . (حاشية نسائی: ۸۹)

ترک المکروہ اولی من ادراک الفضیلة . (شامی: ۱/ ۵۷۰، مکتبه سعید)

طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے "**حی علی الفلاح**" پر کھڑا ہونے کا جو حکم مستحب بتلایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہ کی جائے تو" **حی علی الفلاح**" سے پہلے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

و القیام لامام و مؤتم حین قیل حی علی الفلاح و الظاهر انه احتراز عن التاخیر لا التقدیم حتی لو قام أول الاقامة لا باس. (طحطاوی ۱/۲۱۵)

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ شروع تکبیر سے امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں۔

وفي صحیح مسلم و ابی داؤد انهم کانوا یعدلون الصفوف قبل خروجه صلی الله علیه وسلم . (منهل: ۲/ ۱۷۹)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۹/۳/۵ء

(۴۷۰) ”حی علی الفلاح“ پر کھڑا کرنا۔

سوال: ہمارے یہاں ایک امام کا تقرر ہوا، جمعہ کے دن خطبہ ختم کر کے جب امام منبر پر سے اترے تو فوراً مقتدیوں کو کھڑے ہونے نہیں دیتا، بل کہ جو کھڑے ہوئے ہوں ان کو بٹھا دیتا ہے، اور خود بھی بیٹھ جاتا ہے، جب تکبیر شروع ہوتی ہے، تو پر خود بھی کھڑا ہوتا ہے اور مقتدیوں کو بھی کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہے تو کیا یہ ضروری ہے؟

جواب: ”حی علی الفلاح“ پر نماز کے لیے کھڑا ہونا مستحب کہا گیا ہے، مگر بہت سی مرتبہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہونے کے باوجود اقامت ختم ہونے تک میں صفیں برابر سیدھی نہیں ہو پاتی، جس کی بنا پر نماز شروع کرنے کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ شروع تکبیر سے ہی امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں۔

علامہ طحطاویؒ نے لکھا ہے: کہ ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے کا جو کہا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہ کرے، مگر شروع تکبیر سے ہی کھڑے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

و القیام لامام و مؤتم حین قیل حی علی الفلاح و الظاهر انه احتراز عن التاخیر لا التقدیم حتی لو قام أول الاقامة لا بأس .

(طحطاوی: ۲۱۵، امداد الفتاوی: ۱/۱۲۲)

والله اعلم بالصواب

(۴۷۱) ”حی علی الفلاح“ پر کھڑا ہونا

سوال: بعض لوگ جماعت کے لیے اقامت ہوتی ہے تو بیٹھے رہتے ہیں، اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں اور جو لوگ پہلے سے کھڑے ہوتے ہیں ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے تو جماعت کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے اور صحابہ کرام کب کھڑے ہوتے تھے، اکابر، بزرگ کب کھڑے ہوتے تھے؟ مفصل رہنمائی فرمائیں۔

جواب: جماعت کے لیے تکبیر کہی جا رہی ہو تو مقتدیوں کو نماز کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیے اس کے متعلق جمہور علما کا مسلک یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی حد (وقت) متعین نہیں ہے مگر نماز میں صفیں درست کرنا ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے کی حدیث شریف میں بہت تاکید آئی ہے اور صفیں درست نہ کی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید فرمائی ہے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے تکبیر تحریمہ کہنے کی تیاری میں تھے کہ ایک صحابی صف سے کچھ آگے کھڑے تھے تو یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ کے بندوں صفیں درست کروں ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔

عن أبي مسعود رضی الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح مناكبنا فى الصلاة ويقول استووا ولا تختلف فتختلف قلوبكم.

(الصحیح لمسلم: ۱/۱۸۱)

دوسری حدیث میں ہے: صفیں درست نہ کروگے تو تمہاری صورتیں (چہرہ) بدل دے گا۔

تیسری حدیث میں ہے: مل کر کھڑے رہو آگے پیچھے کھڑے نہ رہوں ورنہ تمہارے دل بدل جائیں گے۔

فقال اقيموا صفوفكم ثلاثا والله لتقيمن صفوفكم اوليخالفن الله بين قلوبكم ..... فقال لتسون صفوفكم اويخالفن الله بين وجوهكم....ويقول لا تختلفوا فيختلف قلوبكم. (السنن لابی داؤد: ۹۷)

مطلب یہ کہ ظاہری نافرمانی کا اثر باطن پر پڑے ہے، جس طرح باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے، یعنی صفیں درست نہ کرنے سے فتنہ فساد اور آپس میں لڑائی جھگڑا ہوگا۔

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں میں جگہ خالی نہ رہنے دو، ورنہ خالی جگہ میں شیطان داخل ہو کر دلوں میں وسوسہ ڈالے گا، جو شخص صف میں مل کر کھڑا رہے گا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اس پر نازل کرے گا، اور جو صف کو توڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے محروم رکھے گا۔

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولیّنو بايدى اخوانكم لم يقل عيسٰى بايدى اخوانكم ولا تذروا (لا تتركوا) فرجات للشيطان ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله . (السنن لابی داؤد:۹۷)

ابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جوفتنہ اور جھگڑے ہوتے ہیں وہ نماز میں صفیں درست نہ کرنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

عن ابی مسعود الانصاری رضی الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح مناكبنا في الصلاة ويقول استووا و لا تختلفوا فتختف قلوبكم ....قال ابو مسعود رضی الله عنه فانتم اليوم اشد اختلافا أي في الكلمة حتى فشت فيكم الفتن وذلك لعدم تسويتكم الصفوف .

(مشكوة المصابيح مع حاشية: ۹۸)

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تکبیر کی ابتدا ہی سے نماز کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز کے لیے تکبر کہی گئی تو ہم کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہم نے صفیں درست کرلی۔

دوسری حدیث میں ہے کہ نماز کے لیے اقامت شروع ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوجاتے۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری:۲/۶۷۶)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہے:يقول المؤذن الله اكبر يقومون إلي الصلوة .

یعنی جب تکبیر کہنے والا اللہ اکبر کہتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے۔ (فتح الباری شرح بخاری:۲/۹۵)

خلیفۂ عادل عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ اقامت کی ابتدا سے نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے۔

مذکورہ حدیث اور صحابہ عمل سے ثابت ہوا کہ شروع تکبیر سے کھڑا ہونا جائز ہے، بل کہ صفیں درست کرنے کی تاکید کی بنا پر پہلے سے ہی کھڑا ہونا چاہیے، اس لیے کہ دیکھا گیا ہے کہ تکبیر کی ابتدا سے کھڑے ہونے کے باوجود تکبیر ختم ہونے تک میں صفیں درست نہیں ہوتی، بعض مرتبہ نماز شروع کرنے کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے، لہٰذا تکبیر کی ابتدا سے امام اور مقتدیوں کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار کی شرح طحطاوی میں ہے کہ ''حیّ علی الفلاح'' کے وقت کھڑا ہونا، جو کہا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں ''حیّ علی الفلاح'' سے تاخیر نہ کی جائے تکبیر کی ابتدا سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ (طحطاوی علی الدر المختار: ۱/ ۲۱۵)

اگر پہلے سے کھڑا نہ ہوا جائے اور ''حیّ علی الفلاح'' پر کھڑا ہوا جائے تو اس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔

(۱) صفیں درست کیے بغیر نماز پڑھی جائے، تو صفیں درست نہ ہونے کی بنا پر سب گنہگار رہوں گے اور حدیث کی وعید کے مصداق ہوں گے۔

(۲) امام تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دے گا، اور مقتدی ابھی صفیں درست کرنے میں مشغول ہوں گے، تو تکبیر تحریمہ کا جو ثواب ہے، اور امام کے ساتھ نماز شروع کرنے کی فضیلت ہے، لوگ اس سے محروم رہیں گے۔

(۳) صفیں درست کرنے میں شور اور آواز ہونے سے امام کی نماز اور قرأت میں خلل پڑے گا، اور مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔

(۴) صفیں درست نہ ہونے سے امام کا صفیں سیدھی کرنے کی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی بنا پر گنہگار ہوگا، کہ صفوں کا درست کرنا امام کی ذمہ داری ہے۔ (ہدایہ: ۱۰۵)

یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایک چیز اپنی ذات کے اعتبار سے مستحب ہو، لیکن اس کو ضروری سمجھ لیا جائے اور اس کے خلاف کرنے والے کو برا بھلا کہا جائے تو وہ مستحب کام گناہ

اور بدعت ہو جاتا ہے، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے سلام کے بعد بہت سی مرتبہ فجر اور عصر میں داہنی طرف بیٹھتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے کہ داہنی طرف بیٹھنے کو ضروری سمجھ لیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی مرتبہ بائیں طرف گھوم کر بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے۔

عن عبدالله رضي الله عنه قال لايجعل احدكم نصيباللشيطان من صلاته ان لاينصرف الا عن يمينه وقدرايت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم اكثرماينصرف عن شماله . (السنن لابی داود: ۱۴۹)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص غیر ضروری چیز کو ضروری سمجھ لے یا اس کے ساتھ واجب جیسا سلوک کریں تو یہ شیطان کا کام اور بدعت کہلائے گا۔ (بذل المجهود: ۱۵۶/۲)

علما کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس مستحب کام میں خرابی آتی ہو تو وہ مستحب کام چھوڑ دیا جائے۔

ويترک الاستحباب حيث يقع الفساد . (حاشيۂ نسائی: ۸۹)

علما کا یہ بھی اصول ہے کہ کسی سنت کے ادا کرنے میں شریعت کے خلاف مشابہت ہوتی ہو، تو اس کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

أن كل سنة تكون شعار اهل البدعة تركها اولٰى. (مرقاة المفاتيح: ۳۶۷/۲)

امام ابوحنیفہؒ سے کوئی ضعیف قول بھی ثابت نہیں ہے کہ امام صاحبؒ نے "حیّ علی الفلاح" سے پہلے کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہو یا مکروہ بتلایا ہو اور کسی بھی کتاب میں "حیّ علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کو سنت نہیں بتایا ہے، امت کے علمائے کبار اور بزرگوں کا طریقہ یہی رہا ہے کہ شروع اقامت سے کھڑے ہوتے ہیں، کہ صفیں درست کرنے میں لوگ سستی کرتے ہیں، لہٰذا پہلے سے کھڑا ہو جانا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۷۲) امام کا انتظار کرنا

سوال: مسجد کے متعین امام سے اگر نماز کے لیے آنے میں کسی وقت تاخیر ہو جائے، تو جماعت قائم کرنے میں متعین امام کا پانچ منٹ انتظار کرنا چاہیے، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: **لاتقوم حتی ترونی .** جب تک مجھے نہ دیکھو وہاں تک نماز کے لیے کھڑے نہ ہو، صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشا کی نماز کے لیے انتظار کرتے تھے، یہاں تک کہ صحابہ کرام مسجد میں بیٹھے سو جاتے تھے۔

عن انس قال کان أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ینتظرون العشاء حتی تخفق رئوسهم .... ینامون .. (مشکوۃ المصابیح : ۴۱)

لہٰذا دو پانچ منٹ امام کا انتظار کرنا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

(۴۷۳) امام کا انتظار کرنا

سوال: مسجد کے متعین امام سے اگر نماز کے لیے آنے میں کسی وقت تاخیر ہو جائے، تو جماعت قائم کرنے میں متعین امام کا پانچ منٹ انتظار کرنا چاہیے، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: **لاتقوم حتی ترونی .** جب تک مجھے نہ دیکھو وہاں تک نماز کے لیے کھڑے نہ ہو، صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشا کی نماز کے لیے انتظار کرتے تھے، یہاں تک کہ صحابہ کرام مسجد میں بیٹھے سو جاتے تھے۔

عن انس قال کان أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ینتظرون العشاء حتی تخفق رء وسهم .... ینامون .. (مشکوۃ المصابیح : ۴۱)

لہٰذا امام جماعت کے وقت حاضر نہ ہو تو دو چار منٹ امام کا انتظار کرنا چاہیے ، اگر امام جماعت کے وقت غفلت ہو جانے کی بنا پر حاضر نہ ہو اور امام کا مکان مسجد کے قریب ہو تو بہتر ہے کہ مؤذن یا اور کوئی شخص امام کو جماعت کا وقت ہو جانے کی اطلاع کر دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز پڑھ کر آرام فرماتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ کر جماعت کا وقت قریب ہونے کی خبر دیتے تھے۔ ''**اضطجع على شقه الايمن حتى ياتيه المؤذن للاقامة**'' اس کی شرح میں امام نوویؒ نے لکھا ہے: **فيه جواز اعلام المؤذن الامام بحضور الصلاة واقامتها واستدعائه لها.** کہ مؤذن کے لیے امام کو جماعت کا وقت ہو جانے کی خبر دینا اور نماز کے لیے بلانا جائز ہے۔ (نووی فی شرح الصحیح لمسلم: ۱/۲۵۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

(۴۷۴) کتنی دیر امام کا انتظار کرنا چاہیے

سوال: امام نماز کے وقت حاضر نہ ہو تو مقتدی کتنی دیر تک انتظار کر سکتے ہیں؟

جواب: دوسرے مصلیوں کو تکلیف نہ ہو اتنی دیر تک انتظار کرنا درست ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصلِ چھارم

عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنے کا بیان

(۴۷۵) عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے جانا

سوال: عورتوں کو مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنے کے لیے جانا جائز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مسجد میں نماز کے لیے جاتی تھیں، اب مسجد میں جانے سے کیوں روکا جاتا ہے، آج کل اخباروں میں اس کے متعلق خوب تذکرہ چل رہا ہے، بعض لوگ عورتوں کو مسجد میں جانے کے لیے اُبھار رہے ہیں، اور ترغیب دے رہے ہیں؟ اس کے متعلق وضاحت فرمائیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جتنی بھلائی اور برکتیں تھیں، آج کل فتنہ کے دور میں اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی برکت سے انسان کی حالت بدل جاتی تھی، اور اسلام مخالف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع اور اسلام پر اپنی جان اور مال قربان کر نے والا بن جاتا تھا، جس کی ہزاروں سندی مثالیں کتابوں میں موجود ہے، وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی تلاش کرنے والے تھے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا سیوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اور برکت حاصل کرنے کی طلب اور جوش مسلمان عورتوں کے دل میں بھی تھا، اسی بنا پر ایک مرتبہ عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ مرد ہم سے ثواب حاصل کرنے میں ہم سے آگے نکل گئے، اس لیے کہ وہ جہاد میں شریک ہوتے ہیں، نماز میں شریک ہوتے ہیں، اور ہر وقت آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ سے علم اور برکت حاصل کرتے ہیں، لہٰذا ہم کو بھی موقع عنایت فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت مقرر کر کے تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا۔

ایک خاص مصلحت کی بنا پر عید کے دن میں عیدگاہ میں تمام عورتوں کو چاہے وہ نماز نہ پڑھ سکتی ہوں، ان کو بھی حاضر ہونے کا حکم دیا اور خطبہ کے بعد حضرت بلال اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا کر عورتوں کو ان کے مناسب الگ وعظ فرمایا، یہ تمام مصلحتوں کے باوجود عورتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس بات کی رغبت دی جاتی تھی، کہ نماز کے لیے مسجد میں آنے کے بجائے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لینا ان کے لیے بہتر اور افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع نہ کروں، مگر ان کے لیے مسجدوں میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں گھروں میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

لا تَمْنَعُوْا نساء كم المساجد وبيوتَهن خيرٌ لهن .

(السنن لابی داؤد : ۸۴، الصحیح لمسلم : ۱/۱۸۱)

دوسری حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کا اپنے مکان کے صحن میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت اپنے حجرے میں نماز پڑھنا افضل ہے، اور حجرے میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت گھر کے کونے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها فى مخدعها افضل من صلاتها فى بيتها . (السنن لأبی داود: ۸۴، مشکوۃ المصابیح : ۹۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : **خیر مسجد النساء قعر بیوتهن .** یعنی عورتوں کے لیے نماز پڑھنے کی سب سے بہتر جگہ اپنے گھر کا کونہ ہے۔ (اوجز المسالک: ۱/۳۴۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں" **المرأة عورة إذا خرجت استشرفها الشيطان.**" یعنی عورت

پوری طرح چھوپانے کے لائق ہے، عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے، تو شیطان اس کو جھانکتا ہے (لوگوں کو اس کی طرف مائل کرتا ہے) اور بے شک عورت اللہ تعالیٰ سے قریب اسی وقت ہوتی ہے، جب کہ وہ اپنے گھر کے کونے میں ہوں۔

أقرب ما تكون من وجه ربه و هي في قعر بيتها . (فتح القدير : ۱/۳۰۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کے بعد عورتوں کے رہن سہن میں بہت فرق آ گیا وہ دیکھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں نے اپنی جو حالت (زینت، خوشبوں، بناؤ سنگھار وغیرہ) بنائی ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حالت دیکھتے تو ضرور مسجد میں آنے سے منع فرماتے۔

لو ادرک رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد . (الصحيح البخارى : ۱/۱۲۰، السنن لابى داؤد : ۸۴، نووى شرح مسلم : ۱/۸۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا اور نماز کے لیے مسجد میں داخلہ بند کر دیا، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے پسند کیا کسی نے اختلاف نہیں کیا بعض عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاروقی فیصلہ کو پسند فرمایا اور اوپر کی عبارت کہی۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے: کہ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکتے تھے۔

حكم به جمهور الصحابة من منعهن. (حجة الله البالغة: ۲۶)

علامہ نوویؒ شارح مسلم نے لکھا ہے: عورتوں کے لیے اپنے گھر سے بہتر کوئی جگہ نہیں چاہے وہ بوڑھی عورت ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہے: عورت چھپانے کے لائق ہے اپنے گھر کے کونے میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کے دن خصوصا کھڑے رہ کر عورتوں کو سختی سے روکتے تھے ،اور مسجد سے باہر نکالتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت تاکید کے ساتھ قسم کھا کر فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند نماز کوئی عورت نہیں پڑھ سکتی سوائے کہ اپنے گھر میں پڑھے۔

ابراہیم نخعیؒ عورتوں کو جمعہ اور جماعت کی نماز میں آنے سے روکتے تھے۔

حضرت عمرہ کہتے ہیں مجھے خبر پہونچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو منع فرماتے تھے۔

قد روى في حديث ابن عمر رضي الله عنه لا تمنعوا اماء الله مساجد الله و بيوتهن خير لهن. و عن أم سلمة رضى الله عنها مرفوعاً خير مساجد النساء قعر بيوتهن. و عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه مرفوعاً ما صلت امرأة صلوة احب إلي الله من صلوتها في اشد بيتها ظلمة و قال النبى صلى الله عليه وسلم إذا خرجت المرأة من بيتها استشرفها الشيطان. و لاجل هذه الروايات منعت الائمة من انواع الخروج بما فيه شئ من شائبة الفتنة. و قال النووى ليس للمرأة خير من بيتها و ان كانت عجوزاً . و قال ابن مسعود رضى الله عنه المرأة عورة و اقرب ما تكون إلي الله في قعر بيتها فإذا خرجت و استشرفها الشيطان. و كان ابن عمر رضى الله عنه يقوم يحصب النساء يوم الجمعة بخروجهن من المسجد. و قال ابو عمرو الشيبانى سمعت ابن مسعود رضى الله عنه حلف فبالغ في اليمين ما صلت امرأة صلوة احب إلي الله تعالى من صلوتها في بيتها الا في حجة او عمرة. و كان ابراهيمؒ يمنع نسائه الجمعة و الجماعة. و كانت عائشة رضى الله عنها تقول لو رأى صلى الله عليه وسلم ما رأينا لمنعهن من المساجد. و كانت عمرة تروى ذالک عن عائشة رضى الله عنها ثم تقول بلغنى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لمنعهن. آه .

(اوجز المسالک : ۲/۳۴۵)

یہ وہ صحابہ ہیں جنھوں نے اپنی آنکھوں سے عورتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے باجماعت نماز پڑھتے دیکھا تھا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عورتوں کو مسجد میں آنے سے بہت تاکید کے ساتھ روکتے تھے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو'' کیا صحابہ کرام آپ کے فرمان کے خلاف کرتے تھے؟ ہرگز نہیں ! بل کہ فتنہ کی بنا پر مصلحت کا تقاضہ یہی تھا کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے آنے سے روک دیا جائے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر بنائے ابراہیم کے اوپر زمانۂ جاہلیت میں دوبارہ کی گئی حلال پیسہ کم پڑ گئے تو اس میں فرق ہوگیا تھا، جب مکہ فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بناءِ ابراہیم پر دوبارہ بنانا چاہا مگر لوگ ابھی ابھی ایمان لائے تھے تو فتنہ کے خیال سے ایسا نہ کیا، اسی بنا پر علامہ نوویؒ نے لکھا ہے یہ حدیث دلیل ہے جب کوئی مصلحت اور خرابی دونوں باتیں جمع ہوجائے، تو جس کی اشد ضرورت ہو اس کا خیال رکھ کر عمل کیا جائے گا۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم لولاحداثة عهدقومک بالکفر لنقضت الکعبة ولجعلتها علی اساس ابراهیم فان قریشاحین بنت البیت استقصرت ولجعلت لهاخلفا. (الصحیح لمسلم : ۴۲۹/۱)

قال النوویؒ اذاتعارضت المصلحة ومفسدة وتعذرالجمع بین فعل المصلحة وترک المفسدة بدی بالاهم . (نووی فی شرح لمسلم : ۴۲۹)

اسی بنا پر فقہاؒ نے پانچوں نمازوں میں عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں آنے سے منع کیا ہے، لہٰذا جمعہ یا جماعت میں آنا جائز نہیں اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔

و الفتوی الیوم علی الکراهة في كل الصلوات لظهور الفساد و هو المختار . (الفتاویٰ الهندیة : ۸۹/۱، شامی : ۵۲۹/۱)

عورتوں کو مسجد میں آنے کے لیے ابھارنا اور ترغیب دلانا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

مولانا کفایتؒ لکھتے ہیں : سوال: کیا آج کل عورتوں کو ترغیب دلانا کہ وہ جمعہ میں آ کر جماعت میں شریک ہو اور اس کے لیے مسجد میں الگ جگہ بنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: عورتوں کو جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کی ترغیب دینا حدیث کے خلاف ہے، ابوعمرو شیبانی فرماتے ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد کے باہر نکالتے تھے کہ اپنے گھر چلے جاؤ کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (کفایت المفتی :۳/۲۴۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۷/رجب المرجب/۱۴۱۸ھ

(۴۷۶) کیا عورتیں با جماعت نماز پڑھنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟

سوال: عورتوں کو نماز پڑھنے جانے کے لیے پردے کا انتظام ہو، اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ایسے صورت میں عورتیں نماز پڑھنے جا سکتی ہیں؟

جواب: عورتوں کے لیے جہاں تک ممکن ہو، مخفی مقام پر چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلوتها في حجرتها. وصلوتها في مخدعها أفضل من صلوتها في بيتها رواه ابو داؤد. (مشکوٰۃ المصابیح : ۹۶)

ایک عورت کے لیے کمرے میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے، اور کمرے کے اندر چھوٹی کوٹھری میں نماز پڑھے یہ کمرے کی نماز سے بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کے بعد خرابیاں پیدا ہونے لگیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکا، اس کی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کی گئی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو حالت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھی، اگر وہ حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو تم کو مسجد میں جانے کی اجازت نہ دیتے۔

أن عـائشة رضـي الـلـه عـنهـا زوج الـنبـي صلى الله عليه وسلم قالت لو أدرک رسـول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل . (السنن لابی داؤد : ۸۴)

اسی بنا پر فقہا نے بھی عورتوں کو مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہونے اور جمعہ اور عیدین میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے۔

و يكـره حـضـورهـن الـجـمـاعة و لو لجمعة و عيد و وعظ مطلقا و لو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان .

(در مختار مع الشامی : ۱/ ۵۶۶ ، مکتبه سعید)

و اما في زماننا فيمنعن عن حضور الجماعة و عليه الفتوى .

(مجمع الانهر : ۱/ ۵۵ ، فتاوى رحيمية : ۱/ ۱۷۱ ، نفع المفتى و السائل : ۹۳)

عورتوں کی زینت گھر میں رہنے میں ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۰/۱۲/۱۹۷۰ء

(۴۷۷) صرف عورتوں کی جماعت

سوال: عورتیں اپنے گھروں میں گھر کی عورتیں اور قریب کے مکانوں کی عورتیں مل کر باجماعت نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں، اور اس طرح کہ کوئی مرد ان کا آواز بھی سن نہ سکتا ہو، تراویح اور فرض نماز باجماعت پڑھ سکتی ہیں؟

جواب: صرف عورتوں کا آپس میں باجماعت نماز اور تراویح پڑھنا اس طرح کہ عورت امام ہو، اور پیچھے مقتدی بھی عورتیں ہو، اس طرح عورتوں کو باجماعت نماز پڑھنا، مکروہ تحریمی ہے۔

و يكره تحريماً جماعة النساء و لو في التراويح .

(الدر المختار مع الشامی: ۱/ ۵۶۵ ، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۷۸) عورتوں کی جماعت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک فتوے میں عورتوں کی تراویح کی جماعت مکروہ تحریمی کہا گیا ہے، اور حوالہ درمختار مع الشامی :ا/ ۵۲۸، فتاوی عالمگیری:ا/۸۰، بدائع :ا/ ۵۵۷ دیا گیا ہے، مگر ایک عالم عورتوں کی با جماعت تراویح کو علم الفقہ : ۲/۱۰۳ مسئلہ :۱۵ کے حوالہ سے جائز کہتے ہیں ، جس کی عبارت یہ ہے، اگر جماعت عورتوں کی ہوں، امام بھی عورت ہو، تو امام کو مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے، آگے کھڑا نہ ہونا چاہیے خواہ ایک مقتدی ہو یا ایک سے زائد۔

عالم صاحب کہتے ہیں صحیح یہ ہے فقط عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں بل کہ جائز ہے، اس مسئلہ کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے اچھی طرح بیان کیا ہے، وہ فرماتیں ہے: ہمارے فقہا صرف عورتوں کی جماعت کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں، مگر چوں کہ احادیث میں مذکور ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کی امامت کرتی تھیں، اور ام ورقہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی اجازت دی تھی، اس لیے مکروہ تحریمی کہنا بالکل خلاف تحقیق ہے، امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ہم کو اچھا معلوم نہیں ہوتا، کہ عورت امامت کرے، اس عبارت سے یہ نکلتا ہے، کہ حنفیہ نزدیک صرف عورتوں کی جماعت مستحب نہیں، نہ یہ کہ مکروہ ہے، تو مذکورہ عالم صاحب کی بات کہاں تک صحیح ہے، کیا عورت جماعت کرا سکتی ہے؟ ان کی نماز صحیح ہوگی؟ صحیح رہنمائی فرمائیں۔

جواب: علمائے احناف نے عورتوں کیلیے الگ الگ تنہا نماز پڑھنے کو کہا ہے، صرف عورتوں کی جماعت اور عورت کا امام بننا، مکروہ تحریمی کہا ہے، چاہے فرض نماز کی جماعت ہو، یا تراویح کی جماعت ہو، اسلیے کہ اکیلی عورتوں کی جماعت میں دو خرابیوں میں سے ایک ضرور ہوگی، عورت امام ہوگی تو وہ صف کے بیچ میں کھڑی رہیگی ، یا مردوں کے امام کی طرح سب سے آگے کھڑی رہیگی ، اور عورتوں کے حق میں دونوں طریقے مکروہ ہیں۔ (مجمع الانہر:۲/ ۱۰۸)

(وكره جماعة النساء) تحريماً للزوم أحد المحظورين قيام الإمام في الصف الأول وهو مكروه، أو تقديم الإمام وهو أيضاً مكروه في حقهن .
(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ١٦٦)

اوراللہ تعالیٰ نےعورتوں کوحکم دیاہے: وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ .

ترجمہ:تم اپنے گھروں میں رہا کرو۔ (سورۂ احزاب:۳۳)

لہٰذاعورتوں کا اپنے گھروں سے باہر نکلنا یہ بھی کراہت کا سبب ہے، باجماعت تراویح کے لیے عورتیں اپنے گھر سے باہر نکلیں گی، تو اس میں گناہ میں مبتلاء ہونے کا خطرہ ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے : وكل ما أدى إلى الحرام فهو حرام . (بدائع الصنائع: ١/٢٦٨)

ما أفضى إلى الحرام كان حراماً . (موسوعة القواعد الفقهية: ٩/٤٢)

جوکام حرام کا سبب بنتا ہو وہ سبب بھی حرام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امامت کے متعلق فقہاء نے کہا ہے یہ ابتدائے اسلام کے واقعات ہیں، جس وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا عورتوں کے لیے مستحب تھا، اس کے بعد عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا گیا۔

عن عائشة رضی الله عنها انها امت نسوة .... لكن تلك كانت في ابتداء الاسلام. ثم نسخت بعد ذلک .... و لان خروجهن إلي الجماعة سبب الفتنة و الفتنة حرام و ما أدى إلي الحرام فهو حرام . (بدائع الصنائع: ١/١٥٧)

كره جماعة النساء بالامام منهن لان اجتماعهن قل ما يخلو عن فتنة .
(شرح نقاية : ٨٦، البحر الرائق: ١/٣٥١)

زیادہ تشریح کے لیے فتاویٰ رحیمیہ میں سے ایک مسئلہ لکھا جاتا ہے:

سوال: عورتیں اپنی تراویح باجماعت ادا کرسکتی ہیں یا نہیں؟ جواب: عورتوں کو چاہیے کہ پنجگانہ

نماز اور نمازِ تراویح اور وتر منفرداً (تنہا تنہا) پڑھیں، ان کے لیے جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
(درمختار مع الشامی: ۱/ ۵۲۸، فتاوی رحیمیہ: ۱/ ۳۴۷)

عارف اللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سوال: چند عورتیں حافظ قرآن یہ چاہتی ہیں کہ تراویح میں قرآن مجید اپنی جماعت سے ختم کریں، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

جواب: عورتوں کی جماعت اس طرح کہ عورت ہی امام ہو مکروہ ہے، خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی، سب میں عورت کا امام ہونا، عورتوں کے لیے مکروہ ہے۔ (فتاوی دار العلوم: ۴/ ۲۶۶)

(عن ابی الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من ثلاثة) أي رجال لأن جماعة النساء وامامهن منهن مكروهة .

(مرقاة المفاتيح: ۲/ ۷۲، باب الجماعة وفضلها، ما من ثلاثة ..... فصل ثانى)

يكره تحريماً جماعة النساء و لو في التراويح .

(در مختار مع الشامى: ۱/ ۵۶۵، مكتبه سعيد)

يكره امامة المرأة للنساء في الصلوة كلها من الفرائض و النوافل .

(الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۸۵)

وكذا المرأة تصلح للإمامة في الجملة حتى لو امت النساء جاز، و ينبغي ان تقوم وسطهن لما روى عن عائشة رضى الله عنها انها امت نسوة .... لكن تلك كانت في ابتداء الاسلام ثم نسخت بعد ذلك..... و لان خروجهن إلي الجماعة سبب الفتنة و الفتنة حرام و ما ادى إلي الحرام فهو حرام .

(بدائع الصنائع: ۱/ ۱۵۷)

كره جماعة النساء بالامام منهن لان اجتماعهن قلما يخلو عن فتنة بهن. قال في شرح المجمع " فعلن كذلك " حين كانت جماعتهن مستحبة ثم نسخ الاستحباب لقول الاظهر ان الكراهة محمولة على ظهورهن و خروجهن .

(شرح النقاية: ۸۶)

کـره جـمـاعة الـنسـاء لأنها لا تخلو عن إرتكاب محرم و هو قيام الإمام وسط الصف فيكره كالعراة كذا في الهداية و هو يدل على أنها كراهة تحريم .
(البحر الرائق: ۱ / ۳۵۱)

والله اعلم بالصواب

۱۴/ رجب المرجب/ ۱۴۰۵ھ، مطابق: ۶/اپریل/۱۹۸۵ء

(۴۷۹) اگر مسجد خالی ہو تو عورتیں مسجد میں بغیر جماعت کے نماز پڑھ سکتی ہیں

سوال: ہمارے یہاں ایسی جگہ ہے، جہاں عورتیں بڑی تعداد میں کام کرتی ہیں، اور بہت دور سے آتی ہیں، جہاں کام کرتی ہیں وہاں ایک مسجد ہے، جس کے نیچے کے حصہ میں نماز پڑھی جاتی ہے، مصلی وہاں نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں، مسجد کے اوپر کے حصہ میں جانے کے لیے دروازہ الگ ہے تو کام پر آنے والی عورتیں اوپر کے حصہ میں مردوں کے چلے جانے کے بعد بغیر جماعت کے تنہا تنہا نماز پڑھ سکتی ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

صلاتها فى مخدعها أفضل من صلاتها فى بيتها. (السنن لابی داود : ۸۴)

عورت کی نماز مکان کے اندا اپنے خاص کمرے میں تنہائی میں پڑھنا بہتر ہے عام حجرے میں ادا کرنے کے بہ نسبت۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عورتوں نے اپنی جو حالت بنارکھی ہے اگر وہ حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ضرور صحابیہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔

ان عـائشة رضـى الـلـه عـنهـا زوج الـنبـى صـلـى الـله عليه وسلم قالت لـوادرک رسـول الـلـه صـلى الله عليه وسلم مااحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت النساء بنى اسرائيل .(السنن لابی داود : ۸۴)

موجودہ زمانہ میں نہ تو پردہ کا خیال ہے نہ تو مردوں میں تقویٰ رہا ہے، نہ تو عورتوں میں شرعی لباس پہننے کا لباس ہے، نقش ونگار والا برقعہ اور چہرہ کھُلا رکھ کر راستوں میں چلنے کی عادت ۔۔۔وغیرہ شیطانی لشکر جو مردوں کو دیکھنے کی طرف ابھارتا ہے، حج جیسے مبارک سفر میں اور فرض ادا کرنے کے لیے عورتوں کو بغیر محرم کے حج کے لیے جانا احناف کے نزدیک جائز نہیں، پڑوس اور محلّہ کی عورتوں کے ساتھ بھی عورتوں کو حج کے لیے جانا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں اور اس کی وجہ یہی بتائی ہے کہ بغیر محرم صرف عورتوں کے ساتھ جانے میں ایک فتنہ تھا، اب زیادہ عورتوں کے ساتھ جانے سے اور زیادہ فتنے ہوں گے۔

لانها بدون المحرم يخاف عليها الفتنة و تزداد بانضمام غيرها اليها.

(هدايه: ۲۱۳)

مذکورہ صورت میں مسجد کے اوپر کے حصہ میں جانے کے لیے دروازہ الگ ہے، پھر بھی عورتوں کو نماز کے لیے مسجد کے اوپر کے حصہ میں جمع ہونا جائز نہیں، جہاں کام کرتی ہو اسی جگہ پر کچھ جگہ الگ کر کے نماز پڑھی جائے۔

مزید براں عورتوں کو کمانا بھی ضروری نہیں، بل کہ ان کو گھر میں ہی رہنے کا حکم ہے۔

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ. (سورة الأحزاب : ۳۳)

واللہ اعلم بالصواب

صف بندی کا بیان

فصلِ اول صفوں کی ترتیب کے بیان میں

(۴۸۰) نماز میں صفیں درست کرنا ضروری ہے؟

سوال: جماعت کے وقت مصلی مل کر کھڑے نہ رہے، آگے پیچھے کھڑے رہے یا دور دور کھڑے رہے، تو کیا نماز میں خرابی آئے گی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے وقت صفیں درست کرنے کے لیے بہت تاکید فرمائی ہے، یہاں تک کہ صفیں درست نہ کرنے سے ایک دوسرے اختلاف اور دشمنی پیدا ہونے کا خطرہ ظاہر فرمایا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں خوب درست فرماتے تھے، ایک دن ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا، یہ دیکھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندوں! تمہاری صفیں درست کروں، ورنہ اللہ تمہاری صورتیں بدل دے گا۔

عن النعمان بن بشير رضى الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يُسَوِّىُ صفوفنا فخرج يوما فرأى رجلا خارجا صدره عن القوم فقال لَتُسَوُّنَّ صفوفكم أو لَيُخَالفن الله بين وجوهكم . (الجامع للترمذی: ۳۱)

لہٰذا صفوں کو درست کرنا سنت مؤکدہ ہے، صفیں درست کرنے سے نماز میں حسن پیدا ہوگا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں رکھتے، جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے سامنے رکھتے ہیں، پوچھا گیا فرشتے کس طرح صفیں رکھتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے کی صفیں پوری کرتے ہیں، اور صفوں میں خوب مل کر کھڑے رہتے ہیں۔

عن جابر بن سمرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألاَ تصُفّون كما تصف الملائكة عند ربهم قلنا وكيف تصف الملائكة عند ربهم قال يتمون الصفوف المقدمة ويتراصُّون في الصف . (سنن ابى داؤد: ۹۷)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تمہارے درمیان دشمنی صفیں درست نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

قال ابو مسعود رضى الله عنه فانتم اليوم اشد اختلافًا، وفي حاشية وذلک لعدم تسويتكم الصفوف. (مشكوٰة المصابيح مع حاشية :۹۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت کے وقت صفیں درست فرماتے آگے پیچھے رہنے والے کو درست کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صفیں درست کرنے کے لیے ایک شخص کو متعین کرتے تھے، اور جب صفیں درست ہوجانے کی خبر دی جاتی، تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع فرماتے تھے۔

وروى عن عمر انه كان يُوكِّل رجلا بإقامت الصفوف ولا يكبر حتى يخبر ان الصفوف قد استوت و رُوى عن على وعثمان رضى الله عهنما أنهما كانا يتعاهدان ذلک ويقولان إتسووا، كان عليٌّ رضي الله عنه يقول تقدَّم يا فلانُ تأخَّر يا فلانُ . (بجامع الترمذى: ۳۱)

اس سے ثابت ہوا کہ صفیں درست کرنا، امام کی ذمہ داری ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۸۱) امام کا درمیان میں کھڑا رہنا

سوال: پُرانی مسجد چھوٹی ہونے کی بنا پر مسجد کے ایک طرف سے کچھ حصہ بڑھا دیا، محراب پُرانی مسجد کی طریقہ پر ہے، تو امام اصل محراب کی جگہ کھڑا رہ کر نماز پڑھاوے اور مقتدی نئے حصہ میں

کھڑے رہے، اور آگے کی صف پُر کر دی جائے، امام اور صفوں کے درمیان میں نہ رہے، تو نماز میں کچھ نقص آئے گا؟ یا پھر ہم ایسا کریں، امام کو بیچ میں رکھنے کے لیے پہلی صف پوری نہ کی جائے، اور پہلی صف چھوڑ کر مقتدی پیچھے کھڑے رہے، تو اس طریقے سے کر سکتے ہیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**وسطوا الامام**'' امام کے پیچھے دائیں بائیں اس طرح کھڑے رہو، کہ امام تمہارے بیچ میں رہ سکے۔ (سنن ابی داود: ۹۹)

لہٰذا سنت طریقہ یہ ہے جماعت کے وقت امام مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا رہے، اور مقتدی دائیں بائیں دونوں طرف برابر کھڑے رہے، بعد میں آنے والوں کو بھی اس کا خیال رکھنا ضروری ہے، کہ امام بیچ میں رہے، اس طرح صف میں کھڑے رہیں، لہٰذا پرانی مسجد کے طریقہ پر امام کا محراب میں کھڑے رہنے سے امام ایک طرف ہو جاتا ہو، تو نماز کراہت کے ساتھ درست ہوگی۔

سوال میں جو دوسری صورت لکھی ہے، کہ امام کو بیچ میں رکھنے کے مقصد سے پہلی صف ناقص چھوڑ دیں، اور پیچھے کی صف میں مقتدی کھڑے رہے، پہلی صف کی ناقص رہنے کی وجہ سے یہ بھی مکروہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ پہلی صف پوری کروں، اس کے بعد دوسری صف کو پوری کی جائے، جو کمی رہے وہ آخری صف میں رہے۔

عن أنس رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتموا الصف المقدم ثم الذى يليه فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر.

(السنن لابی داؤد: ۹۸)

نماز صحیح ہونے کے لیے محراب کے سامنے کھڑا رہنا کوئی ضروری نہیں، محراب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کے بعد بنایا گیا ہے۔

لأن المحاريب من المحدثات بعده صلى الله عليه وسلم.

(في حاشية سنن ابی داؤد : ٦٨)

محراب چھوڑ کر امام اس طرح کھڑا رہے، کہ دونوں طرف مقتدی برابر ہو سکے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ” وسطوا الامام “ پر عمل ہو سکے، اس طرح کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۴۸۲) صف میں کونسی جانب کھڑا رہنا افضل ہے

سوال: جماعت کی نماز میں صف میں کونسی جانب کھڑے میں رہنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے؟

جواب: جماعت کی نماز میں پہلی صف اور اس میں داہنی جانب میں کھڑا رہنا بہتر اور افضل، اس کے بعد پہلی صف میں بائیں طرف کھڑا رہنا بہتر اور افضل ہے، اس کے بعد دوسری صف میں داہنی جانب پھر بائیں جانب کھڑا رہنا افضل ہے، اسی طرح تیسری صف میں ..... اس لیے کہ اللہ تعالی جب جماعت میں شریک لوگوں پر رحمت نازل کرتے ہیں تو سب سے پہلے امام پر رحمت نازل فرماتے ہیں، اس کے پہلی صف میں داہنی جانب کے مصلیوں پر اس کے بعد پہلی صف کے بائیں جانب کے مصلیوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ پہلی صف میں امام کے پیچھے کھڑے رہنے والے کے لیے ایک سو نیکی لکھی جاتی ہے، اس کے بعد داہنی جانب کھڑے رہنے والے کے لیے پچھتر (۷۵) نیکی، اس کے بعد بائیں جانب کھڑے رہنے والے کے لیے پچاس (۵۰) نیکی لکھی جاتی ہے، اس کے بعد باقی صفوں میں کھڑے رہنے والوں کے لیے پچیس (۲۵) نیکی لکھی جاتی ہے۔

وفي القنية: والقيام في الصف الأول أفضل من الثاني وفي الثاني أفضل من الثالث هكذا لأنه روى في الأخبار ان الله تعالى إذا أنزل الرحمة على الجماعة ينزلها أولاً على الإمام ثم تتجاوز عنه إلى من بحذائه في الصف الأول ثم إلى الميامن ثم إلى المياسر ثم إلى الصف الثاني، وروى عنه عليه السلام أنه قال: يكتب للذى خلف الإمام بحذائه مائة صلاة وللذى في الجانب الأيمن

خمسة وسبعون صلاة وللذی فی الجانب الأیسر خمسون صلاة وللذی فی سائر الصفوف خمسة وعشرون صلاة .

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۱/ ۳۵۴، المکتبة الماجدیة کوئته باکستان)

وفی الحدیث (یکتب للذی خلف الإمام بحذائه فی الصف الأول ثواب مئة صلاة وللذی فی الأیمن خمس وسبعون وللذی فی الأیسر خمسون وللذی فی سائر الصفوف خمس وعشرون) کما فی شرح المجمع والصف الأول أعلم بحال الإمام فتکون متابعته أکثر وثوابه أتم وأوفر . (روح البیان: ۲/ ۶۹)

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ صف میں داہنی طرف کھڑے رہنے والے پر رحمت نازل کرتا ہے، اورفرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں، لیکن اگر داہنی جانب کھڑے رہنے میں امام کی بائیں طرف جگہ خالی رہتی ہو، تو خالی جگہ پر کرنے کے لیے اور داہنی اور بائیں جانب کو برابر کرنے کی نیت سے کوئی شخص بائیں جانب کھڑا رہے گا، تو داہنی جانب کھڑے رہنے سے بھی زیادہ افضل ہوگا۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال قال رسول الله صلی الله علیه سلم إن الله وملا ئکته یصلون علی میامن الصفوف . رواه ابو داؤد.

(مشکوٰة المصابیح :۹۸)

وإذا خلا الیسار عن المصلین یصیر أفضل من الیمین مراعاة للطرفین .

(مرقاة المفاتیح: ۲/ ۸۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۸۳) آگے کی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے کی صف میں کھڑا رہنا

سوال: آگے کی صف میں جگہ ہونے کے باوجود رکعت چھوٹ جانے کے خوف سے پیچھے کی صف میں کھڑا ہوجانا کیسا ہے؟

جواب: صفوں کو برابر کرنے اور مکمل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے، لہٰذا آگے کی صف پوری کرنا ضروری ہے، آگے کی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے کی صف میں کھڑا ہو جانا مکروہ تحریمی ہے، ایسا شخص گنہگار اور اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص صفوں میں مل کر کھڑا رہے گا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو نوازے گا، اور جو صف کو توڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے محروم کرے گا۔

ومن وصل صفًّا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله. (السنن لابی داؤد:۹۷)

كقيامه خلف صف فيه فرجة .

(شامی : ۱/۶۴۷، مکتبہ سعید، مرقاۃ المفاتیح: ۱/۸۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۸۴) آگے کی صف میں جانے کے لیے لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر جانا

سوال: بہت سے لوگ جمعہ اور عیدین میں دیر سے آتے ہیں اور آگے کی صف میں جانے کے لیے مصلیوں کو پھاند کر جاتے ہیں جس سے مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: آگے کی صف میں جگہ خالی ہو تو اس جگہ کو پر کرنے کے لیے خطبہ شروع ہونے سے پہلے اور کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر آگے کی صف میں جانا درست ہے۔

ولا بأس بالتخطى ما لم يأخذ الامام في الخطبة و لم يؤذ أحداً.

(ردالمختار مع الشامی : ۲/۱۶۳، مکتبہ سعید)

لیکن اگر آگے کی صف میں جانے کے لیے نمازیوں کو پھاند کر جانا پڑتا ہے، جس سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے یا خطبہ شروع ہو چکا ہو، تو آگے کی صف میں جانا منع ہے، لوگوں تکلف پہنچا کر آگے جانے والے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اس کو قیامت کے دن جہنم کے راستہ پر پُل بنا دیا جائے گا۔ (ترمذی) کہ جس طرح آگے جانے والے نے آگے جانے کے

لیے لوگوں کی گردنوں کو راستہ بنایا تو اس کو بھی جہنم کے راستے میں لِٹایا جائے گا، اور لوگ اس کے اوپر سے گذریں گے۔

عن معاذبن انس الجهنی عن ابیه قال:قال رسول الله علیه وسلم من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذجسراً إلیٰ جهنم . (السنن للترمذی: ۱/۶۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۸۵) گردنوں کو پھاندکر آگے کی صف میں جانا

سوال: جمعہ میں بہت سی مرتبہ آگے کی صف میں جگہ نہ ہونے کے باوجود لوگوں کی گردنوں کو پھاندکر آگے کی صف میں جانا کیسا ہے؟ اور اگر آگے کی صف میں جگہ ہوتو جاسکتے ہیں؟

جواب: آگے کی صف میں جگہ نہ ہواس کے باوجود لوگوں کی گردنوں کو پھاندکر آگے جانا اور نمازیوں کو تکلیف دینا مناسب نہیں، جوشخص لوگوں کی گردنیں پھاندکر جمعہ کے دن آگے جاتا ہے ،اس کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جوشخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھاندے گا اس کو قیامت کے دن جہنم کے راستہ پر پُل بنادیا جائے گا، البتہ آگے کی صفوں میں جگہ ہوتو لوگوں پھاندکر آگے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

عن معاذبن انس الجهنی عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تخطّٰی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذجسرا إلی جهنم رواه الترمذی .
(مشکوة المصابیح: ۱۲۲)

قال فی القنیة قام في آخر صف في المسجد بینه و بین الصفوف مواضع خالیة فللداخل أن یمر بین یدیه لیصل الصفوف لأنه أسقط حرمة نفسه فلا یاثم المار بین یدیه، دل علیه ما ذکر في الفردوس بروایة ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال من نظر إلي فرجة من صف فلیسدها

بنفسه، فإن لم يفعل فمر مار فليتخط على رقبته فانه لا حرمة له أي فليتخط المار على رقبة من لم يسد الفرجة . (شامی : ۱/۶۳۶، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۱۴/۲/۱۹۹۴ء

(۴۸۶) صف میں چھوٹے بچوں کو کہاں کھڑا کیا جائے

سوال: جمعہ اور خصوصاً عید کی نماز میں بڑوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی صف میں کھڑے رہتے ہیں، بعض مرتبہ ولی خود اپنے چھوٹے بچہ کو اپنے ساتھ صف کھڑے رکھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صف میں کھڑے رہنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے: کہ سمجھ دار اور عقلمند، بالغ میرے نزدیک کھڑے رہے، اس میں حکمتیں ہیں: (۱) امام کی نماز میں غلطی ہو، تو غلطی بتلا سکے۔ (۲) اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے، تو خلیفہ بن کر نماز پڑھا سکے۔

لہٰذا صف میں کھڑے رہنے کے لیے پہلے بالغوں کی صف ہوں، اس کے بعد نابالغ بچوں کی صف بنائی جائے۔

ويصف الرجال ثم الصبيان ثم النساء . (هداية: ۱/ ۱۰۳، شامی: ۱/۵۳۴)

چھوٹے بچوں کو بڑوں کے ساتھ صف میں کھڑے رکھنے سے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، مگر یہ حکم ان بچوں کے لیے ہے، جو عاقل ہوں، جو نماز کے لیے مسجد اور عیدگاہ میں آتے ہوں، مگر بہت چھوٹے بچوں کو انگلی پکڑ کر یا اٹھا کر لاکر صف میں اپنے ساتھ کھڑا رکھنا گناہ ہے، اس لیے ایسے چھوٹے بچے بعض مرتبہ نماز کے درمیان روتے ہیں، اور نامناسب حرکت کرتے ہیں، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل ہوتا ہے، دوسری طرف توجہ جاتی ہے، اس کے ذمہ دار والی ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ بچوں اور مجنون کو مسجد سے دور رکھو۔

جنِّبُوا مساجدكم وصبيانكم و مجانينكم .

(حلبی کبیری: ص ۵۶۳، درمختار مع الشامی: ۱/۶۵۶، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۸۷) غیر عاقل بچوں کو مسجد میں لانا

سوال: غیر عاقل بچوں کو مسجد میں لانا کیسا ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: **"جنِّبوا مساجدنا صبيانكم"** . (ابن ماجه)

ترجمہ: بچوں کو مسجدوں سے الگ رکھو، یعنی بہت چھوٹے بچوں کو جن کے پیشاب وغیرہ کر دینے کا غالب گمان ہوں، ایسے بچوں کو مسجد میں لانا حرام ہے، اور اگر اتنے چھوٹے نہ ہو، جن کو کوئی تمیز نہ بلکہ تھوڑی بہت عقل رکھتے ہوں، تو بغیر ضرورت لانا مکروہ ہے، اور اگر نماز کی عادت کے لیے لایا جائے، سات سال کی عمر کے بچے ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم : مروا صبيانكم إذا بلغوا سبعا و اضربوهم إذا بلغوا عشرا .

بچے جب سات سال کے ہو جائے، تو ان کو نماز کا حکم دو، اور دس سال ہو جائے، تو نماز نہ پڑھنے پر مارو۔

و يمكن ان يحمل حديث النهى على الاعتياد أو على الاطفال الذين لا تميز و لا شعورهم . (حاشيه نسائى:۸۳، آداب المساجد:۲۷) **فقط**

واللہ اعلم بالصواب

۱۳؍صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

(۴۸۸) مخنث صف میں کہاں کھڑا رہے

سوال: مخنث کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟ وہ لوگ مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ شریعت کی اصطلاح میں مخنث کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مخنث دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ کہ یا تو وہ مرد ہوتا ہے، یا تو وہ عورت ہوتی ہے، اگر مرد ہے تو وہ کپڑے پہننے اور رفتار و گفتار میں عورت کی مشابہت اختیار کرتا ہے، اور اگر عورت ہے تو

وہ کپڑے پہننے اور رفتار و گفتار میں مرد کی مشابہت اختیار کرتی ہے، حاصل یہ ہے کہ مرد عورت کی مشابہت اختیار کرے، یا عورت مرد کی مشابہت اختیار کرے، ایسے مخنث پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے:

وعن ابن عباس أنه قال:" لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبّهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال".

(الصحيح للبخاري : ۲/۸۷۴، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال)

دوسری قسم کا مخنث وہ ہے جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں موجود ہوں، اگر مرد کی علامت غالب ہو یعنی پہلے مرد کی طرح پیشاب کرے، یا اکثر پیشاب وہاں سے ہو تو وہ مرد شمار ہوگا، اور مرد کی صف میں کھڑا رہ سکتا ہے، اور اگر عورت کی علامت غالب ہو یعنی عورت کی شرمگاہ سے پہلے یا زیادہ تر پیشاب ہوتا ہو، تو وہ عورت شمار ہوگی، وہ عورت کی صف میں کھڑی رہے گی، اگر دونوں علامتیں برابر ہوں تو اس کو خنثیٰ مشکل کہا جاتا ہے، کہ نہ وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے، اور نہ ہی عورتوں کی صف میں، بلکہ چھوٹے بچوں کے بعد اور عورتوں سے پہلے کھڑا رہے، بلکہ ایسے لوگوں کا مسجد میں آنا جائز نہیں، اس لیے کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنی چاہیے، مسجد میں آنا جائز نہیں۔

فيقف بين صف الرجال و النساء .

(تنوير الابصار مع رد المحتار : ٦/٧٢٧،مكتبه سعيد)

میراث میں مرد اور عورت دونوں کے حصوں میں سے جو حصہ کم ہوگا وہ ملے گا، یعنی مرد شمار ہو اور کم حصہ ملتا ہو تو وہ حصہ ملے گا، اگر عورت شمار ہو اور کم حصہ ملتا ہو تو عورت کا حصہ ملے گا۔

(سراجی، معین الفرائض)

واللہ اعلم بالصواب

۲/ جمادی الثانی/۱۴۲۲ھ

(۴۸۹) مخنث صف میں کہاں کھڑا رہے

سوال: مخنث مسجد میں نماز کے لیے آئے تو جماعت میں کونسی صف میں کھڑا رہے؟

جواب: وہ مخنث جس میں مرد وعورت دونوں کی علامت موجود ہو، یا دونوں کی علامت نہ ہو، تو ایسے لوگ جماعت کی نماز میں آئیں تو نماز میں کھڑے رہنے کا حکم یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف رہے اس کے بعد بچوں کی صف رہے، بچوں کی صف کے بعد مخنث کھڑے رہیں، صف میں الگ الگ کھڑے رہیں، ایک دوسرے کے ساتھ نہ رہیں، اور امام کو ان کے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔

(یصف الرجال ثم) یصف (الصبیان ثم الخناثی) جمع خنثیٰ و المراد به المشکل .... و یلزم جعل الخناثی صفاً واحداً متفرقاً اتقاء عن القیام خلف مثله وعن المحاذات لاحتمال الذکورة و الانوثة . ... (الخناثی)

.... و هو ما له Settings\RASHEED\Desktop\Minbar or mehrab..jpg not found. ، ....

و تقدم انه ینویه الاما ۱۶)

یقوم الرج ی ثم الأناث ثم

الصبیات المراهقات

(الفتاویٰ الهندیة : ۸۹، الفصل الخامس في بیان مقام الإمام والمأموم) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۱ر شوال ۱۴۰۳ھ

(۴۹۰) بعد میں آنے والے مصلی بچوں کی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں دو صفیں مردوں کی ہوتی ہیں، تیسری صف دس بارہ سال کے بچوں کی ہوتی ہیں، بعد میں آنے والے بچوں کی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں، تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نابالغ بچوں کی صف مردوں کے بعد ہونی چاہیے، ایک سے زائد بچے ہو تو مردوں کی صف میں کھڑا رکھنا یا مردوں سے پہلے (آگے کی صف میں) کھڑا رکھنا مکروہ ہے، اگر بعد میں آنے والے بچوں کی صف میں کھڑے رہیں، تو ان کی نماز درست ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۷٦)

(ویصف)... (الرجال)... (ثم الصبیان) ظاهره تعددهم، فلو واحدا دخل الصف. (رد المحتار: ۱/۵۷۱) فقط

والله اعلم بالصواب

۲ر جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ

(۴۹۱) سوال میں دیئے گئے نقش کے مطابق صفیں رکھ سکتے ہیں؟

سوال: ہماری مسجد میں صفوں کی ترتیب دیں رہے ہیں، اس طرح صفوں کی ترتیب دی جائے تو کیا نماز مکروہ ہوگی؟

نوٹ: پہلی صف صرف جمعہ وعیدین اور رمضان المبارک کی عشا کی نماز اور تراویح میں استعمال ہوگی، اس کے علاوہ باقی نمازوں پہلی صف استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ صورت میں مقتدی امام صاحب سے دو فِٹ دور کھڑے رہیں گے، اب سوال یہ کہ اس طرح کھڑے رہنے سے نماز مکروہ ہوگی؟ اگر اس طرح صفوں کی ترتیب نہیں دیتے تو ایک صف کم ہوجاتی ہے اور پچاس ساٹھ مقتدیوں کی جگہ کم ہوجاتی ہے، تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: آپ کے سوال اور نقشے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ لوگ جس طرح صفوں کی ترتیب دینا چاہتے ہو، پہلی صف میں کچھ حصہ محراب اور منبر کا آتا ہے، تو ایسی صورت میں پہلی صف

میں مقتدیوں کے کھڑے رہنے سے محراب اور منبر ہونے کی بنا پر کچھ حصہ خالی رہتا ہے، مگر ضرورۃً اس طرح مقتدی کھڑے رہیں گے۔ ضرورت نہ ہوگی تو پہلی صف چھوڑ کر اس کے بعد والی صف میں مقتدی کھڑے رہیں گے، جس سے پہلی صف میں خلا نہیں رہے گا، اگر یہ مطلب ہو تو نقشہ کے مطابق صف بنا سکتے ہو، ضررت کے موقعہ پر منبر والی صف میں مقتدیوں کے کھڑے رہنے کی (چاہے درمیان میں منبر کا فاصلہ ہو) علما نے اجازت دی ہے، امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ مقتدی اچھی طرح سجدہ کر سکے، دو فٹ کے فاصلہ ہونے سے نماز میں کمی نہیں آئے گی۔

فتاویٰ دار العلوم میں ہے: یہ فصلِ ضروری باعث کراہت نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۳/۳۴۴)

كما لا ينقطع بالمنبر الذى هو داخلها فيما يظهر .

(شامی : ۱/ ۵۶۹، مکتبه سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۲۵/ ذی قعدہ/ ۱۴۱۳ھ

(۴۹۲) امام کا اکیلا محراب میں کھڑا رہنا

سوال: امام کا اکیلا محراب میں کھڑا رہنا کیسا ہے؟ اور محراب میں اکیلا کھڑا رہ کر نماز پڑھائے تو اس کا حکم شرعی کیا ہے؟ نیز عرب سے پڑھ کر آئے ہوئے علما اس طرح امام کے اکیلے کھڑے رہنے کو مکروہ قرار نہیں دیتے ہیں، بل کہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث سے ثابت کر کے بتاؤ؟

جواب: اگر محراب بڑا ہو اور نماز پڑھاتے وقت امام اکیلا محراب میں کھڑا رہتا ہے تو یہ مکروہ ہے، اور مکروہ ہونے کی علت یہ ہے کہ اکیلے محراب میں کھڑے رہنے سے اہل کتاب سے مشابہت ہوتی ہے، اس لیے ان کا امام لوگوں سے الگ جگہ پر کھڑا رہتا ہے، اور امام کے لیے ایک خاص جگہ بنائی جاتی ہے۔

اگر محراب سے باہر کھڑا رہ کر صرف سجدہ محراب کے اندر ہوتا ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

لقوله عليه السلام: من تشبّه بقوم فهو منهم . (السنن لأبی داود: ۵۵۹)

اس حدیث میں غیرقوم کے ساتھ مشابہت سے منع کیا گیا ہے،اورامام کا اکیلامحراب میں کھڑے رہنے میں اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے،لہٰذا اکیلا کھڑا رہنا صحیح نہیں ہے،نماز مکروہ ہوگی۔

و يكره أن يقوم في الطاق لأنه يشبه صنيع أهل الكتاب من حيث تخصيص الإمام بالمكان بخلاف ما إذا كان سجوده في الطاق .

(هداية: ١/ ١٢٠، عمدة الرعاية: ١/ ١٦٨) **فقط**

والله اعلم بالصواب

۱۹/شوال المکرّم/ ۱۴۱۸ھ

(۴۹۳) مقتدی اورامام کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے

سوال: مقتدی اورامام کے درمیان کم سے کم کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ ایک بالشت یا اس کی کوئی اورمقدار متعین ہے؟

جواب: مقتدی اورامام کے اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ رکوع سجدے میں جاتے وقت مقتدی کا سر امام سے نہ ٹکرائے۔ (فتاوی دارالعلوم:۳/ ۳۴۷،مکتبہ زکریا دیوبند) فقط

والله اعلم بالصواب

۰۵/۰۱/۱۹۷۲ء

(۴۹۴) اگر صف کے درمیان منبر ہوتو اس کا حکم

سوال: ہماری مسجد میں تہ خانہ اوراوپراس طرح دو جماعت خانے ہیں،اوپر کے جماعت خانے میں پہلی صف کے بیچ میں منبر ہے، جمعہ،رمضان اورعصر مغرب میں مصلی زیادہ ہونے سے امام محراب میں کھڑا رہتا ہے،اورمقتدی منبر والی صف میں کھڑے رہتے ہیں،جس سے منبر درمیان میں آنے سے اتنے حصہ میں مقتدی کھڑے نہیں رہ سکتے تو پہلی صف کونسی شمار ہوگی؟ امام سے متصل صف یا اس کے بعد والی صف جس میں جگہ خالی نہیں رہتی۔

مسجد راستہ میں ہونے کی بنا پر نماز کے وقت شور ہوتا ہے،جس سے بعض مرتبہ امام کی تکبیریں مقتدی سن نہیں سکتے تو کیا مائک (آلۂ مکبر الصوت) کا استعمال جائز ہے؟

جواب: جماعت کی نماز میں پہلی صف میں کھڑے رہنے کی جو فضیلت آئی ہے، تو پہلی صف وہ شمار ہوتی ہے، جو امام کے پیچھے متصل ہو، چاہے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پُر ہو یا درمیان میں منبر یا ستون کی بنا پر درمیان میں کھڑا رہتا ہو، یعنی منبر کی بنا پر مقتدی وہاں کھڑے نہ رہ سکتے ہو، پھر بھی وہی پہلی صف شمار ہوگی۔

علامہ نوویؒ، علامہ عینیؒ اور محققین علما نے اسی کو صحیح کہا ہے۔

الصف الاول الممدوح الذی قد وردت الاحادیث بفضله هو الصف الذی یلی الامام سواء تخلله مکسورة و نحوها ام لا، هذا هو الصحیح الذي یقتضیه جواهر الأحادیث وصرح به المحققون. (نووی علی مسلم : ۱۸۲/۱)

البتہ آپ کے یہاں نیچے بھی جماعت خانہ ہے، ضعیف اور معذور لوگ جماعت کے وقت نیچے کھڑے رہتے ہیں، لہٰذا وہاں مقتدی کھڑے رہ سکتے ہیں تو ایسی صورت میں منبر والی صف میں کھڑے ہونے سے درمیان میں منبر آنے کی بنا پر اتنی جگہ مقتدیوں سے خالی رہنے کی بنا پر ایک کنارے سے دوسرے کنارہ تک پُر نہ ہوگی، لہٰذا منبر والی صف میں کھڑے نہ رہے، اور اوپر کا جماعت خانہ پُر ہو جائے تو بعد میں آنے والے نیچے کے جماعت خانہ میں کھڑے رہے تاکہ نماز کامل طریقہ سے ادا ہو سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: صفیں سیدھی کرو کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے رہو دو مصلیوں کے درمیان میں خالی جگہ پُر کرو شیطان کے لیے درمیان میں جگہ نہ رکھو، جو کوئی صف میں مل کر کھڑا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں رکھے گا، اور جو کوئی صف کو توڑے گا اللہ تعالیٰ رحمت سے محروم رکھے گا۔

ومن وصل صفاً وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله. (السنن لابي داؤد: ۹۷)

نیچے کے جماعت خانہ میں کھڑے رہنے والے مقتدیوں کے لیے شور کی بنا پر مائک (آلۂ مکبر الصوت) کا انتظام کیا جائے تو مائک (آلۂ مکبر الصوت) میں پڑھی ہوئی نماز صحیح ہوگی، کراہت نہیں آئے گی۔ (احسن الفتاویٰ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۹۵) پہلی صف میں منبر کی بنا پر صف ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا حکم

سوال: یہ سنا گیا ہے کہ جس صف میں منبر ہے جماعت کے وقت صف میں کھڑے رہنے سے منبر ہونے کی بنا پر صف ٹوٹ جاتی ہے، تو یہ پہلی صف شمار نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے؟ پہلی صف کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے کیا اس کے بعد والی صف میں کھڑے رہنا چاہیے؟

جواب: نمازی زیادہ ہو، مسجد کے آخری حصہ میں صف نہ ہوسکتی ہو، تو مجبوراً منبر والی صف میں کھڑے رہنے کی اجازت ہے اور درمیان میں منبر کا فاصلہ ہونے سے ضرورت کی بنا نماز میں کراہت نہیں آئے گی۔

ویؤخذ من تعریف الصف الأول بما هو خلف الامام أي لا خلف مقتدى الآخر . (شامی : ۱/۵۷۰،مکتبہ سعید)

امام کے پیچھے جو مقتدی کھڑے رہیں اسے پہلی صف کہی جاتی ہے، مقتدی کی صف کے پیچھے کھڑے رہنے والوں کا شمار پہلی صف میں نہ ہوگا، لہٰذا منبر والی صف میں امام کے پیچھے جو لوگ کھڑے رہے ان کی پہلی صف شمار ہوگی اور ان کو ہی ان شاء اللہ پہلی صف کی فضیلت حاصل ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

(۴۹۶) دوسرے مقتدی کے آنے سے پہلے مقتدی کو کس طرح پیچھے ہٹنا چاہیے

سوال: سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟ کیا داہنے پاؤں کا انگوٹھا نماز کی ہر ہیئت میں اپنی جگہ پر جما کے رکھنا ضروری ہے؟ اگر دو شخص مل کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں تو حکم یہ

ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ صرف ایک بالشت فاصلہ رکھ کر کھڑا رہے، اگر درمیان نماز میں دوسرا مقتدی آجائے تو امام کے ساتھ شریک مقتدی پیچھے چلا جائے، تو سوال یہ کہ مقتدی کو پیچھے ہٹنے میں کیا داہنا پاؤں گھسیٹ کر چلنا چاہیے کہ جس سے انگوٹھا زمین سے نہ اٹھ جائے یا پاؤں اٹھا کر چل سکتا ہے؟

جواب: اگر پورے سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں زمین سے الگ رہے کہ ایک انگلی بھی تھوڑی دیر کے لیے بھی زمین سے نہ لگی تو سجدہ ادا نہ ہوگا اور نماز صحیح نہ ہوگی، اگر دونوں پاؤں زمین سے اٹھ گیے پھر رکھ دیئے تو نماز ادا ہو جائے گی۔

مطلب یہ ہے کہ مکمل سجدے کی حالت میں پاؤں زمین سے الگ رہے تو نماز نہ ہوگی۔

و منها السجود بجبته وقدميه ، و وضع أصبع واحدة منهما شرط ...... وأفاد أنه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود .

(ردالمحتار مع الشامی: ۱/۴۴۷ ، مکتبہ سعید)

لـو رفعهما في حال سجوده لا يجزيه، و لو رفع احداهما جاز، و قال في الفيض: و به يفتٰى . (شامی : ۱/۴۹۹ ، مکتبہ سعید)

دو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہو اور تیسرے کے آنے سے مقتدی پیچھے ہٹنے میں پاؤں اٹھا کر یعنی چل کر پیچھے ہٹ سکتا ہے ، پاؤں کا انگوٹھا زمین پر رہنا چاہیے ، اور پیچھے چلنے میں انگوٹھا اٹھ نہ جائے یہ غلط ہے ، لہٰذا داہنا پاؤں گھسیٹ کر چلنے کی ضرورت نہیں ، پاؤں اٹھا کر چل سکتا ہے۔

حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں: کہ عوام میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ نماز میں داہنے پاؤں کا انگوٹھا اٹھ جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، تو یہ غلط ہے، البتہ بغیر ضرورت کے اٹھانا بیہودہ کام ہے۔ (اغلاط العوام مسئلہ نمبر: ۶۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصلِ دوم

نمازی کے سامنے سے گذرنے کا بیان

(۴۹۷) نمازی کے سامنے سے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید۔

سوال: کیا نمازی کے سامنے سے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ اور گذرنے کا کیا گناہ ہے؟

جواب: نمازی کے سامنے سے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹے گی، البتہ بغیر عذرِ شرعی گذرنے والا گنہ گار ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا گذرنے کا گناہ جان لے تو ایک قدم اٹھانے کے بجائے وہی سو سال تک کھڑا رہتا۔

عن أبي هريرة رضی الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم لويعلم احدكم ماله فى ان يمربين يديه اخيه معترضا فى الصلوة كان لأن يقيم مأةَ عام خيرله من الخطوة التى خطأ رواه ابن ماجه. (مشكوة المصابيح: ۷۴)

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی کے سامنے سے عمداً گذرنے والا قیامت کے دن تمنا کرے گا کہ کاش میں سوکھا درخت ہوتا تو بہتر ہوتا۔ (ابوداؤد: ۹۹/۱۰۰، منہل)

اگر اسٹیشن یا صحرا میں نماز پڑھے اور اپنے سامنے سترہ قائم نہ کرے تو بقول صحیح نمازی جس جگہ پر سجدہ کرتا ہے، اس کے آگے سے گذرنا درست ہے، سجدے کی جگہ کے اندر سے گذرنا مکروہ تحریمی ہے اور گناہ ہے، لہٰذا ایسی جگہ نماز پڑھنی چاہیے کہ کسی کو حرج نہ ہو، مسجد میں اور جگہ ہونے کے باوجود لوگ دروازے کے پاس نماز پڑھتے ہیں، جس سے دوسرے نمازیوں کو آنے جانے میں حرج ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں نمازی اور گذرنے والا دونوں گنہ گار ہوں گے۔

وينبغي أن يصلى في الصحرا ء أن يتخذامامه سترةً لقوله عليه السلام إذا صلى أحدكم في الصحراء فليجعل بين يديه سترةً .

(هدايه: ١/١١٨ ، شامى: ١/٥٩٣ ، البحرالرائق : ٢/١٤)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۹۸) مصلی کے سامنے سے گذرنے کی وعید

سوال: مصلی کے سامنے سے گذرنے کی کیا وعید آئی ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مصلی کے سامنے سے گذرنے کا گناہ اگر گذرنے معلوم کرلے تو گذرنے کے بجائے سو(۱۰۰) سال تک وہیں کھڑے رہنے کو پسند کرے گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو يعلم المار بين يدى المصلى ماذا عليه لكان ان يقف اربعين خير له من ان يمر بين يديه قال ابو النضر لا ادرى قال اربعين يوما او شهرا او سنةً .(الصحيح البخارى:٧٣)

حدیث شریف میں ہے: کہ مصلی کے سامنے سے عمداً گذرنے والا قیامت کے دن تمنا کرے، کاش! میں خشک درخت ہوتا۔ اور دوسری حدیث میں ہے: کہ قیامت کے دن پسند کرے گا، اچھا ہوتا کہ میرا پاؤں ٹوٹ جاتا۔

مصلی کے لیے بھی ضروری ہے، ایسی جگہ نماز پڑھے، کہ آگے کے مصلی کو گذرنے میں تکلیف نہ پہنچے ورنہ مصلی کے نماز کا ثواب آدھا ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری:۴/۲۹۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۴۹۹) مصلی کے سامنے سے گذرنے میں مسجد کبیر اور مسجد صغیر کے درمیان فرق؟

سوال: کیا مصلی کے سامنے سے گذرنا جائز ہے؟

جواب: جو مسجد چالیس گز (۶۰ رفٹ) سے چھوٹی ہو، اس کو مسجد صغیر کہا جاتا ہے، ایسی مسجد میں نمازی کے سامنے سے گذرنا جائز نہیں سخت گناہ کا کام ہے، اور جو مسجد چالیس گز یا اس سے بڑی ہو، اس کو مسجد کبیر کہا جاتا ہے، اور صحیح قول کے بہ موجب مسجد کبیر میں جس جگہ پر مصلی کا سجدہ ہوتا ہے، اس کے آگے سے گذرنا جائز ہے، البتہ سجدہ کی جگہ سے گذرنا جائز نہیں۔

و اختار المصنفؒ أنه موضع سجوده وصححه في الكافي لأن هذا القدر من المكان حقه و في تحريم ما وراءه تضييق علي المارة و هو يفيد أن المراد بموضع سجوده موضع صلوته و هو من قدمه إلي موضع سجوده كما صرح به الشارح و هو مختار صاحب الهداية و شمس الأئمة السرخسي و قاضيخان و في المحيط أنه الأحسن لان ذلک القدر موضع صلوته دون ما وراءه .

(بحر الرائق : ۱۵/۲)

ولا يفسدها......... مرور مار فی الصحراء أو في مسجد كبير بموضع سجوده أي من موضع قدمه إلي موضع سجوده، في الأصح هو ما إختاره شمس الائمة و قاضيخان و صاحب الهداية و استحسنه في المحيط و صححه الزيلعی.......(فی)..(مسجدٍ) صغير..... (مطلقًا) و هو أقل من ستين ذراعاً و قيل من أربعين وهو المختار كما أشار اليه في الجواهر قهستانی .

(در مختار مع الشامی : ۶۳۴/۱ ،مکتبه سعيد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۰۰) نابالغ بچوں کی نماز کے سامنے سے گذرنا

سوال: مسجد میں نابالغ بچے نماز پڑھتے ہوں، تو ان کے سامنے سے گذرنے سے جو مصلی کے سامنے سے گذرنے سے جو وعید آئی ہے، وہ لازم آئے گی؟

جواب: مصلی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت اور سخت گناہ کی وعید حدیث میں وارد ہے، وہ تمام مصلیوں کے لیے ہیں، اس میں بالغ، نابالغ کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔

حدیث شریف میں سات سال کے بچہ کو نماز کا حکم دینے اور دس کے اوپر نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم ہے، اور صبی عاقل کو عبادت کا ثواب ملتا ہے، اور شریعت میں ان کے عمل معتبر ہے، ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، جو بچے نماز پڑھتے ہوں، تو نماز کے احترام کی بنا پر ان کے سامنے سے گذرا نہ جائے۔

و قالوا ثواب الطفل للطفل يُحصر . (رد المحتار: ۴۳۰/۶، مکتبه سعيد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۸/۱۲/۲۱ء

(۵۰۱) نمازی کے سامنے اونچا برآمدہ ہو، تو اس کے اوپر سے گذرنے کا حکم شرعی

سوال: مسجد کا جماعت خانہ اور برآمدہ اونچا ہے، اس کے بعد کھلا صحن ہے، جو جماعت خانے سے نیچا ہے، تو صحن میں نماز پڑھنے والے کے سامنے برآمدے سے گذر سکتے ہیں یا نہیں؟ نمازی کے سامنے سے گذرنے کا کیا گناہ ہے، اور اس کے متعلق کیا وعید وارد ہوئی ہے؟

جواب: نمازی اور سامنے سے گذرنے والے کے بیچ میں کوئی ستون ہو، یا کوئی شخص بیٹھا ہو، یا سترہ قائم کیا ہو، تو سترہ کے آگے سے گذرنا جائز ہے۔

فإن كان في المسجد إن كان بينهما حائل كإنسان أو اسطوانة لايكره .
(الفتاوى الهندية: ۱۰۴/۱)

مصلی کے سامنے سے گذرنا سخت گناہ ہے، اگر مصلی نیچی جگہ پر نماز پڑھ رہا ہے، اس کے سامنے اونچی جگہ سے کوئی گذرے تو وہ جگہ اتنی اونچی ہو کہ سامنے سے گذرنے والے کے بدن کا کوئی بھی حصہ مصلی کے بدن کے ساتھ نہ لگے، (دونوں کے جسم کے اعضاء ایک دوسرے کے

مقابل نہ ہوتے ہوں) تو درست ہے، مگر مصلی کے سامنے کی اونچی جگہ سے گذرنے میں عام طور پر ایسا نہیں ہوتا جیسے سوال میں لکھا ہے، کہ صحن سے برآمدہ دوزینے کے برابر اونچا ہو، تو صحن میں نماز پڑھنے والے کے سامنے برآمدہ سے گذرنا جائز نہیں، بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔(عمدۃ الفقہ :۲/۲۷۶)

فان كان المصلى علي دكان و يمر الآخر أمامه تحت دكان .

(شرح الوقاية : ١/١٦٦)

ان المرور بين يدى المصلى من الكبائر . (عينى : ۴/۲۹۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے کا گناہ کوئی جان لے تو وہ گذرنے کے بجائے ایک سو سال تک کھڑا رہنا بہتر سمجھے گا، عمداً گذرنے والے قیامت کے تمنا کرے گا کہ کاش میں دنیا میں خشک درخت ہوتا، ایک اور حدیث میں ہے پاؤں ٹوٹ جانے کو پسند کرے گا۔

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لـو يـعلم احدكم ما له فى أن يمر بين يديه اخيه معترضا فى الصلوة كان لأن يقيم مأةَ عام خير له من الخطوة التي خطأ رواه ابن ماجه . (مشكوة المصابيح : ۷۴)

مصلی کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھے کہ سامنے سے گذرنے والے کو تکلیف نہ ہو، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: سامنے سے گذرنے سے مصلی کی نماز کا بھی ثواب کم ہو جاتا ہے۔(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:۴/۲۹۴)

اگر کوئی مسجد کبیر (چالیس گز، یعنی ساٹھ فٹ لمبی اور ساٹھ فٹ چوڑی اس کو شریعت میں مسجد کبیر کہتے ہیں) یا صحراء میں نماز پڑھتا ہو تو مصلی جس جگہ پر سجدہ کرتا ہے، اس کے بعد کی جگہ سے گذرنا جائز ہے، سجدہ کی جگہ کے اندر سے گذرنا حرام ہے، اور جو مسجد صغیر ہے تو نمازی کے آگے کے کسی بھی حصے سے گذرنا جائز نہیں۔

ولا يـفسـدهـا .... مـرور مـار فـي الـصـحـراء أو في مسجد كبير بموضع سجوده أي من موضع قدمه إلي موضع سجوده، في الأصح هوما إختاره

شمس الائمة و قاضيخان و صاحب الهداية و استحسنه في المحيط و صححه الزيلعي ......(فی)..(مسجدٍ) صغير..... (مطلقًا) و هو أقل من ستين ذراعاً و قيل من أربعين وهو المختار كما أشار اليه في الجواهر قهستانی .

(الدر المختار مع الشامی : ۶۳۴/۱، مكتبه سعيد)

المسجد الصغير هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين ذراعاً وهو المختار . (عمدة الرعاية : ۱۶۶/۱)

نماز پڑھنے والا راستے میں کھڑا ہو جائے تو نمازی اور گذرنے والا دونوں گنہگار ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: نمازی کے سامنے سے گذرنے والا اگر اس کا گناہ کو معلوم کرلے تو وہ اس بات کو پسند کرے گا گذرنے کے بجائے پاؤں ٹوٹ جاتا، حضرت عبداللہ بن مسعو درضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: کہ مصلی کے سامنے سے گذرنے سے نصف ثواب کم ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:۲۹۴/۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۰۲) نماز کے لیے جگہ متعین کرلینا

سوال: نماز کے لیے جگہ متعین کرلینا کہ ایک ہی جگہ نماز پڑھے شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے ایک ہی جگہ متعین کرلینے سے منع فرمایا ہے، عبدالرحمٰن بن شبل بیان کرتے ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ جس طرح اونٹ اپنے بیٹھنے کی جگہ متعین کرلیتا ہے اس طرح کوئی شخص نماز کے لیے مسجد میں کوئی جگہ متعین کرلے۔

عن عبد الرحمن بن شبل قال نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نقرت الغراب و افتراش السبع وأن يوطن الرجل المكان فى المسجد كما يوطن البعير . (السنن لابی داؤد:۱۲۵)

اس لیے کہ ایک ہی جگہ نماز پڑھنے کی عادت ہوجائے گی اور دوسری جگہ نماز پڑھنا مشکل ہوجائے گا۔

لہٰذا مسجد میں نماز کے لیے ایک ہی جگہ متعین نہیں کرلینا چاہیے، اس لیے کہ ایک ہی جگہ نماز پڑھنے کی عادت بنالینے سے دوسری جگہ دل نہیں لگے گا۔

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم .... وأن يوطّن الرجل المكان فى المسجد كما يوطّن البعير . (مشکوۃ المصابیح :۸۴)

و يكره أن يتخذ في المسجد مكاناً معيناً يصلى فيه لان العبارة تصير له طبعاً فيه و تثقل فى غيره والعبادة اذا صارت طبعاً فسبيله الترك .

(مرقاۃ المفاتیح : ۵۵۳/۱)

(وتخصيص مكان لنفسه)لانه يخل بالخشوع،كذا فى القنية: اى لانه اذاإعتاده ثم صلى فى غيره يبقى با له مشغولا بالأول، بخلاف ما اذا لم يألف مكانا معيناً. (شامی : ۶۶۲/۱، مکتبہ سعید)

البتہ اگر کوئی شخص مسجد میں پہلے سے آکر بیٹھا ہواس کے بعد کسی ضرورت کے لیے جانا پڑے اور اپنی واپس آنے کی علامت کے طور پر کوئی رومال رکھ کر جائے تو وہ شخص اپنی پہلی جگہ کا حقدار ہے۔ اگر اس کے جانے کے درمیان اس کی جگہ پر دوسرا شخص بیٹھ گیا تو اس کو اس جگہ سے اٹھا سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص ایک جگہ پر نماز کے لیے پہلے سے بیٹھا ہو تو بعد میں آنے والے کا اس کو اس جگہ سے اٹھانا درست نہیں۔

وليس له إزعاج غيره منه .... و ينبغى تقيده بما إذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة، كما لو قام للوضوء و لا سيما اذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده.

(شامی : ۶۶۲/۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصلِ سوم

امام اور مقتدی کے درمیان کا فاصلہ اور صفوں کو ملانا

(۵۰۳) مسجد سے الگ کمرے میں امام کی اقتدا کرنا

سوال: ہماری مسجد کے متصل ایک مکان ہے نماز کے وقت مسجد بھر جاتی ہے، تو کچھ لوگ مسجد سے متصل مکان کے کمرے میں مسجد کے امام کی اقتدا کر سکتے ہیں؟

جواب: مسجد کے جماعت خانے میں جہاں جماعت ہو رہی ہو، مسجد کے متصل کمرے میں جہاں مسجد کے امام کی تکبیر کا آواز پہنچتا ہو، مسجد اور کمرے کے درمیان راستہ نہ ہو، تو کمرے میں کھڑے رہ کر مسجد کے امام کی اقتدا کر سکتے ہیں، اگر مسجد اور کمرے کے درمیان راستہ ہو تو کمرے میں کھڑے رہ کر مسجد کے امام کی اقتدا نہیں کر سکتے۔ (رد مختار:۱/۵۸۶، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

(۵۰۴) مقتدی کا امام سے اونچی جگہ پر نماز پڑھنا

سوال: امام کے پیچھے ایک دو صف کے بعد زمین کی ایک دو بالشت اونچی ہے، یعنی دو صف کے بعد کے مقتدی ایک دو بالشت امام سے بلندی پر ہوتے ہیں، تو مقتدیوں کی نماز ہو گی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں اگر بعض مقتدی امام کے ساتھ ہو اور بعض بلند جگہ پر ہو تو اس طرح نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی، نماز صحیح ہو گی۔

فان انفرد الامام عن القوم بالمکان الاسفل اختلف المشائخ فيه ای فی کراهة انفراده به و ظاهر الرواية الكراهة لان فيه ازدراء بالامام حيث ارتفع كل الجماعة فوقه بخلاف ما إذا كان بعضهم معه. (کبیری :۳۴۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٥٠٥) دوصفوں کے درمیان میں جگہ خالی رہنا

سوال: حوض کے اوپر جو جگہ بنائی جاتی ہے اس کے اوپر جماعت سے نماز ادا کر سکتے ہیں اور اس طرح تمام مصلی نہ آسکتے ہو، تو تھوڑے دور حوض سے نیچے کھڑے رہ سکتے ہیں کہ یہ حوض اور مصلی کے درمیان میں تین فٹ کے برابر جگہ خالی رہتی ہے، تو نماز میں کوئی حرج آئے گا؟

جواب: اگر کسی عذر کی بنا پر مسجد کے جماعت خانے کے علاوہ حوض کے تخت پر جماعت کی جائے اور پورا تخت نمازیوں سے بھر جانے کی بنا پر کچھ لوگ تخت کے نیچے نماز ادا کرے تو ان کی نماز صحیح ہو جائے گی مگر بغیر وجہ کے درمیان میں جگہ نہ چھوڑنی چاہیے، بغیر کسی علت کے درمیان میں جگہ چھوڑ کر الگ صف بنانے سے یہ الگ صف میں کھڑے رہنے والوں کی نماز مکروہ ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٥٠٦) مدرسے میں کھڑے رہ کر مسجد کے امام کی اقتدا کرنا

سوال: ایک مسجد سے مدرسہ دوسو فٹ دور ہے درمیان میں راستہ ہے مسجد چھوٹی ہونے کی بنا پر بعض لوگ مسجد میں اور بعض لوگ مدرسہ میں مسجد کے امام کے پیچھے تراویح کی نماز ادا کرتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: مسجد اور مدرسے کے درمیان سڑک (Road) ہے، اور مسجد کی جماعت کے وقت درمیان میں سڑک کی جگہ خالی رہتی ہے، اور مسجد کی جماعت کی صفوں کے ساتھ مدرسے کے جماعت کی صفیں ملی ہوئی نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں مسجد میں جو جماعت ہو رہی ہے اس امام کے پیچھے مدرسے میں رہ کر اقتدا کرنا درست نہیں ہے۔

(ویمنع من الاقتداء)..... (طریق تجری فیہ عجلۃ) آلۃ یجرھا الثور (او نھر تجری فیہ السفن).

(در مختار مع الشامی: ١/٥٨٤، ٥٨٥، مکتبہ سعید، بدائع الصنائع: ١/١٤٥) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۰۷)امام اور مقتدی کے درمیان دوصف کی جگہ خالی رہنا،اوراس مسئلہ میں مسجد صغیراور مسجد کبیر کے حکم میں فرق

سوال: ہم نے سنا ہے کہ مسجد چاہے صغیر ہو یا کبیر مقتدی باجماعت نماز پڑھتے وقت مسجد کے کسی بھی حصہ میں نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی، بہشتی زیور میں لکھا ہے: اگر مسجد بہت بڑی ہو،اسی طرح اگر گھر بہت بڑا ہو، یا جنگل ہو اور امام مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دوصفیں ہوسکے تو یہ دونوں مقام (یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے) مختلف سمجھے جائیں گے۔اوراقتدا درست نہ ہوگی تو اس مسئلہ کی وضاحت کریں؟

جواب: بہشتی زیور کا مسئلہ اس کی جگہ پر بالکل صحیح ہے،اگر جنگل،کھیت (کھلی جگہ) میں باجماعت نماز پڑھی جائے،اور درمیان میں دوصفوں کا فاصلہ چھوڑ کر کسی نے اس امام کی اقتدا کی تو یہ اقتدا صحیح نہ ہوگی، مسجد کبیر اور بڑے مکان بھی یہی حکم ہے، مختار مذہب کے بہ موجب جو مسجد چالیس گز (ساٹھ فٹ) ہو اسے مسجد کبیر کہتے ہیں،اور جو مسجد چالیس گز نہ ہو وہ مسجد صغیر کے حکم میں ہیں،لہٰذا آپ نے جو سنا ہے وہ مسجد صغیر کے لیے ہیں،اور بہشتی زیور میں جو لکھا ہے وہ مسجد کبیر کے لیے ہیں۔

مسجد صغیر جو چالیس گز سے کم ہو وہ ایک جگہ کے حکم میں ہے،اس میں فاصلہ ہونے کے باوجود درست ہے۔

(ويـمـنـع من الاقتداء).... (طريق تجرى فيه عجلة)....(او نهر تجرى فيـه السفن)..... (أو خلاء) أى فضاء (في الصحراء) أو فى مسجد كبير جدا.. (يسـع صـفيـن)فـأكثر.............وفى الشامى وأن المختار فى تقدير الكبيرة أربـعـون ذراعـاً............. فـإن الـمسـجـد مـكـان واحد، و لذا لم يعتبر فيه الفصل بالخلاء إلا إذا كان المسجد كبيرا جدا .

(الدر المختار مع الشامى: ۱/۵۸۴/۵۸۵/۵۸۶، مكتبه سعيد) فقط

والله اعلم بالصواب

(۵۰۸) جگہ نہ ہونے کی بنا پر مقتدیوں کی صف امام کی صف کے ساتھ کر دینا

سوال: ہمارے یہاں جامع مسجد میں جمعہ کے دن لوگ زیادہ ہونے کی بنا پر امام والی پہلی صف کو بڑھا دیا جاتا ہے، اور امام پہلی صف سے ایک ہی قدم آگے کھڑا رہتا ہے، جس کی وجہ سے پہلی صف والوں کا سجدہ امام کے پیچھے نہیں ہوتا صرف ایک قدم کا فاصلہ رہتا ہے تو اس طرح کھڑے رہنے سے پہلی صف والوں کی نماز ادا ہوگی؟

جواب: امام کے پیچھے مقتدی کے کھڑے رہنے میں کتنا فاصلہ ہونا چاہیے اس کی کوئی حد متعین نہیں، البتہ امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا جائے کہ رکوع سجدے میں جاتے وقت مقتدی کا سر امام کے ساتھ نہ ٹکرائے، مگر مصلی زیادہ ہونے کی بنا پر اتنا فاصلہ بھی نہ رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں، اتنا ضروری ہے کہ امام کے پاؤں کے پیچھے مقتدی کھڑے رہیں، اگر مقتدی کے پاؤں کا اکثر حصہ امام سے آگے بڑھ جائے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی، اور اگر مقتدی کے پاؤں کا اکثر حصہ آگے نہ بڑھ جائے تو صحیح قول کے بہ موجب مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

فاالأصح ما لم يتقد م أكثر قد م المؤتم لا تفسد .

(ردالمحتار: ۱/۵۶۷، مکتبہ سعید)

سوال میں امام اور مقتدی کے کھڑے رہنے کی جو کیفیت تحریر کی ہے، کہ مقتدیوں سے امام ایک ہی قدم آگے رہتا ہے، اور سجدہ امام سے بالکل پیچھے نہیں ہوتا تو بھی نماز درست ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۶ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

(۵۰۹) دوسرے کمرے میں امام کی اقتدا کرنا

سوال: مدرسے کے عبادت خانے میں باجماعت نماز پڑھنے کا اتفاق ہو، جس میں دو کمرے ہو، ایک کمرے میں جگہ کی کمی ہونے کی بنا پر دوسرے کمرے میں امام کی اقتدا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

دوکمروں کے درمیان میں دروازہ نہیں بل کہ دیوار ہو،تو دوسرے کمرے میں امام کی اقتدا درست ہے؟

جواب: امام کے پیچھے نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے امام کی حالت سے مقتدی بے خبر نہ رہے، بل کہ امام کی تکبیر کی آواز سے یا مکبر کی آواز سے مقتدی امام کی حالت سے واقف رہے ،توصحیح قول کے بہ موجب امام کی اقتدادرست ہے،لہٰذا جس کمرے میں اقتدا کی جائے اس کے اور جس کمرے میں امام کھڑا ہو دونوں کے درمیان دیوار ہے،تو امام کی اقتدادوسرے کمرے میں کھڑے رہ کر کرنے میں امام کے رکوع سجدے کی حالت تکبیر کی آواز کے ذریعہ مقتدیوں کو پہنچتی ہو، اوران تکبیروں کی آواز پہنچنے کی بنا پر مقتدی سے امام کی حالت پوشیدہ نہ رہے،توامام کی اقتدا کرنا درست ہے۔

(والحائل لا يمنع) الاقتداء (إن لم يشتبه حال إمامه) بسماع أو رؤية ولو من باب مشبک يمنع الوصول في الأصح . (شامی : ۱/۵۸۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۱۰)امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ۔۔۔

سوال: امام کے ساتھ مقتدی ایک بالشت پیچھے ہٹ کر کھڑا رہے تو اس کا کیا حکم ہے،خصوصا بغیر عذر کے،اگر کسی سبب سے مقتدی منبر والی صف میں کھڑے رہیں اور امام اور منبر کے درمیان میں جو جگہ خالی رہتی ہے اس جگہ پر بھی کوئی شخص کھڑا رہے تو کیا نماز میں کراہت آئے گی؟

جواب دومقتدی ہوں تو مقتدی کو امام کے پیچھے اس طرح کھڑا رہنا چاہیے کہ رکوع وسجدے میں جاتے وقت امام سے نہ ٹکرائے،اگر امام کے داہنی یا بائیں طرف کھڑے رہیں گے تو نماز مکروہ ہوگی۔

ولو كانوا جماعة فينبغي للإمام أن يتقدم ولو لم يتقدم إلا أنه أقام على ميمنة الصف أو على ميسرته أوقام فی وسط الصف فانه يجوز و يكره .

(البحر الرائق : ۱/۳۵۲)

امام کے پیچھے مقتدی کندھے سے کندھا ملا کر اس طرح کھڑے رہے کہ دو مقتدیوں کے درمیان جگہ خالی نہ رہے، البتہ مصلی زیادہ ہوں اور پیچھے کے حصہ میں صف نہ ہو سکتی ہو، اور منبر والی صف میں کھڑے رہنے سے درمیان میں منبر کا فاصلہ رہے تو ضرورۃ نماز میں کراہت نہ آئے گی۔

وینبغي أن یامرهم بان یتواصوا و یسدوا الخلل و یسووا مناکبهم .

(الدر المختار مع الشامی : ۱/۵٦۸، مطلب هل الإساء ة دون الکراهة أو أفحش منها؟)

وینبغی للقوم اذا قاموا إلی الصلاۃ أن یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا بین مناکبهم فی الصفوف .

(الفتاوی الهندیة: ۱/۸۹، الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام والمأموم)

لا ینقطع بالمنبر الذی هو داخلها فیها یظهر .

(شامی : ۱/۵٦۹، مطلب فی الکلام علی الصف الأول) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۱۱) آدھے مقتدی امام کے ساتھ اوپر کے حصہ میں نماز پڑھے اور آدھے مقتدی نیچے کے حصہ میں نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوگی

سوال: ہماری مسجد مصلیوں کے لیے چھوٹی پڑتی ہے، مسجد دو منزلہ ہے، نیچے بھی مسجد کا حصہ ہے صرف اوپر کے منزلہ میں نماز پڑھیں تو تمام مصلی سما سکتے تو امام صاحب کچھ مصلیوں کے ساتھ اوپر کے منزلہ میں نماز پڑھے، اور باقی مصلی نیچے کے حصہ میں نماز پڑھے تو نماز ادا ہو جائے گی، یا کچھ کراہت آئے گی؟

جواب: امام صاحب مقتدیوں کے ساتھ اوپر کے حصہ میں نما پڑھے، اور جگہ نہ ہونے کی بنا پر باقی مقتدی نیچے کے حصہ میں نماز پڑھے تو کوئی کراہت نہیں۔

لو کان معه بعض القوم في الأصح، قال الشامی: (کما لو کان الخ) محترز انفراد الامام علی الدکان قال فی البحر: قید بالانفراد، لأنه لو کان بعض القوم مع الإمام، قیل یکره، و الأصح لا و به جرت العادة فی جوامع المسلمین .

(الدرالمختار مع الشامی: ۱/۶۴۷، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

مسبوق اور لاحق کا بیان

(۵۱۲) امام سجدے میں ہو تو آنے والا کیا کرے؟ امام کے ساتھ رکوع کب معتبر ہوگا؟

سوال: باجماعت نماز ہوتی ہو، اور امام سجدے میں ہو، تو آنے والا شخص کیا کرے سجدے میں شریک ہوجائے یا امام کے قیام کا انتظار کرے؟

جواب: باجماعت نماز ہورہی ہو تو ابھی نماز کے لیے وضو کرکے آنے والا شخص امام جس حالت میں ہو آنے والا امام کے ساتھ اس حالت میں شریک ہوجائے ، اگر امام پہلے سجدے میں ہو یا دوسرے سجدے میں ہو، امام کے قیام کا انتظار کیے بغیر امام کے ساتھ سجدے کی حالت میں شریک ہوجانا چاہیے، امام کے ساتھ رکوع ملا تو رکعت ملی، اور اگر رکوع نہ ملا تو رکعت معتبر نہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو سجدے میں شریک ہوجاؤ اور سجدہ ملنے سے پوری رکعت ملی یوں نہ سمجھو کہ پوری رکعت مل گئی، البتہ جس رکعت کا رکوع مل گیا تو رکوع ملنے سے وہ رکعت ملی یہ شمار ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا جئتم إلى الصلوٰة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً ومن أدرك الركعة (أي الركوع) **فقد أدرك الصلوٰة** (أي تلك الركعة) . (السنن لابی داؤد: ۱۲۹)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : جب کوئی شخص نماز کے لیے آئے تو امام جس حالت میں ہو اس حالت میں امام کی اقتدا کرے امام رکوع میں ہو ایسی حالت میں کوئی شخص جماعت میں شریک ہوا تو امام کے رکوع سے کھڑے ہونے سے پہلے آنے والا اللہ اکبر کہہ کر اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دیئے، تو رکوع معتبر ہوگا ، چاہے امام کے اٹھ جانے کے بعد رکوع میں برابر اطمینان حاصل کیا ہو۔ (منہل) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۱۳) امام کے ساتھ رکوع سجدہ ادا کرنا رہ گیا

سوال: تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب نے سجدۂ تلاوت نہ کیا، مگر جو لوگ آیتِ سجدہ جانتے تھے، وہ امام کے ''اللہ اکبر'' کہتے ہی سیدھے سجدہ میں چلے گئے، اور امام صاحب رکوع میں رہے، اس کے بعد امام صاحب نے ''سمع اللہ لمن حمدۃ'' کہا اس کے بعد سجدہ میں گئے، تو اب جو لوگ آیتِ سجدہ پر سجدہ میں چلے گئے تھے، وہ کیا کریں؟ سجدہ سے کھڑے ہوکر پہلے رکوع کرے پھر امام صاحب سجدہ کی حالت میں ملیں گے کہ نہیں؟ اور اگر امام صاحب سجدہ میں نہ ملے تو کیا دونوں سجدہ پورے کرکے اکیلے سلام پھیر کر نماز ختم کریں یا کیا کریں؟

جواب: امام کے ساتھ پہلے سے نماز میں شامل ہوا اور مقتدی نے امام کے ساتھ رکوع نہ کیا، تو پہلے رکوع کرلے، اس کے بعد امام صاحب کے ساتھ نماز میں شامل رہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں جو رکوع سجدہ امام کے ساتھ ادا کرنا رہ گیا، اس کو پہلے ادا کریں پھر امام کے ساتھ شامل ہو، اگر امام کے ساتھ جو رکوع سجدہ باقی رہ گیا، اس رکوع، سجدہ کرنے کے درمیان امام سلام پھیر دیں، تو یہ مقتدی اپنی نماز اکیلا ادا کرلے۔

ويبدأ بقضاء مافاته .... ثم يُتابع إمامه إن أمكنه إدراكه وإلا تابعه .

(شامي: ۱/۵۹۵، مكتبه سعيد، بهشتي زيور : ۱۱۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۶/ رجمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

(۵۱۴) مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو۔۔۔

سوال: مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

جواب: مسبوق امام کی سلام سے پہلے یا بالکل سلام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس وقت مقتدی کے حکم میں شمار ہوتا ہے، لہٰذا سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، اور اگر امام کے سلام کے بعد سلام پھیری تو یہ منفرد کے حکم میں ہے، لہٰذا سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

ولو سلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو، لأنه منفرد في هذه الحالة و إلا لا .

(شامی : ۱/ ۵۹۹، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۱۵) مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد کیا پڑھے؟

سوال: مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد کیا پڑھے؟

جواب: مذکورہ مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں: تشہد کو بار بار پڑھے، بعض کہتے ہیں، کلمہ شہادت کو بار بار پڑھتا رہے، بعض کہتے ہیں تشہد کے بعد خاموش بیٹھا رہے، سب سے بہتر قول یہ ہے کہ تشہد اس طرح اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، کہ امام کے سلام پھیرنے تک تشہد ختم ہو، پھر اگر امام کی سلام سے پہلے تشہد ختم ہو جاوے تو مسبوق کو اختیار ہے، مندرجۂ بالا صورتوں میں سے جو مناسب لگے اس کو اختیار کرے۔ (غنیۃ المتملی: ۴۱۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۱۶) مسبوق قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات پڑھے

سوال: فرض نماز کی چار رکعت ہو رہی ہو، دو رکعت کے بعد امام کے پیچھے کوئی شامل ہو، اور امام کا قعدۂ اخیرہ ہو تو مسبوق التحیات پڑھے یا درود شریف اور دعاء ماثورہ پڑھے؟

جواب: مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات پڑھے، التحیات کی بعد کی دعائیں مسبوق پر نہیں ہے، مسبوق التحیات اس طرح اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے امام کے سلام پھیرنے کے وقت التحیات ختم ہو۔

أنّ المسبوق..... إذا أتم التشهد لا يشتغل ما بعده من الدعوات ..... والصحيح أن المسبوق يترسل في التشهد حتى يفرغ عند سلام الامام .

(الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۹۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۸ / ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

(۵۱۷) مسبوق امام کے دونوں سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو

سوال: مسبوق اپنی باقی نماز امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرنے کے لیے کب کھڑا ہو؟ ایک سلام کے بعد یا دونوں سلام کے بعد؟

جواب: مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی نماز ادا کرنے کے لیے امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو، ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ امام پر سجدۂ سہو واجب ہو، اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے، تو ایک سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے تو سجدۂ سہو کے لیے واپس آنا پڑے گا، تو اس میں امام کے خلاف کرنے والا شمار ہوگا، لہٰذا امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑا ہو۔

وينبغي للمسبوق أن يمكث ساعة بعد سلام الامام لجواز أن يكون على الامام سهو . (الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۲۸)

وينبغي أن يصبر حتى يفهم أنه لا سهو على الامام .

(رد المحتار: ۱/۵۹۷، مكتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

۱۴/ جمادی الثانی/۱۴۲۲ھ

(۵۱۸) لاحق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو۔۔۔امام نے سجدۂ سہو کے لیے سلام پھیرا اور لاحق نے بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دی تو اس کا کیا حکم ہے

سوال: (۱) لاحق نے امام کے ساتھ ایک طرف سلام پھیر دیا اس کے بعد اپنی باقی نماز کے لیے کھڑا ہوا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے؟

(۲) اور امام نے سجدۂ سہو کے لیے سلام پھیرا تو امام کے ساتھ لاحق بھی ایک طرف سلام پھیر دے تو اس صورت میں لاحق پر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

نوٹ: دوسری صورت میں سلام پھیرنا سجدۂ سہو کے لیے سلام کے ساتھ ہے، اور پہلی صورت میں سلام پھیرنا نماز کے ختم کرنے کے لیے ہے۔

جواب: (۱-۲) لاحق مقتدی کے حکم میں ہے، اور امام کا سجدۂ سہو کے لیے سلام پھیرنے پر لاحق نے سلام پھیرا تو لاحق پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا۔

و حكمه كمؤتم فلا يأتي بقرائة و لا سهو.

(در مختار مع الشامی : ۱/۵۹۵ مکتبہ سعید)

فالـلاحق و ان لـم يكن له امام حقيقة فله امام حكماً.... حتى يثبت له احكام المقتدين كحركة القرأة و نحوها . فلا ياتى بسجدة سهو . الخ .

(شرح الوقایۃ : ۱/۱۷۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۱۹) اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو۔۔۔امام نے سجدۂ سہو کے لیے سلام پھیرا تو مسبوق سلام پھیرے یا نہیں؟

سوال: ایک امام صاحب نے مسئلہ بیان کیا کہ امام سجدۂ سہو کے لیے ایک طرف سلام پھیرے اور مسبوق نے بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور ایک مسئلہ یہ بھی بیان کیا کہ مسبوق امام کے ساتھ سہو سلام پھیر دے تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، اور اس کی نماز ادا ہو جائے گی، تو پہلی صورت میں نماز کیوں فاسد ہو جائے گی؟

جواب: امام ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو ادا کرے تو مسبوق کو سجدۂ میں امام کی اتباع میں سجدۂ سہو کرنا چاہیے مگر امام کے ساتھ ایک طرف سلام نہ پھیرے اگر مسبوق نے یوں خیال کیا کہ

مجھ پرسلام پھیرنا ضروری ہے عمداً سلام پھیرے تو ایسی صورت میں سلام پھیرنے سے مسبوق کی نماز فاسد ہوجائے گی، البتہ اگر سہواً سلام پھیرے تو نماز فاسد نہ ہوگی، سجدۂ سہو کرنے سے مسبوق کی نماز ادا ہوجائے گی۔

ثم المسبوق إنما يتابع الإمام في السهو لا في السلام فيسجد معه ويتشهد فإذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامدا فسدت والا فلا .

(البحر الرائق : ۲/۱۰۰)

(لو سلم ساهياً) إن بعد إمامه لزمه السهو و إلا ...... قيد به لإنه لم سلم مع الامام على ظن أن عليه السلام معه فهو سلام عمد تفسد .

(رد المحتار: ۱/۵۹۹، مكتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۹/۲/۲۸ء

نواقضِ وضو کا بیان

(۵۲۰) درمیانِ نماز میں ریح خارج ہو جائے تو کیا کرے، وضوٹوٹ جانے کے خوف سے امام سے پہلے سلام پھیر دینا

سوال: زید عشا کی نماز میں ابتدا سے امام کے ساتھ شریک ہوا، قعدہ اخیرہ میں تھا، التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ لی، امام کی سلام سے پہلے ریح خارج ہونے سے وضوٹوٹ گیا تو اب وہ کیا کرے؟ سلام پھیر دے یا امام کی سلام کا انتظار کرے؟ اگر اکیلے سلام پھیر دے تو کیا نماز ادا ہو گئی؟ التحیات پڑھ کر سلام پھیر سکتا ہے؟

جواب: قعدہ میں التحیات کے بعد قبل سلامِ امام وضوٹوٹ گیا، تو فوراً وضو کر لینا چاہیے، اور وضو کے درمیان امام نے سلام نہ پھیری ہو، تو جماعت میں شریک ہو کر امام کے ساتھ سلام پھیر لے، اگر درمیان وضو امام نے سلام پھیر دی، تو دوبارہ نماز پڑھنا افضل ہے۔

و المقتدی یعود إلي مكانه البتة إن لم يفرغ إمامه و إن كان إمامه قد فرغ يتخير كالمنفرد. (كبيرى : ۴۲۶)

التحیات کے مقدار امام صاحب نے قعدہ کر لیا ہو، اس کے بعد وضوٹوٹ جانے کے خوف سے سلام پھیر لیا، تو نماز صحیح ہو جائے گی، مگر بغیر عذر کے امام سے پہلے سلام پھیر دینے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

لو أتم المؤتم التشهد، بأن أسرع فيه و فرغ قبل إتمام إمامه فأتى بما يخرجه من الصلوة كسلام أو كلام أو قيام جاز: أى صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأركان، لأن الإمام وإن لم يكن أتم التشهد لكنه قعد قدره، لأن المفروض من القعدة قدرأسرع ما يكون من قراءة التشهد و قد حصل، وإنما كره للمؤتم ذلك لتركه متابعة الإمام بلا عذر، فلو به كخوف حدث .... فلا كراهة. (شامی : ۱/۵۲۵، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۲۱) وضو ٹوٹ جانے کے خوف سے امام کے سلام پھیرنے سے قبل چھوٹی ہوی رکعت کا ادا کر لینا

سوال: بکر کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہے، قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ بیٹھا اب اس کو خطرہ ہے، اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد چھوٹی ایک رکعت ادا کروں گا، (خروج ریح سے) وضو ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے، تو التحیات پڑھ کر امام کے سلام پھیرنے سے قبل کھڑے ہو کر اپنی باقی ایک رکعت پڑھ سکتا ہے؟ اور اگر بکر اپنی چھوٹی ہوئی ایک رکعت ادا کرنے کھڑا ہوا، اور امام سجدۂ سہو میں گیا تو اب وہ کیا کرے؟

جواب: التحیات کی مقدار امام صاحب نے قعدہ کر لیا، اس کے بعد وضو ٹوٹ جانے کے خطرے سے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑے ہو کر چھوٹی ہوئی رکعت ادا کرے، تو مجبوراً ایسا کرنا درست ہے، بغیر عذر کے امام کے سلام پھیرنے سے قبل کھڑا ہونا جائز نہیں، نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

ولو قام قبل السلام هل يعتد بأدائه، إن قبل قعود الإمام قدر التشهد لا، وإن بعده نعم. وكره تحريماً إلاّ لعذر: كخوف حدث .

(در مختار مع الشامی : ۱/۵۹۸، مکتبہ سعید)

چھوٹی ہوئی رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوا اور امام سجدۂ سہو ادا کرے، تو واپس آ کر امام کے سجدۂ سہو ادا کرنا چاہیے۔

(لو قام إلى قضاء ما سبق به و على الإمام سجدتا سهو) ولو قبل اقتدائه (فعليه أن يعود) . (در مختار مع الشامی : ۱/۵۹۷، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱/۶/۱۹۷۰ء

(۵۲۲) درمیانِ نماز وضوٹوٹ جائے تو کیا کرے، خلیفہ کس طرح متعین کرے

سوال: نماز میں امام کا وضوٹوٹ جائے کیا کرے؟ اپنی جگہ خلیفہ متعین کرے تو کونسا طریقہ اختیار کرے؟ خلیفہ پہلی صف میں سے متعین کرے؟ باقی رکعتیں اور قرأت کے لیے خلیفہ کو کس طرح سمجھائے؟

جواب: درمیان نماز امام کا وضوٹوٹ جائے تو افضل یہ ہے کہ امام اور مقتدی نئے سرے سے نماز پڑھے، پھر بھی امام اپنی جگہ خلیفہ متعین کرنا چاہیے، تو متعین کرسکتا ہے۔

جہاں سے امام کی نماز باقی ہو، وہاں سے نماز شروع کی جائے، خلیفہ بنانے کے لیے کچھ شرائط ہیں: (۱) اصل امام کا مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے نماز پڑھانے کے لیے خلیفہ کا امام کی جگہ پہنچ جانا چاہیے۔ (۲) خلیفہ میں امام کی لیاقت ہو، یعنی بالکل جاہل بھی نہ ہو، نابالغ بچہ بھی نہ ہو۔

وظاهر كلام المتون أن الاستيناف أفضل في حق الكل.....

(البحر الرائق : ۱/ ۳۶۹)

و شـرط جــواز صـلاة الخليفة و القوم أن يصل الخليفة إلى المحراب قبل أن يخرج الإمام عن المسجد . (فتح القدير : ۱/ ۳۳۰)

امام اپنی نماز پڑھانے کے لیے خلیفہ متعین کرنے کے لیے کپڑا پکڑ کے یا ہاتھ پکڑ کے یا اشارے سے آگے کردیا جائے۔

استخلف بان ياخذ بثوب رجل الى المحراب أو يشير إليه ...... وله أن يستخلف ما لم يخرج من المسجد . (فتح القدير : ۱/ ۳۲۹)

باقی رکعتوں کے لیے امام انگلی کے اشارے سے سمجھادے، ایک رکعت باقی ہو تو ایک انگلی سے دو رکعت باقی ہو تو دو انگلی سے اشارہ کرے اور قرأت کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ کر سمجھائے رکوع کے لیے گھٹنے پر اور سجدہ کے لیے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سمجھائے، اگر امام سورۂ فاتحہ پڑھتا ہو اور ختم سے پہلے وضوٹوٹ جائے، جس آیت پر وضوٹوٹ گیا اس سے پہلے کی ایک آیت زور سے پڑھ دے

اگرسورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت امام نے پڑھ لی ہو،تو خلیفہ امام کی جگہ آ کر رکوع سے نماز شروع کرے یعنی پہلے رکوع ادا کرے،امام کے بالکل پیچھے پہلی صف میں مؤذن کے دائیں بائیں کوئی نماز پڑھا سکے ایسا شخص نہ ہو،تو دوسری یا تیسری صف میں سے جو امام کے بالکل سیدھ میں ہو،اور نماز پڑھانے کے صلاحیت رکھتا ہو،ایسے شخص کو نماز پڑھانے کے لیے خلیفہ متعین کیا جائے۔

(استخلف) أی جاز لہ ذالک...... باشارۃ أوجر لمحراب، ولو لمسبوق، و يشير بأصبع لبقاء ركعة، و بأصبعين لركعتين، و يضع يده علي ركبته لترک ركوع، وعلي جبهته لسجود، و علی فمه لقراءةٍ .

(رد المحتار : ۱/ ۶۰۱، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۸/۱۲/۲۱ء

(۵۲۳) نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو مسجد سے کس طرح نکلے

سوال: باجماعت نماز پڑھتے ہوئے اگر درمیان نماز وضوٹوٹ جائے تو صف سے کس طرح نکلنا چاہیے؟

جواب: اگر درمیان نماز وضوٹوٹ گیا،خون نکلنے یا قے ہونے سے،تو منہ پر ہاتھ رکھ کر صف سے نکل جائے،جس سے دیکھنے والے کو قے ہونے یا ناک میں سے خون نکلنے کا اشارہ ہوگا،اور ریح کے خارج ہونے سے وضوٹوٹ جائے تو نماز پکڑ کر نکل جائے۔

إذا صلّی أحدكم فقاء أو رعف فليضع يده علی فمه يشير الی القیء والرعاف . (هداية مع حاشيته: ۱/ ۱۰۸، ۱۰۹)

اذا صلی احدكم فأحدث فليمسک علی انفه ثم لينصرف .

(ابن ماجة : ۸۵، باب ما جاء فيمن أحدث فی الصلوٰة كيف ينصرف)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۲۴) درمیان نماز وضوٹوٹ گیا قریب میں پانی ہونے کے باوجود وضو کرنے کے لیے دور جائے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی

سوال: زید امام ہے درمیان نماز اس کا وضوٹوٹ گیا دوسرے کو خلیفہ بنایا اب وہ کیا کرے؟ کتنے دور تک پانی ہو تو وضو کر کے نماز میں شریک ہوسکتا ہے؟ پہلے کی پڑھی نماز کا کیا حکم ہے؟ وہ باقی رہے گی یا دوبارہ پڑھنا پڑے گا؟

جواب: مذکورہ صورت میں سب سے قریب جگہ میں وضو کر کے نماز میں شریک ہوجائے، اگر قریب میں وضو ہوسکتا ہے اس کے باوجود دور وضو کرنے کے لیے گیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

فلو ذهب للتوضئ إلى موضع أبعد مع تيسيره في موضع اقرب فسدت.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: ۱/۱۵۸، باب الحدث في الصلوٰة)

ولو وجد في الحوض موضعاً للتوضؤ فتجاوز الى موضع ان كان بعذر كضيق المكان الاول يبني و الا فلا .

(فتاویٰ الهندية : ۱/۹۵، الباب السادس في الحدث في الصلوٰة)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۰/۴/۲۰ء

(۵۲۵) امام کا وضوٹوٹ گیا تو اس نے اپنا خلیفہ بنایا تو نماز صحیح ہوگی

سوال: ایک مسجد میں فجر کی نماز کی ایک رکعت نائب امام نے پڑھائی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد امام صاحب کا وضوٹوٹ گیا، فوراً مؤذن صاحب کو آگے کیا، اور وہ سمجھ نہ سکے، لہٰذا اصل امام نے نائب امام کو اشارہ کیا تو امام صاحب نے آگے بڑھ کر دوسری رکعت پوری کرائی، تو مذکورہ صورت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: درمیان نماز وضوٹوٹ جانے سے جن صورتوں میں بناء کرنا درست ہے، ان صورتوں میں خلیفہ بنانا بھی درست ہے، جب تک خلافِ نماز کوئی فعل نہ کیا ہو وہاں تک دوسرے کو خلیفہ بنانا

صحیح ہے، امام وضوٹوٹنے کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے خلیفہ بنا سکتا ہے، امام جب تک مسجد سے نہیں نکلتا امامت پر باقی رہتا ہے، اگر امام خلیفہ بنائے بغیر مسجد سے نکل جائے تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی، ہاں اگر کوئی مقتدی خود آگے بڑھ کر امام کے مسجد سے نکلنے سے پہلے امام کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہوجائے گی۔

فی کل موضع جاز له البناء فللامام ان يستخلف و ما لا يصح له معه البناء فلا استخلاف فيه، .... و له ان يستخلف ما لم يجاوز الصفوف فی الصحراء و فی المسجد ما لم يخرج عنه .... والإمام المحدث على إمامته ما لم يخرج من المسجد أو يستخلف رجلاً ويقوم الخليفة في مقامه .... و إن لم يستخلف الامام و لا القوم حتى خرج من المسجد فسدت صلاة القوم .... و إن تقدم رجل من غير تقديم أحد وقام مقام الامام قبل أن يخرج الامام من المسجد جاز .

(الفتاویٰ الهندية: ۱/۹۵، ۹۶، فتاوی قاضی خان: ۱/۵۶)

إن لجواز البناء ثلاثة عشر شرطاً ..... ولم يفعل منافياً ...

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۵۹۹، ۶۰۰، مکتبه سعيد)

سوال میں لکھا ہے کہ امام صاحب کا وضوٹوٹ گیا تو انہوں نے فوراً مؤذن صاحب کو اشارہ کیا وہ سمجھ نہ سکے تو مسجد سے نکلنے سے پہلے اصل امام صاحب کو اشارہ کیا، تو انہوں نے بقیہ نماز مکمل کی، سوال میں ''فوراً خلیفہ بنانے کی صراحت ہے'' تو مذکورہ بالا فقہاء کی عبارت کے بموجب نماز فاسد نہیں ہوئی، اوراعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ ایسی صورت میں خلیفہ بنانے کے بجائے ازسر نو نماز پڑھ لینا افضل ہے، اس لیے کہ عوام خلیفہ بنانے کے مسائل سے ناواقف ہوتی ہے، ابوحنیفہؒ ثانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں: امام کا وضوٹوٹ جائے تو ازسرِ نو وضو کر کے نماز پڑھائے، بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے، اوراسیناف اولیٰ بھی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲۹۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۰/صفر المظفر/۱۴۱۹ھ

مفسداتِ صلاۃ کا بیان

(۵۲۶) امام وضواور غسل کے فرائض نہ جانتا ہو، تو کیا نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک اٹھارہ (۱۸) سال کا لڑکا امامت کراتا تھا، اس کی جگہ دوسرے کو امام مقرر کیا گیا اس کو پوچھا گیا اور وہ صرف حافظ ہے، جو نماز کے مسائل سے واقف نہیں ہے، وضو اور غسل کے فرائض بھی نہیں جانتا، تو اس کے پیچھے تین سال تک نماز پڑھی تو کیا ان نمازوں کا اعادہ کرنا پڑے گا؟ ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ اعادہ کی ضرورت نہیں، مثال دی کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں ایک شخص آتا تھا، جو سکھوں کی طرح داڑھی چڑھاتا تھا، اس سے پوچھا تو نماز کیوں نہیں پڑھتا؟ تو جواب دیا کہ مجھے داڑھی کھولنے میں تکلیف ہوتی ہے، تو حضرت مولانا تھانویؒ نے بغیر وضو نماز پڑھنے کی اجازت دی، تو جس طرح وضو میں داڑھی کھولنے سے تکلیف کی بناء پر بغیر وضو کے نماز پڑھنے کی اجازت دی، تو اس طرح تین سال کی نماز کا اعادہ کرنے میں تکلیف ہونے کی بنا پر اعادہ نہیں کرنا پڑے گا۔

جواب: شریعت کا مسئلہ ہے، طویل زمانے تک امامت کرانے کے بعد لوگوں کے سامنے کافر ہونے کا اقرار کیا یا عمداً ناپاکی کی حالت میں یا بغیر وضو کے نماز پڑھاتا رہا، تو اس کی اقتدا میں ادا کی ہوئی نمازیں صحیح ہوں گی، اعادہ کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اس کی یہ بات معتبر نہیں مانی جائے گی۔

مذکورہ صورت میں امام نے بحالتِ حدث نماز پڑھانے کا اقرار نہیں کیا ہے، صرف لوگوں کو شک وشبہ ہے، تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح ہوگی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

أمهم زمانا ثم قال إنه كان كافراً او صليت مع العلم بالنجاسة المانعة او بلا طهارة ليس عليهم اعادة لان خبره غير مقبول فى الديانات لفسقه باعترافه

كذا في شرح الهداية لابن الهمام .

(مــرقاة المفاتيح : ۲/۹۷، وكذا في البحر الرائق : ۱/۳۶۶، وكذا في رد المحتار : ۱/۵۵۴، احسن الفتاوی : ۳/۲۷۸)

عالم صاحب نے حضرت مولانا تھانویؒ کی بات دلیل میں پیش کی ہے، یہ دلیل صحیح نہیں، اس میں اصلاح کے لیے کہا گیا، اس کی اصلاح اسی طریقے سے مناسب سمجھی گئی، جیسا کہ اس کا حال اس کے نتیجے سے معلوم ہوا، کہ اس نے اپنی اصلاح کر لی، اور وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۱۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۱۵ھ

(۵۲۷) شافعی مقتدی کے قنوت پڑھنے کے لیے حنفی امام کا قومہ میں تھوڑی دیر ٹھہر جانا

سوال: حنفی امام کے پیچھے شافعی مقتدی کی رعایت کرتے ہوئے (مقتدی دعاء قنوت پڑھ سکے اس خیال سے) حنفی امام تھوڑی دیر قومہ میں ٹھہر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک دعائے قنوت وتر کی نماز میں ہے، فجر کی نماز میں نہیں، لہٰذا شافعی مقتدیوں کا خیال رکھ کر حنفی امام کا فجر کی نماز میں شافعی مقتدیوں کی قنوت کے لیے ٹھہرنا درست نہیں، اس لیے کہ باجماعت نماز میں مقتدیوں کو نماز کے ارکان رکوع، سجدہ وغیرہ میں امام کی اتباع کرنا ضروری ہے، امام کو امام اسی لیے کہا جاتا ہے، کہ مقتدی اس کی اتباع کرے۔

وسمي الإمام إمامًا ليؤتم به و يقتدى به على وجه المتابعة .

(مرقاة المفاتيح : ۲/۹۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے تو فوراً تم اللہ اکبر کہو، جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی فوراً رکوع، سجدہ میں

جاؤ، اگر امام مقتدی قنوت پڑھ سکے اس لیے ٹھہرے، تو ایسی حالت میں امام مقتدیوں کے تابع ہوگا، جو اصولِ امامت کے خلاف ہے، اس لیے کہ مقتدی امام کے تابع ہوتا ہے، نہ کہ امام مقتدی کے تابع ہوتا ہے۔

حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں اگر شافعی مقتدی کا دعائے قنوت چھوٹ جاتا ہو، تو بہتر یہ ہے کہ شافعی امام نماز پڑھائے، اور حنفی مقتدی قنوت پڑھنے کے درمیان خاموش کھڑا رہے۔

فإن قنت الامام يسكت قيل يقف ساكتاً هو الاظهر . (هداية : ١/١٢٥)

اور اگر امام تاخیر کرے گا، تو فرض میں تاخیر کرنے کی بنا پر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۲۸) امام صاحب غلطی سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے، بعض مقتدی بیٹھے رہے

سوال: چار رکعت والی نماز میں امام چوتھی رکعت میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا، مقتدیوں کے "الله اکبر" کہنے کے باوجود نہیں بیٹھا، بعض مقتدی جن کو چار رکعت کا یقین تھا وہ بیٹھ گئے، اور امام نے ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوگی؟

جواب: امام چوتھی رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر کھڑا ہو گیا، اور ایک رکعت پڑھ کر نماز مکمل کی تو کل پانچ رکعت ہوئی، تو چوتھی رکعت پر جو قعدۂ اخیرہ جو فرض ہے وہ رہ گیا، تو امام کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "الامام ضامن" نماز کے صحیح اور فاسد ہونے میں امام مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہے، لہٰذا امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوگی، جو مقتدی بیٹھے رہے اور جو امام کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور امام کے ساتھ پانچویں رکعت ادا کی، اور جو مسبوق ہو، ہر ایک کی نماز فاسد ہوگی، اعادہ کرنا واجب ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۲۹) تیسری رکعت کے قیام میں کھڑے ہوجانے کے بعد قعدۂ اولی میں چلا جانا

سوال: مغرب کی نماز میں امام قعدہ اولی کرنا بھول گیا، اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا، مقتدی کی غلطی بتلانے سے قعدہ میں واپس آ گیا، التحیات پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا، اوراخیر میں سجدۂ سہو کرکے نماز ختم کی، اب بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ قیام جو فرض ہے اس کو چھوڑ کر، قعدہ اولی جو واجب ہے اس کی طرف آنے سے نماز فاسد ہوگئی، اور بعض کا کہنا ہے کہ نماز صحیح ہوگئی، تو مسئلہ کی صحیح نوعیت کیا ہے واضح کریں؟

جواب: مذکورہ صورت میں نماز صحیح ہوگئی، قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ جانے سے قیام میں چلے جانے کے بعد واپس نہ آنا چاہیے تھا، ایسی صورت میں بعض فقہاء نے فسادِ نماز کا حکم دیا ہے، اور بعض نے عدمِ فساد کا، علامہ کمال الدین محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قیام سے قعدہ کی طرف آنے سے صرف ایک قیام کا زائد ہونا لازم آتا ہے، مگر یہ نماز میں مخل نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بات ثابت ہے کہ ایک رکعت سے کم مقدار کی زیادتی مفسدِ صلاۃ نہیں ہے، مگر قعدہ اولیٰ میں جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے، مگر حقیقت ایسی نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں صرف تاخیر ہے، جیسے کسی کو رکوع میں یاد آئے کہ قیام میں سورۃ نہیں پڑھی تو رکوع سے واپس آ کر سورۃ پڑھ لے، تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی قیام سے قعدہ کی طرف جانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اور ساتھ میں سجدۂ سہو بھی کرلیا ہے، تو اب نماز درست ہوگئی، اور یہی حق بات بھی یہی ہے۔

وقیل : لاتفسد لکنه یکون مسیئا و یسجد لتأخیر الواجب و هو الاشبه کما حققه الکمال و هو الحق بحر .

(رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۸۴، باب سجود السهو، مکتبه سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳۰) امام کو متنبہ کرنے کے لیے کھنکھارنا

سوال: امام صاحب نے صلاۃ مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھی، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کا آواز نہیں آیا تو مقتدیوں نے کھنکھارا تو امام صاحب نے سورۃ پڑھی اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر دی، تو ایسی صورت میں نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں امام صاحب کی نماز کی اصلاح کے لیے مقتدیوں نے کھنکھارا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، نماز صحیح ہو جائے گی۔

لو تنحنح ...... ليهتدى امامه الى الصواب لا يفسد .... هو الصحيح .

(عمدة الرعاية على شرح الوقاية: ١/١٦٣، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها)

والله اعلم بالصواب

۱۴/رجب المرجب/۱۴۱۴ھ

(۵۳۱) نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں

سوال: ہمارے وہاں ایک عالم نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات حق اور بالکل صواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہی اصل الأصول ہے، چناں چہ ایک مسئلہ سنیے: نماز پڑھتے ہوئے اگر کوئی بلائے تو نماز چھوڑ کر بلانے والے کے پاس چلے جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، بلکہ ایسا کرنا ہی گناہ ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی نماز پڑھنے والے کو بلائیں اور نمازی نماز چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ اس کا جواب امام قسطلانی شارح بخاریؒ نے جو لکھا ہے وہ یہ ہے فرماتے ہیں: **أنها لا تبطل**. یعنی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

(المواهب اللدنيه: ١/٤١٤)

سبحان اللہ کیا شان ہے ہمارے آقا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ نمازی نماز چھوڑ کر بارگاہِ عالی میں حاضر ہو جائے، تو نمازی کی نماز ٹوٹے گی نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ نمازی نماز میں خدا کے

حضور کھڑا ہوتا ہے، اور جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو یہ حاضری بھی اس کی دراصل خدا ہی کی بارگاہ میں حاضری ہے۔

اب سوال یہ کہ عالم صاحب کے بیان کردہ قول کی حقیقت کیا ہے واضح فرمائیں؟

جواب: اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلائیں، تو بالاتفاق نمازی کو نماز میں جواب دینا ضروری ہے، ابوسعید بن معلیٰ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، تو میں نماز پوری کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عذر کرتے ہوئے کہا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالی نے نہیں فرمایا: **یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا .....** کہ اے ایمان والو تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کو بجالایا کرو، جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں۔ (سورۃ الأنفال:۲۴)

البتہ نماز پڑھنے والے کو بلائے اور نمازی اپنی نماز چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں نماز فاسد نہیں ہوگی، بعض کہتے ہیں جیسے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں: اصل یہ ہے کہ نماز ٹوٹ جائے گی، اس لیے کہ نماز کے درمیان کسی کے ساتھ بات کرنے سے نماز کے فاسد ہونے کا کہا گیا ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی، پھر بھی اس معاملہ میں ہمارے لیے خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے، اس کی گہرائی میں نہیں جانا چاہیے۔

عن أبی سعید بن المعلی قال كنت اصلی فی المسجد فدعانی النبی صلى الله عليه وسلم فلم أجبه ثم أتيته فقلت يا رسول الله! إنی كنت أصلی، قال: الم يقل الله استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم.

قال الطيبی: دل الحديث على أن إجابت الرسول لاتبطل الصلوة كما ان خطابه بقولک السلام عليک أيها النبی لايبطلها الخ.

قال البيضاوي و اختلف فيه فقيل هذا لان اجابته لا تقطع الصلاة فان الصلاة أيضا إجابة وقيل ان دعاء ه كان لامر لا يحتمل التأخير و للمصلى ان يقطع الصلاة بمثله و ظاهر الحديث يناسب الاول، اهـ والاظهر من الحديث ان الاجابة واجبة مطلقا فى حقه صلى الله عليه وسلم كما يفهم من إطلاق الآية أيضا و لا دلالة على البطلان و عدمه و الاصل البطلان لاطلاق الادلة .

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح : ۲/۵۷۹)

علامہ نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بات کی، اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، علامہ نوویؒ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ان هذا خطاباً للنبى صلى الله عليه وسلم و جوابا، وذالك لا تبطل عندنا ولا مسند غيرنا . (فیض الباری شرح بخاری : ۱/۱۹۵)

قال الحافظ فى الفتح ان اجابة النبى صلى الله عليه وسلم فى الصلاة فرض يعنى المرأ بتركه و انه حكم يختص بالنبى صلى الله عليه وسل م على اختلاف عذرهم بعد قولهم بوجوب الاجابة هل تبطل للصلاة ام لا قلت اما عند الحنفية فقال الطحطاوى فى حاشية المراقى الفلاح يعترض على المصلى اجابة النبى صلى الله عليه وسلم واختلف فى بطلانها كذا ذكرة العينى . (بذل : ۲/۲۴۰)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳۲) دائیں یا بائیں طرف عورت نماز پڑھتی ہو تو مرد کی نماز کا حکم

سوال: میرے کمرے میں مجھ سے ایک ہاتھ دور میرے بھائی کی عورت نماز پڑھتی ہے، اور

دوسری جانب میری بہن نماز پڑھتی ہے، اور دونوں کے درمیان ایک صف میں، میں نماز پڑھتا ہوں، تو میری نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر ہر ایک اپنی اپنی جدا جدا نماز پڑھتے ہوں، (با جماعت نماز نہ پڑھتے ہوں) تو ایسی حالت میں دونوں طرف عورتیں کھڑی رہیں، اور درمیان میں مرد کھڑا رہ کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوگی، نماز فاسد نہ ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۱/۴/۲۶ء

(۵۳۳) امام صاحب سہواً پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، ایک مقتدی بیٹھا رہا ـــ

سوال: امام صاحب پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے مقتدیوں نے لقمہ دیا مگر غالب گمان کی بنا پر نہیں بیٹھے اور قعدۂ اخیرہ چھوٹ گیا، مگر ایک مقتدی یقین کی بنا پر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا نہ ہوا، بل کہ بیٹھا رہا اور امام کے ساتھ اس نے بھی سلام پھیرا تو اب سوال یہ کہ اس مقتدی کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں کہ اعادہ کرنا پڑے گا؟ قعدۂ اخیرہ چھوٹ جانے کی بنا پر اور پانچ رکعت ہو جانے کی بنا پر امام صاحب نے نماز کا اعادہ کر لیا ہے۔

جواب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ جب ایسی صورت پیش آئے کہ امام قعدۂ اخیرہ بھول گیا، اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا، تو امام کو چاہیے پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ گیا، تو قعدہ میں واپس آ جائے، اور سجدۂ سہو کر کے اپنی نماز ختم کرے، اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض باطل ہوگیا۔

و ان سهى عن القعدة الأخيرة حتى قام إلى الخامسة رجع إلى القعدة مالم يسجد ... سجد للسهو...وإن قيد الخامسة بسجدة بطل فرضه .

(هداية: ۱۳۹)

مذکورہ صورت میں جب کہ امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت پر سلام پھیرا تو جومقتدی امام کے ساتھ پانچویں رکعت میں شریک نہ ہوا، اور چوتھی رکعت کے بعد قعدہ میں بیٹھا رہا تو امام کے پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے کی بنا پر امام کی نماز فاسد ہوگئی تو اس مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوگئی اس لیے اس کو بھی نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

و لو ان الامام لم يقعد على رأس الرابعة و قام إلى الخامسة ساهيا و تشهد المقتدى و سلم قبل أن يقيد الامام الخامسة بالسجدة ثم قيدها بالسجدة فسدت صلاتهم جميعاً. وسواء كان المأموم مسبوقا أو مدركاً كما فى الظهيرية. (البحر الرائق : ۱۰۳/۲)

لو تشهد المقتدى وسلم قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة ثم قيدها بها فسدت صلاتهم جميعاً. (شامی : ۸٦/۲، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳۴) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ہی آیت پڑھی تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟

سوال: ایک امام نے مغرب کی نماز پڑھائی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ہی آیت پڑھی، بعد نماز مقتدیوں نے نماز کا اعادہ کرنے کا کہا، دوسری مرتبہ نماز پڑھی گئی اس میں کچھ لوگ شریک ہوئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی سورۃ ملانا واجب ہے، چھوٹی سورۃ جس کی مقدار سورۂ کوثر یا سورۂ اخلاص فقہا نے بتائی ہے، یا چھوٹی سورۃ کے بقدر تین آیتیں مثلاً "ثُمَّ نَظَرَ (۲۱) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (۲۲) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (۲۳)" تو یا ایک بڑی آیت ہو، جس میں تیس (۳۰) حروف ہوں تو ایسی آیت کو چھوٹی سورۃ کے قائم مقام شمار کیا ہے، لہٰذا سورۂ فاتحہ کے بعد تیس (۳۰) حرفوں پر مشتمل آیت پڑھ لی جائے، تو بھی واجب ادا ہو جائے، گا صورت

مسئولہ میں اگر مذکورہ آیت کے برابر پڑھ لی ہوتو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں، دوبارہ پڑھی گئی نماز میں جو لوگ شامل ہوئے ان کی دو رکعت نفل ہوگی، لہٰذا ان کو اپنی نماز کا اعادہ کر لینا ضروری ہے، اس لیے کہ امام کی پہلی نماز فرض ہوگی اور دوسری مرتبہ پڑھی گئی وہ فرض نہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کوئی نماز ایک وقت میں دومرتبہ ادا نہ کی جائے، خلاصہ یہ کہ سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بڑی آیت پڑھ لی ہوتو کراہت تحریمی لازم نہیں آئے گی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳۵) نماز میں تین مرتبہ پے در پے کھجانا

سوال: مصلی نماز میں اپنا بدن کھجالے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ایک مرتبہ کھجالے تین مرتبہ کھجالے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تین مرتبہ سے کیا مراد ہے؟ تین مرتبہ کھجالینا عمل کثیر ہے؟ عمل کثیر کس کو کہتے ہیں؟ ایک ساتھ یا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کھجالینا بھی اس میں داخل ہے؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

جواب: عمل کثیر کے بارے میں پانچ اقوال ہے، سب سے صحیح اور بہتر قول جو عام علما نے پسند کیا ہے، وہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز میں ایسا کام کرے کہ دوسرا شخص (جس کو اس کے نماز میں ہونے کی خبر نہ ہو) نمازی کی حرکت کو دیکھ کر یوں سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے، اسی قول کو علامہ کاسانیؒ، علامہ زیلعیؒ، امام صدر الشہیدؒ وغیرہ نے پسند کیا ہے۔

أنــه لـو نـظـر إلـيـه نـاظـر مـن بـعـيد إن كان لايشك أنـه في غير الصلاة فهو كثير مفسد وإن شك فليس بمفسد وهذا هو الاصح .

(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۰۲ ، شامی : ۱/۶۲۴ ،مکتبہ سعید، شرح الوقاية : ۱/۱۶۵)

نماز میں بار بار کھجانے یا خلافِ صلاۃ کوئی کام کرنے کے لیے حکم یہ ہے اگر نماز کے ایک ہی رکن میں نمازی ایک دومرتبہ بدن کو کھجالے تو یہ عمل قلیل کے حکم میں ہے، نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ

نماز مکروہ ہوگی، اور اگر ایک ہی رکن میں تین مرتبہ پے در پے کھجالیا اور تینوں مرتبہ ہاتھ کو اٹھایا تو نماز فاسد ہوگی، اس لیے کے یہ عمل کثیر کے حکم میں ہے، اور ایک ہی رکن میں ہاتھ اٹھائے بغیر چند مرتبہ کھجالیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اس لیے کے ہاتھ نہ اٹھانے کے وجہ سے ایک مرتبہ کھجا لینے کے حکم میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ نماز کے ایک رکن میں الگ الگ تین مرتبہ کام کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور ہاتھ اٹھائے بغیر ایک ساتھ تین کوئی کام کرنے سے نماز مکروہ ہوگی، فاسد نہ ہوگی۔

و لو كان الحك مرة واحدة يكره . (خلاصة الفتاوى : ۵۷)

و ان حك ثلاثاً في ركن واحد تفسد صلوته هذا اذا رفع يديه في كل مرة أما اذا لم يرفع في كل مرة فلا يفسد صلاته لان حك واحد .
(خلاصة الفتاوى : ۱۲۹)

(ولو حك) المصلي (جسده مرةً أومرتين) متواليتين (لاتفسد) صلوته للقلة (وكذا) لا تفسد (إذا فعل) ذلك الحك (مراراً غير متواليات) بان لم تكن في ركن واحد (و لو فعل) ذلك (مراراً متواليات) أى في ركن واحد (تفسد) صلوته لانه كثير هذا إذا رفع يده في كل مرةٍ اما إذا لم يرفع في كل مرة فلا تفسد لانه حك واحد . (حلبی کبیر: ۴۴۸ ، مفسدات الصلوٰة)

إذا تفاصلت و لم تكن على الولاء لم تبطل الصلوة .
(مرقاة المفاتيح : ۳۹/۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳۶) بحالت نماز موبائل کی رِنگ بند کرنا

سوال: اگر نماز کے دوران موبائل کی گھنٹی بجنے لگے تو کیا کرنا چاہیے؟ کیا نماز میں گھنٹی بند کر سکتے ہیں؟

جواب: سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ جب بھی نماز کے لیے مسجد میں آئیں تو پہلے سے ہی موبائل کو بند کر دیں، اور اس کا اہتمام ہونا چاہیے، اگر سہواً بند کرنا رہ جائے اور نماز میں گھنٹی بجے تو ایک ہاتھ سے گھنٹی بند کر دی جائے، اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ اگر جیب میں سے نکال کر بند کی جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور ایک رکن (مثلاً قیام، رکوع، سجدہ یا قعدہ) میں تین مرتبہ یا اس سے زائد گھنٹی کی آواز بند کی جائے تو نماز فاسد ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳۷) امام صاحب نے قعدہ اولیٰ چھوڑ دیا لقمہ دیا گیا تو فرض سے واجب کی طرف لوٹ آنے کا حکم شرعی

سوال: ہمارے گاؤں کے امام صاحب مغرب کی نماز میں قعدۂ اولیٰ بھول گئے، بیٹھنے کے جائے سیدھے کھڑے ہو گئے، مقتدی کے لقمہ دینے سے مکمل کھڑے ہو جانے کے بعد لوٹ آئے، قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی، تو کیا نماز صحیح ہوگی؟

جواب: امام صاحب سہواً قعدۂ اولی کئے بغیر سیدھا کھڑے ہو گئے، لیکن مقتدی کے لقمہ دینے سے وہ لوٹ آئے، تو سیدھے کھڑے ہونے کے بعد قعدہ کے لیے لوٹنے سے بعض فقہاء نے فساد صلوٰۃ کا حکم لگایا ہے، مثلاً فتاوی ہندیہ اور مرقاۃ میں نماز کے فاسد ہونے کو لکھا ہے، مگر مراقی الفلاح علی الطحطاوی اور بحر الرائق میں عدم فساد لکھا ہے، اور فساد صلوٰۃ کے قول کو رد کیا ہے، علامہ شامیؒ نے نماز کے فاسد نہ ہونے کو اشبہ بتایا ہے، بہشتی زیور میں بھی عدم فساد لکھا ہے، لہٰذا سیدھے کھڑے ہونے کے بعد بیٹھنا مکروہ ہوگا، اس کہ فرض چھوڑ کر واجب کی طرف لوٹنا پایا جائے گا، پھر بھی راجح قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی، اور سجدۂ سہو بھی کر لیا ہے تو نماز صحیح ہوگئی۔

عن المغيرة بن شعبة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا قام الإمام في الركعتين فإن ذكر قبل أن يستوي قائماً فليجلس وإن استوى قائماً فلا يجلس ويسجد سجدتي السهو . (مشکوٰۃ المصابیح:۹۳)

قوله: (سجدتي السهو) لتركه واجباً وهو القعدة الأولى ثم لو عاد بعد ما استوى قائماً فسدت فى الاصح لتكامل الجناية برفض الفرض بعد ما شرع فيه.
(مرقاة المفاتيح: ۲/۵۰، باب السهو، الفصل الثانى)

و يجب اذا قعد فيما يقام أو قام فيما يجلس فيه وهو إمام أو منفرد أراد بالقيام إذا استتم قائماً أو كان إلى القيام أقرب فإنه لايعود إلى القعدة، هكذا فى فتاوى قاضى خان، وسجد للسهو، ولو عاد إلى القعود تفسد صلوته على الصحيح، كذا فى التبيين. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۲۷، الباب الثانى عشر فى سجود السهو)

و إن عاد الساهي عن القعود الاول اليه بعد ما استتم فانما اختلف التصحيح في فساد صلاته و ارجحهما عدم الفساد .... وقال صاحب البحر والحق عدم الفساد. (مراقى الفلاح: ۲۵۴، باب سجود السهو)

و قد بالغ فى المنتقى فى رد القول بالفساد و جعله غلطا لانه تاخير لا رفض . (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ۲۵۴، باب سجود السهو)

(سها عن القعود الأول من الفرض) .... (ثم تذكره عاد إليه) وتشهد ولا سهو عليه فى الأصح (ما لم يستقم قائماً) فى ظاهر المذهب، وهو الأصح (وإلا) أى وإن استقام قائماً (لا) يعود لإشتغاله بفرض القيام (وسجد للسهو) لترك الواجب (فلو عاد إلى القعود) بعد ذلک (تفسد صلاته) لرفض الفرض لما ليس بفرض .... (وقيل لا) تفسد لكنه يكون مسيئاً ويسجد لتأخير الواجب (وهو الاشبه) كما حققه الكمال وهو الحق .
(الدر المختار على رد المحتار: ۲/۸۳،۸۴، باب سجود السهو، فتاویٰ دار العلوم: ۴/۴۰۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳۸) سورۂ فاتحہ میں ایک آیت ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' سہواً چھوٹ گئی تو نماز ادا ہوگی؟

سوال: فرض نماز میں امام صاحب نے سورۂ فاتحہ میں ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' سہواً نہ پڑھا، اس کے بعد سورۃ ختم کی اور نماز بھی ختم کی سجدۂ سہو نہیں کیا تو کیا نماز ہوگی؟ کہ اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: حنفی ائمہ میں سے صاحبین کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی اکثر آیتیں پڑھ لی اور کچھ آیتیں سہواً چھوٹ گئی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، مگر امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی تمام آیتیں پڑھنا واجب ہیں، لہٰذا ایک بھی آیت چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، احتیاط اسی میں ہے۔

و هي على ما ذكره أربعة عشر (قراءة فاتحة الكتاب) فيسجد للسهو بترك أكثرها لا أقلها، لكن في المجتبى يسجد بترك آية منها و هو اولى. قلت: و عليه فكل آية واجبة .... وفي القهستاني أنها بتمامها واجبة عنده وأما عند هما فأكثرها . (ردالمحتار مع الشامی: ۱/۴۵۸، مکتبہ سعید)

مذکورہ صورت میں فرض نماز میں امام سے ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' یہ ایک آیت سہواً پڑھنے کی رہ گئی ہے، اور سجدۂ سہو نہیں کیا ہے تو تنہا تنہا نماز کا اعادہ کرلے تو بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۵/ رجب المرجب/ ۱۴۱۲ھ

(۵۳۹) چار رکعت کی نیت سے نفل شروع کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا.....

سوال: عصر کی چار رکعت سنت غیر مؤکدہ شروع کی، دو رکعت ہوئی کہ جماعت کھڑی ہوگئی، اب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو دو رکعت کی قضاء کرنا پڑے گی یا نہیں؟

جواب: نفل نماز شروع کی تو اب پورا کرنا واجب ہے، مگر نفل کا ہر شفعہ مستقل الگ نماز ہے، اگر چار رکعت کی نیت کی ہو، تو بھی دو رکعت پر سلام پھیر دینا درست ہے، اگر نفل نماز میں چار رکعت کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہی تین رکعت پڑھی، قعدۂ اولیٰ کیا ہو تو صرف آخری دو رکعت کی قضاء کرنا پڑے

گی، اگر قعدۂ اولی نہ کیا ہوتو چار رکعت کی قضاء کرنا ضروری ہے، فرض اور سنت مؤکدہ میں تین رکعت پڑھ لے تو اب پوری نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔(منیۃ المصلی:۱۱۵)

ولزم إتمام نفل شرع فيه قصداً . (شرح الوقاية : ۱/۱۷۱، باب الوتر والنوافل)

(ولـزم نـفـل شرع فيه) بتكبيرة الإحرام أو بقيام الثالثة شروعاً صحيحاً قصداً . (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۲/ ۲۹، مطلب فى صلاة الحاجة)

شرع فى أربع ركعات من النفل وأفسدها فى الشفع الأول يقضى الشفع الاول لاالثـانـى ...... و إن قـعـد على الركعتين وقام إلى الثالثة وأفسدها يقضى الشفع الأخير فقط لان الاول قد تم . (شرح الوقاية : ۱/ ۱۷۱، باب الوتر والنوافل)

قـولـه: (وإن قـعـد) قيـد بـه لانه لو لم يقعد و أفسد الأُخريين يجب عليه قضاء الأربع إجماعاً . (عمدة الرعاية : ۱۷۱)

أما إذا شرع فى الاربع قبل الظهر ثم قطع يلزمه أربع . (منية : ۱۱۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۴۰) کسی کام کو تین مرتبہ کرنا

سوال: نماز میں عمل کثیر کس کو کہتے ہیں؟ کیا کسی بھی کام کو پے در پے کرنے کو کہتے ہیں؟ یا ایک رکعت میں ایک کام کیا پھر دوسری رکعت میں ایک کام کیا پھر تیسری رکعت میں ایک کام کیا تو کیا اس کو بھی عمل کثیر کہتے ہیں؟

جواب: اگر نماز میں پے در پے کوئی کام کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر الگ الگ تین مرتبہ کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

الأفعال الكثيرة اذا تفاصلت و لم تكن على الولاء لم تبطل الصلوة .

(مرقاة المفاتيح: ۲/ ۳۹، باب ما لايجوز من العمل فى الصلاة)

تحت حديث عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عـليـه وسلم يصلى تطوعا والباب عليه معلق الخ، بـاب ما لا يجوز من العمل فى الصلوة. فان تروح ثلث مرات متواليات فسدت صلوته عند بعض المشائخ لانه عمل كثير. و لا يفسد اذا اعتبر فى العمل الكثير الاحتياج الى اليد ين .

(نفع المفتى والسائل : ۸۵)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۲/۱۲/۶ء

(۵۴۱) نماز میں آگے پیچھے ہٹنے کی مقدار

سوال: مقتدی یا امام نماز کی حالت میں کسی وجہ سے داہنی یا بائیں یا آگے یا پیچھے ہٹنا چاہے تو کتنی مقدار ہٹ سکتا ہے، جس سے کہ نماز فاسد نہ ہو؟

جواب: قبلہ کی طرف سے سینہ پھیرے بغیر ایک صف کی مقدار یعنی ایک دو قدم آگے یا داہنی یا بائیں طرف چلے تو نماز فاسد نہ ہوگی، اگر ایک ساتھ تین قدم چلے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

تـفسد كما لو مشى قدر صفين دفعة واحدة، قال فى شرح المنية: وهذا بناء علي أن الفعل القليل غير مفسد ما لم يتكرر متواليًا .

(رد المحتار : ۱/۶۲۷، مکتبہ سعید)

ولو مشى فى صلا ته مقدار صف واحد لم تفسد صلاته و لو كان مقدار صـفيـن ان مشـى دفعة واحدة فسدت صلا ته وإن مشى الى صف ووقف ثم الى صف لا تفسد كذا في فتاوى قاضي خان . (فتاویٰ الهندية : ۱/۱۰۳)

هـذا التـفـصيـل كـلـه اذا لم يكن الماشى فى الصلوة مستدبر القبلة بان مشى قدامه او يميناً او يساراً او ورائهٗ . (كبيرى : ۴۲۵)

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گھر میں نماز پڑھتے ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دروازہ کھلواتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوقدم آگے کی طرف چل کر دروازہ کھول دیتے ، پھر اپنی نماز کی جگہ چلے جاتے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أحمد: يصلي والباب عليه مغلقٌ فجئتُ فاستفتحت، قال احمد مشیٰ ففتح لی ثم رجع إلى مصلاه . (السنن لابی داؤد:۱۳۳)

لیکن بغیر ضرورت کے نہ چلا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۴۲) درمیان نماز کھانا

سوال: بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ درمیان نماز دانتوں میں سے نکال کر کھاتے ہیں، تو کیا اس طرح کرنے سے نماز میں کوئی کراہت آئے گی یا نہیں؟

جواب: درمیان نماز دانتوں میں رہی ہوئی کوئی چیز منھ سے باہر نکالے بغیر کھالی جائے، اور وہ چنے کے دانے سے چھوٹی ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر چنے کے برابر ہو یا منھ سے باہر نکالنے کے بعد کھالی جائے، جو تل کے دانے کے برابر ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی،

قوله: (أكله وشربه) سواء كان عامداً أو ناسياً لأنه عمل كثير .... لو إتبع شيئا من أسنانه لا تفسد صلاته لأنه تبع .... إذا كان قليلاً كالحمصة فإن كان كثيراً تفسد . (عمدة الرعاية : ۱٦۴، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها)

فإن أكل أو شرب عامداً أو ناسياً فسدت صلاته.

قوله: (فإن أكل) أما إذا كان بين أسنانه شئ فإن إبتلعه لايفسد صلاته لأنّ ما بين أسنانه تبع لريقه ...... وقال بعضهم هذا إذا كان ما بين أسنانه قليلاً من الحمصة فأما إذا كان أكثر منها تفسد صلوته . (الهداية مع حاشية: ۱/۱۲۱)

(ولا يأكل ولا يشرب) لأنه ليس من أعمال الصلاة (فإن أكل أو شرب عامداً أو ناسياً فسدت صلاته) لأنه عمل كثير وحالة الصلاة مذكرة .

قوله: (وحالة الصلاة مذكرة) .... ثم القدر الذي يتعلق به الفساد ..... وهو القدر الحمصة من بين أسنانه اما من خارج فلو أدخل سمسمة فإبتلعها تفسد . (فتح القدير : ۳۵۹/۱، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل ويكره للمصلي إلخ)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۴۳) سلام کو کھینچنا

سوال: ایک امام صاحب سلام کو بہت کھینچتے ہیں جس سے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اور نماز کے اعادے کا کہتے ہیں کیا اس سے نماز فاسد ہوجائے گی؟ اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: ''سلام کو کھینچتے ہیں'' تو کونسا لفظ کھینچتے ہیں وہ نہیں لکھا ہے، ''سلام کو کھینچتے ہیں'' کا مطلب یہ کہ جہاں مد نہیں وہاں مد کرتے ہیں، مگر حروف کی غلطی میں نماز فاسد نہیں ہوتی۔

الخطأ إذا دخل في الحروف لا يفسد، لأن فيه بلوى عامة الناس .

(رد المحتار : ۶۳۳/۱، مكتبه سعيد)

یہ بھی جاننا چاہیے کہ امام صاحب نے آخری قعدہ میں ''السلام'' کہتے ہی ''علیکم'' سے پہلے نماز ختم ہوگئی۔ اسی بنا پر تو امام کے ''السلام'' کہنے کے بعد اور ''علیکم'' کہنے سے پہلے اگر کوئی جماعت میں شریک ہو، نماز باجماعت میں شریک شمار نہ ہوگا، لہٰذا ''السلام'' کہہ لینے کے بعد نماز کے اعادہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

و تنقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عندنا....

(رد المحتار : ۴۶۸/۱ ، مكتبه سعيد ، عمدة الرعاية : ۱۴۲/۱)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹/ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

(۵۴۴) سجدے میں ٹوپی گرگئی تو کیا کرے

سوال: ایک شخص سجدے میں گیا اس وقت ٹوپی گرگئی، تو اس شخص نے ٹوپی اٹھائے بغیر نماز پوری کرلی تو نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: سجدے میں سر پر سے ٹوپی گرگئی، تو اٹھا کر پہن لینا افضل ہے، اگر ٹوپی پہننے میں ایسی حرکت کرنا پڑے، کہ دوسرا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ٹوپی پہننا افضل نہیں ہے، لہٰذا ٹوپی گرجانے سے کھلے سر جس نے نماز پڑھی اس کی نماز صحیح ہوگئی۔

و لو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل تأمل . (رد المحتار: ۱/۶۴۰، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۴۵) فاسد شدہ نماز کے اعادہ میں نئے مقتدی شامل نہ ہو، نماز کا اعادہ کیا جائے تو اس میں اذان اور اقامت نہ ہوگی۔

سوال: عشا کی فرض نماز میں امام صاحب سے سجدۂ سہو رہ گیا نماز کا اعادہ کیا گیا تو اس دوسری مرتبہ امام نماز پڑھائے تو اس میں نئے مقتدی شامل ہوسکتے ہیں یا نہیں، اگر شامل ہو تو ان کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

بہت سے مقتدی وقت کی خبر ہونے کے باوجود تاخیر سے آکر جماعت ثانی کرتے ہیں، تو جماعت ثانی کرنا کیسا ہے؟ نماز کا اعادہ کرنا ہو تو اقامت کہی جاسکتی ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو رہ جانے کی بنا پر نماز کا اعادہ کیا جائے، تو جو لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ تھے وہ اس دوسری جماعت میں شریک نہ ہو، اگر شریک ہوا تو نماز ادا نہ ہوگی۔

نماز کا اعادہ کیا جارہا ہو تو اذان اور اقامت نہ ہوگی۔ (کفایت المفتی: ۳/۹۳، ۹۶)

(والمختار أنه جابر للأول، لأن الفرض لا يتكرر) أی الفعل الثاني جابر

للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو و بالأول يخرج عن العهدة وإن كان على وجه الكراهة على الأصح الخ .. (ردالمحتارمع الشامی : ۱/۴۵۷، مکتبہ سعید)

جس مسجد میں ہمیشہ پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہو وہاں جماعت ثانی کرنا مکروہ تحریمی ہے، جماعت ہو جانے کے بعد آنے والوں کو الگ الگ نماز پڑھنا چاہیے۔

يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة ....و المراد بمسجد المحلة ما له إمام وجماعة معلومون .... لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحداناً و هو ظاهر الرواية .

(شامی : ۱/۵۵۲، ۵۵۳،مکتبہ سعید ، کفایت المفتی : ۳/۹۴، ۱۰۲)

مصل في مسجد بعد صلاة جماعة فيه بل يكره فعلهما .

(شامی : ۱/۳۶۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۵/۶/۱۹۷۴ء

(۵۴۶) سجدے میں پاؤں اٹھ جائے تو۔۔

سوال: مصلی کا نماز کے سجدے میں زمین سے پاؤں اٹھ جائے تو نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: مصلی کا سجدے میں دونوں پاؤں کا کوئی بھی حصہ ایک مرتبہ ''سبحان الله'' کہہ سکے اتنے دیر تک زمین پر رکھنا واجب ہے، اگر پورے سجدے میں ایک مرتبہ تسبیح پڑھنے کے برابر دونوں پاؤں کا کوئی حصہ زمین پر نہ رکھا تو نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

اور پورے سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں زمین پر رکھنا سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا سجدے میں پاؤں اٹھ نہ جائے اس کا خیال رکھا جائے ، اگر تھوڑی دیر پاؤں زمین پر رکھ کر اٹھا لے تو نماز ادا ہو جائے گی مگر تارک سنت ہوگا۔ (شامی:۱/۴۷۶، احسن الفتاویٰ:۳/۳۹۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۰/ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

(۵۴۷) سجدے میں جانے کے بعد پاؤں زمین سے اٹھ جانا

سوال: ایک شخص امامت کرتا ہے تو نماز میں ایک پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے، اور سجدے میں سے قعدہ میں آتا ہے، تو بایاں پاؤں زمین سے اٹھ جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سجدے میں دونوں پاؤں زمین پر رکھنا فرض ہے، اگر سجدے میں دونوں پاؤں زمین پر رکھنے کے بعد اٹھ جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی، سوال میں لکھے ہوئے کہ بہ موجب سجدے میں سے قعدہ میں بیٹھتے وقت امام کا پاؤں زمین سے اٹھ جاتا ہے، تو اگر سجدے میں دونوں پاؤں زمین پر رہے ہوں تو صرف سجدے سے اٹھتے وقت پاؤں اٹھ جاتا ہو تو نماز میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ۲/۱۵۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۴۸) جوتے، چپل چوری ہو جانے کے خوف سے نماز توڑ دینا

سوال: مسجد میں سے بہت سی مرتبہ رات کو بجلی چلی جاتی ہے تو اس وقت جوتے، چپل چوری ہو جاتے ہیں، تو ایسے وقت کہ بجلی چلی گئی ہو اور جوتے چپل چوری ہونے کا خطرہ ہے اور ایسا غالب گمان ہو کہ کوئی چور آیا ہے تو نماز توڑ دینا درست ہے؟

جواب: درمیان نماز بجلی چلے جانے سے اندھیرا ہو جائے تو اگر مسجد میں سے جوتے، چپل چوری ہونے کا خطرہ ہو یا اور کوئی خطرہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہے، بغیر عذر کے نماز توڑنا جائز نہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ولا تبطلوا أعمالكم** ۔ یعنی اپنے نیک اعمال کو برباد نہ کرو۔

تفسیر کبیری میں ہے:

ويباح قطع الصلوة اذا خاف.....ضياع ما قيمته درهم له او لغيره.....
على ما ذكره في الخلاصة و غيرها. (کبیری: ۴۴۲)

جب کوئی ایسی چیز جس کی قیمت ایک درہم ہو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

و لا تبطلوا أعمالكم بالمعاصي مثلا اشار به الى شمول الآية لتحريم ابطال صوم التطوع و صلاته و به قال ابو حنيفةؒ. (تفسير جمل) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۳۰/ مارچ ۱۹۷۶ء

(۵۴۹) کیا گرودوار (Teample) میں نماز پڑھ سکتے ہیں

سوال: میں ہمیشہ باہر تجارت کے لیے جاتا ہوں بعض مرتبہ رات گذارنے کا انتظام نہ ہونے کی بنا پر اور کرایہ بھی زیادہ ہونے کی بنا پر سکھوں کے گرودوار میں (Teample) سونا پڑتا ہے، وہاں مفت میں رہنے کا انتظام رہتا ہے، مگر یہ لوگ رات کے آٹھ بجے دروازہ بند کر دیتے ہیں تو عشا اور فجر کی نماز میں بڑی تکلیف ہوتی ہے، تو کیا گرودوار میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: آپ لوگ جہاں بھی جاؤں وہاں مسجد ہو، تو مسجد میں ہی نماز پڑھنی چاہیے، اگر مسجد نہ ہو، تو مسلمان جس جگہ پر نماز پڑھتے ہوں، وہاں نماز پڑھنی چاہیے، پھر بھی اگر سکھوں کے گرودوار میں نماز پڑھوں تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ارد گرد کوئی بت نہ ہو، اور غیر مسلموں کا اثر تم پر نہ پڑے، تو گرودوار میں نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۴/۳/۲۶ء

مکروهاتِ نماز

(۵۵۰)امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کرنا

سوال: ایک امام صاحب کو دونوں پیروں کے گھٹنوں میں تکلیف ہے، اور کمر میں بھی تکلیف ہے، جس کی وجہ سے سجدے میں جاتے وقت اور قاعدہ میں بیٹھتے وقت کچھ دیر لگتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ بہت سے مقتدی حضرات اس دوران پہلے سجدے میں چلے جاتے ہیں، یعنی پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں، تو کیا ان کی نماز صحیح ہوگی؟ اور کیا امام صاحب کی امامت درست ہوگی؟

جواب: رکوع سجدہ وغیرہ میں امام صاحب کی تابعداری ضروری ہے، امام سے پہلے رکوع سجدہ کرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

أما يأمن الذى يرفع رأسه قبل الإمام أن يحول الله رأسه رأس حمار.

جو شخص امام سے پہلی اپنا سر سجدے سے اٹھالے وہ کیا اس بات سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے جیسا بنا دے۔ (الصحیح لمسلم:۱/۱۸۱)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ رکوع اور سجدوں میں مجھ سے پہل نہ کرو کیوں کہ میرا بدن بڑھ گیا ہے۔

لا تبادرونى بركوع و لا بسجود..فانى قد بدنت. (السنن لابی داؤد : ۹۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس وقت تک رکوع نہیں کرتے تھے، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کر لیتے۔

عن البراء رضي الله عنه قال كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم لا يحضو احد منا ظهره حتى نراه قد سجد . (الصحیح لمسلم : ۱/۱۸۹)

فإذا رأوه قد سجد سجدوا . (السنن لابی داؤد : ۹۱)

لہٰذا مذکورہ صورت میں امام کا رکوع اور سجدے میں جانے کے بعد مقتدی حضرات کو رکوع اور سجدے میں جانا چاہیے، امام سے پہلے نماز میں ارکان ادا کرنے سے نماز تو ہو جائے گی، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

إذا سجد قبل الإمام و أدركه الإمام فيها جاز و لكن يكره للمقتدى أن يفعل ذالک. (فتاویٰ الهندية : ۱/۹۰، شامی : ۱/۴۳۹)

والله اعلم بالصواب

۲۰/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

(۵۵۱) امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کرنا مکروہ ہے

سوال: ہماری بستی میں ایک امام صاحب مسجد کی خدمت کرتے ہیں، مگر اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں، اور کمزور اور ضعیف بھی ہو چکے ہیں، یعنی امام صاحب رکوع اور سجدہ کرتے ہیں، تو مقتدیوں کا رکوع اور سجدہ امام سے پہلے ہو جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں، اگر نہیں ہوگی تو اس کا گناہ امام پر ہے یا مقتدی پر؟ اور امام صاحب یہ ملازمت نہ چھوڑنے پر مجبور ہے، کیوں کہ ان کے پاس امامت کے سوا دوسری کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے، ان کا اور ان کے گھر والوں کا گذر بسر اسی پر ہوتا ہے، تو اب کیا کیا جائے؟

جواب: حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام سے جلدی نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے، تم بھی تکبیر کہو، اور جب امام رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ (مشکوۃ المصابیح: ۱۰۱)

یعنی کے مقتدیوں کے ویسے تمام ارکان کی بعد متصل بلا تاخیر ادا کرنا ضروری ہے۔

مگر صورتِ مسئلہ میں جو بیان ہے کہ امام کمزور اور ضعیف ہونے کی وجہ سے رکوع سجدہ میں تاخیر ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں جب تک امام رکوع اور سجدہ میں نہ چلا جائے، تب تک مقتدیوں کو رکوع و سجدے میں نہ جانا چاہیے، جب امام رکوع میں برابر چلا جائے تب رکوع کیا جائے، اور

جب امام سجدے میں پیشانی زمین پر رکھ دیں تب سجدہ کیا جائے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی اور کمزوری بڑھ گئی، تو آپ کو محسوس ہوا کہ نوجوان حضرات چست اور پھرتیلے ہوتے ہیں، وہ لوگ پہلے سجدہ میں چلے جائیں گے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پہنچ جائے تو مقتدی قومہ سے سجدے کے لیے حرکت کریں تا کہ امام سے پہلے سجدہ میں نہ پہنچ جائے۔

حدثنا البراء رضي الله عنه و كان غير كذوب انهم كانوا إذا صلوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فرفع رأسه من الركوع قاموا قياما حتى يروهٗ ساجدا ثم سجدوا . (السنن النسائی : ۹۴، باب مبادرة العلم)

لم يكن احد منا ظهره حتى يقع النبى صلى الله عليه وسلم ساجدا ثم تقع سجودا بعده . (الصحیح البخاری : ۹۶)

إذا كان الامام كبير السن ضعيف القوىٰ بطىء الحركات وجب التاخير في الابتداء حتى تتحقق البعدية المتصلة في الانتهاء.

(لامع الدراری : ۱۰/۲۶۴)

لہٰذا صورتِ مسئلہ میں جب کہ امام کمزور اور ضعیف ہو گیا ہو، تو ایسی صورت میں امام اور مقتدی پر ضروری ہے کہ امام کے رکوع اور سجدے میں جانے کے بعد رکوع وسجدے میں جائیں تا کہ امام سے پہل کرنے والا شمار نہ ہو، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے، ورنہ مقتدی حضرات گنہ گار رہوں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵۲) امام سے پہلے سلام پھیرنا

سوال: اگر کوئی شخص امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر دے، تو اس کی نماز ادا ہوگی کہ نہیں یا اس کو لوٹانا ضروری ہے؟

جواب: امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی نے سلام پھیر دیا تو نماز مکروہ ہوگی فرض کا ذمہ تو ساقط ہو جائے گا۔

عند الحنفية التقدم في السلام مكروه مع صحة الصلاة .

(لامع الدراری : ۱/۲۶۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵۳) تکبیرات انتقال اگر بھولے سے چھوٹ جائے

سوال: عشا کی نماز میں امام صاحب بھولے سے تیسری رکعت میں بیٹھ گئے اور مقتدیوں کے لقمہ دینے پر بغیر تکبیر کہے کھڑے ہو گئے، تو کیا نماز ادا ہوگی؟

جواب: صورت مسئلہ میں تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے لیے تکبیر چھوٹ جانے سے نماز ہو جائے گی اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں آئے گی۔

ترک السنة لا يوجب فساداً ولا سهواً بل إساء ة لو عامداً..... فلو غير عامد فلا إساء ة ايضاً . (ردالمحتارمع الشامی : ۱/۴۴۲، مکتبہ سعید)

التكبيرات التی يوتی بها في خلال الصلوة عند الركوع و السجود و الرفع عنه والنهوض من السجود . (کبیری:۲۶۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵۴) فقہ کی کتاب میں جہاں صرف کراہت لکھا ہو تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہے۔

سوال: بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ جہاں فتاویٰ اور دیگر کتب میں مطلقا مکروہ لکھا ہے، تو وہ صرف مکروہ نہیں بل کہ مکروہ تحریمی ہے، قاعدہ کے حساب سے تحریمی نہیں لکھا جاتا تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: فقہ میں جہاں جہاں مکروہ بولا جاتا ہے، اس سے مکروہ تحریمی مراد ہے، جو حرام کے نزدیک ہے اور اس کا کرنے والا حرام کرنے والے کی طرح سزا کا مستحق ہے۔

(کل مکروه) أي كراهة تحريم...... و هي المرادة عند الا طلاق.....

(حرام) أي كالحرام في العقوبة بالنار . (ردالمحتارمع الشامی : ۲/۳۳۷، مکتبہ سعید)

(المكروه إلي الحرام اقرب) ونص محمد ان كل مكروه حرام.

(البحر الرائق : ۸/۱۸۰)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵۵) بلا رضامندی دوسرے کی زمین پر نماز پڑھنا

سوال: ایک شخص نے اپنی زمین مسلمانوں کے مطالبہ پر کچّی مسجد بنا کر اس کو نماز پڑھنے کے لیے مسلمانوں کو دیا، اور کہا کہ یہ زمین دس سال کے لیے دیتا ہوں، اور زمین کو وقف نہیں کرتا، اب دس سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، اور زمین کا مالک اپنی زمین کا مطالبہ کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے یہ زمین دس سال تک نماز پڑھنے کے لیے دی تھی، اب میں اس بات پر ناراض ہوں کہ آپ لوگ اس جگہ پر نماز پڑھیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ اور نماز صحیح ہوگی یا نہیں، یہ مسجد وقف نہیں ہے، اس میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب: اگر اس شخص نے یہ کہا کہ دس سال تک نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی، اور اب اس بات پر میں ناراض ہوں کہ آپ لوگ یہاں نماز پڑھیں۔۔۔لہٰذا زمین کے مالک کے مطالبہ پر اس کی زمین حوالے کر دینی چاہیے، ناراضگی کے باوجود اسی مسجد میں نماز پڑھنے سے نماز تو ادا ہو جاتی ہے، البتہ مکروہ ہوگی، پھر سے نماز کو لوٹانا واجب نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵۶) سوئے ہوئے شخص کے سامنے نماز پڑھنا

سوال: ایک شخص کسی حجرے میں نماز پڑھتا ہے، اور اس کے سامنے چارپائی پر اس کے بال بچہ وغیرہ سوئے ہوئے ہیں، اور وہ چارپائی نمازی کے سامنے ہوتی ہے، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز پڑھتے وقت نمازی کے سامنے چارپائی پر اس کے بال بچہ وغیرہ سوئے ہوئے ہوں، ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوجائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے تھے، اور میں خود سامنے چارپائی پر سوئی ہوئی ہوتی تھیں۔

عن عائشة رضي الله عنها .... لقد رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يصلي و انى على السرير بينه و بين القبلة مضطجعة فتبدلى الحاجة فاكره ان اجلس فاووى النبى صلى الله عليه وسلم فانسل من عند رجليه .

(الصحيح البخارى : ۱/۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ سامنے کوئی سویا ہوا ہو، اور اس کے سامنے نماز پڑھے تو نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(و) لايكره (صلاة إلي ظهر قاعد) أو قائم ولو (يتحدث) ....

وفي شرح المنية : أفاد به نفى قول من قال بالكراهة بحضرة المتحدثين، وكذا بحضرة النائمين . (ردالمحتار مع الشامى : ۱/۶۵۱، مكتبه سعيد)فقط

والله اعلم بالصواب

(۵۵۷) نمازی کے سامنے قرآن مجید ہوتو۔۔۔

سوال: قرآن مجید کو سامنے زمین پر رکھ کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید سامنے ہو، اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، تو نماز درست ہوجائے گی، اور کوئی کراہت نہیں آئے گی، کیوں کہ کراہت مشابہت کی وجہ سے آتی ہے، اور قرآن کی عبادت نہیں کی جاتی، لہٰذا نمازی کے سامنے قرآن مجید ہو، تو اس سے ایسا شک نہیں ہوتا کہ وہ قرآن کی عبادت کرتا ہے۔

لا يكره .... (و) لا إلى (مصحف أو سيف مطلقاً أو شمع أو سراج) " تنوير مع الدر " .... أي معلقاً أو غير معلقٍ، و أشار به إلي أن قول الكنز و غير معلق غير قيدٍ. و في شرح المنية : و جه عدم الكراهة أن كراهة استقبال بعض الأشياء باعتبار التشبيه بعبادها و المصحف و السيف لم يعبد هما أحد .

(رد المحتار مع الشامی : ۱/ ۶۵۱/ ۶۵۲، مطلب الکلام علی اتخاذ المسبحة، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵۸) کھلے سر (بغیر ٹوپی کے) نماز پڑھنا

سوال: کھلے سر (بغیر ٹوپی کے) نماز پڑھنے کا حکم شرعی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی وانکساری کو ظاہر کرنے کی غرض سے کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، البتہ اگر سر کو ڈھانپنا بوجھ معلوم پڑتا ہو اور صرف اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھیں، تو نماز مکروہ ہوگی، جیسا کہ آج کل لوگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

(و صلاته حاسراً) أي كاشفاً (رأسه للتكاسل) أي لاجل الكسل، بأن استثقل تغطيته و لم يرها أمراً مهماً في الصلاة فتركها لذلک .

(رد المحتار مع الشامی : ۱/ ۶۴۱، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵۹) سر پر رومال رکھ کر نماز پڑھنا (بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا)

سوال: کیا سر پر ٹوپی پہننا سنت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ٹوپی پہنی تھی؟ سر کو کھلا رکھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ کھلے سر نماز پڑھتے ہیں یا رومال باندھ کر نماز پڑھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سر پر ہمیشہ ٹوپی پہنی

ہے، اور اس کا خاص خیال رکھتے تھے، لہٰذا ٹوپی پہننا سنت اور اسلامی شعار ہے، بہت سی احادیث سے ٹوپی پہننا ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید پہنتے تھے ۔ (بیہقی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ شریف میں ہوتے تو چپٹی ٹوپی پہنتے تھے، اور جب سفر میں ہوتے تو اونچی ٹوپی پہنتے تھے۔ (شمائل)

حسن بصریؒ فرماتے ہے: کہ سخت گرمی کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عمامہ یا ٹوپی پیچ میں رکھ کر سجدہ کرتے تھے، اس سے صحابہ کرام کا ٹوپی پہننا ثابت ہوا۔

قال الحسنؒ : كان القوم يسجدون على العمامة و القلنسوة .

(الصحيح البخارى : ۱/۵٦)

لہٰذا نماز میں اور نماز سے باہر ٹوپی پہننا سنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کھلے سر نماز پڑھنا یا کھلے سر گھومنا ثابت نہیں، کھلے سر رہنا عیسائیوں کا طریقہ ہے، بلاعذر کھلے سر نماز پڑھنا، کھلے پہنچی رکھ کر نماز پڑھنا، سر پر ٹوپی کے علاوہ کوئی کپڑا یا رومال باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہیں ۔ (معارف القرآن:۳/۵۴۴)

شامی میں ہے کہ سستی کی وجہ سے ٹوپی پہننا بوجھ محسوس ہو اور نماز کے عظمت نہ ہونے کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وكره صلاته حارثا أي كاشفا رأسه .

(شامى : ۱/٦٤١، فتاوىٰ الهندية : ۱/۱۰۲، خلاصة الفتاوى : ۱/۵۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۶۰) چٹائی کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا

سوال: بہت سی مساجد میں چٹائی کی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں، جن حضرات کے پاس ٹوپی نہیں ہوتی وہ مسجد میں سے ٹوپی لیکر نماز پڑھتے ہیں بہت سے حضرات بغرض ثواب ایسی ٹوپیاں مساجد میں رکھتے ہیں تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اصل قانون یہ ہے کہ ایسے کپڑے جن کو پہن کر انسان دوسروں کے سامنے جانے سے شرماتا ہو، اور لوگ بھی اس کو ناپسند کرتے ہو، تو ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

چٹائی کی ٹوپیوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کو پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ جن کی بعض وجوہات یہ ہیں:

(۱) چٹائی کی ٹوپی پہن کر کوئی خاص مجلس (میٹنگ) میں جانے کو لوگ برا سمجھتے ہیں۔

(۲) چٹائی کی ٹوپی سر پر برابر فٹ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر نماز پڑھتے وقت دوران نماز گر جاتی ہے، اور کھلے سر نماز پڑھنی پڑتی ہے، یا نماز میں گری ہوئی ٹوپی لینے کی وجہ سے ایک عمل کرنا پڑتا ہے، اور خاص ضرورت کے بغیر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۳) ٹوپیاں اکثر میلی اور پُرانی گندی ہوجاتی ہیں، جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

(۴) مسجد میں ایسی ٹوپیاں ایک ہی جگہ نہیں رہتی اور یہ بھی مسجد کے احترام کے خلاف ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں مساجد کے احترام کی تاکید وارد ہوئی ہے، لہٰذا مسجد کو کارخانہ نہیں بنانا چاہیے۔

(۵) نماز سب سے افضل عبادت ہے بغیر ٹوپی کے یا کسی بھی حالت میں نماز کے لیے چلا جانا نماز کی بے حرمتی، غفلت اور بے پرواہی ثابت ہوتی ہے، چٹائی کی ٹوپی سے نماز مکروہ ہونے کی یہ بھی ایک وجہ ہے۔

وجه الكراهة ترك الاهتمام بالصلاة هي أفضل العبادة.

(عمدة الرعاية: ۱/ ۱۹۸)

ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے چٹائی کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، اور ہمیشہ چٹائی کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ:۳/۴۳۶)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز میں حاضری دینا اللہ کے دربار میں حاضری دینا ہے، اور لوگ جب کہ کسی حاکم کے دربار میں اچھے لباس اور اچھی حالت میں جاتے ہیں تو دربار الٰہی میں تو زیادہ ضروری ہے کہ اور اچھی حالت میں حاضری دی جائے۔ (معارف مدنیہ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۶۱) کالا پینٹ یا شرٹ پہن کر نمام پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

سوال: کالا پینٹ یا شرٹ پہن کر نمام پڑھے تو نماز ہوگی کی نہیں

جواب: شریعت میں قسوم اور زعفران سے رنگ ہوا کپڑا پہننا منع ہے، اور سرخ (لال) کپڑا پہننے میں علما کا اختلاف ہے، بعض علما مکروہ تنزیہی کہتے ہیں، اس کے علاوہ تمام کلر کے کپڑے پہننے سے شریعت میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا کالا پینٹ اور شرٹ پہن کر نماز پڑھنا کوئی حرج نہیں نماز صحیح ہو جائے گی، البتہ اگر شرٹ کی آستین کہنی تک ہوگی تو نماز مکروہ ہوگی کہنیوں کے کھلا رہنے کی وجہ سے۔

و یکرہ ولبس المعصفر و المزعفر الاحمر و الاصفر للرجال و لا باس بسائر الالوان .(در مختار مع الشامی : ۵۳۳/۳، مکتبہ سعید، امداد الفتاوی)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۶۲) ٹائی پہن کر اور شرٹ اِن کر کے نماز پڑھنا

سوال: ٹائی پہن کر اور شرٹ اِن کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہونا وہ دربارِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے، دنیا کے معمولی حاکم کے سامنے بھی ادب سے نہ رہا جائے، تو وہ بے ادبی شمار ہوئی ہے، اسی طرح شاہی دربار میں

حکومت کی وردی اور شاہی قانون کے خلاف کپڑا پہن کر جانا منع ہے، یہ تو سب بادشاہوں کا بادشاہ، احکم الحاکمین شہنشاہ کا دربار ہے، اس میں خلافِ قانون کپڑا پہن کر نماز کے لیے جانے میں ادب کے خلاف کیوں نہیں شمار ہوگا۔

ٹائی اور اِن شرٹ کرنے میں انگریزوں کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے ایسا کپڑا پہننا منع ہے، لہٰذا لباس ایسا ہونا چاہیے جس میں کافروں اور فاسقوں کے ساتھ مشابہت نہ ہوتی ہوتی ہو، ٹائی اوران شرٹ کرنے میں انگریزوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ایسا لباس پہننا مکروہ ہے، پھر بھی ایسے لباس میں نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔

(کفایت المفتی :۹/۱۴۹، معارف مدنیہ:۶/۶۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۶۳) جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا

سوال: جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر جاندار کی تصویر نمازی کے سامنے ہو یا داہنی جانب ہو یا بائیں جانب ہو تو یا سر کے اوپر ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی لہٰذا جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔

ويكره أن يكون فوق رأسه في السقف او بين يديه او بحذائه تصاوير أو صورة معلقة لحديث جبرئيل انا لا ندخل بيتا فيه كلب او صورة و لو كات الصورة صغيرة بحيث لا تبدوا للناظر لا يكره لأن الصغار جدا لا تعبد .

(هداية : ۱/۱۲۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۶۴) نماز پڑھتے وقت جیب میں تصویر کا ہونا

سوال: نماز پڑھتے وقت جیب میں تصویر ہو جیسا کہ بیڑی کے پیکٹ پر تصویر ہوتی ہے اسی طرح روپیوں کے نوٹ پر انسان کی تصویر ہوتی ہے تو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ تصویر بند ہو دکھائی نہ دیتی ہو، جیسا کہ جیب میں یا پاکٹ میں رکھ کر اس کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی نماز ادا ہو جاتی ہے، اسی طرح جیب میں تصویر رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ رکوع سجدہ میں جاتے وقت وہ تصویر جیب سے گر نہ ہو جائے۔ (عمدۃ الفقہ :۲/۲۷۲)

والله اعلم بالصواب

(۵۶۵) ٹخنے کے نیچے پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا.

سوال: نماز پڑھتے وقت پاجامہ بھول سے اوپر نہ کیا ہو اور پاجامہ ٹخنوں کے نیچے ہو تو نماز ہو جائے گی یا دہرانی پڑے گی مردوں کا پاجامہ ٹخنوں کے نیچے ہو تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟

جواب: نماز میں ٹخنوں کے نیچے تک پاجامہ رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی نماز تو ہو جائے گی ،البتہ نماز کا ثواب نہیں ملے گا، نماز پھر سے لوٹا لینا بہتر ہے، نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی ٹخنوں کے نیچے تک پاجامہ رکھنے کا سخت گناہ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ٹخنوں کے نیچے پاجامہ ہوگا تو وہ حصہ جہنم میں ہوگا۔ (کفایت المفتی :۳/۳۸۳)

ما اسفل من الكعبين من الازار في النار. (مشكوة المصابيح : ٣٧٣)

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال بينما رجل يصلى مسبل ازاره قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اذهب فتوضأ الخ... (مشكوة الصابيح : ٧٣)

والله اعلم بالصواب

(۵٦٦) کھلی کہنیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کھلی کہنیوں کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ چھوٹی آستین کا شرٹ پہن کر نماز پڑھتے ہیں جس میں کہنیوں کھلی رہتی ہے، تو کیا اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں، ٹخنوں کے نیچے پاجامہ رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر وضو کے لیے آستین اوپر کی ہو اور رکعت چلے جانے کے ڈر سے آستین نیچے کیے بغیر نماز میں شریک ہو گیا تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

جواب: کھلی کہنیوں کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح چھوٹی آستین والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ جس میں کہنیاں کھلی رہتی ہو نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ (عالمگیری)

اگر وضو کے لیے آستین اوپر کی ہو اور رکعت جانے کے ڈر سے آستین نیچے کیے بغیر نماز شروع کر دی تو اس سے بھی نماز مکروہ ہوتی ہے، لہٰذا نماز میں ہی آہستہ سے آستین کو نیچے کر لیا جائے، ٹخنوں کے نیچے پاجامہ رکھ کر نماز پڑھنے سے بھی نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، نماز پھر سے پڑھ لینا بہتر ہے۔

لو صلی رافعا كميه إلي المرفقين كره .

(الفتاویٰ الھندیه : ۱/ ۱۰٦، شامی : ۵۹۵، کفایت المفتی : ۳/ ۳۸۴، احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۰٦)

والله اعلم بالصواب

(۵٦۷) نماز میں کپڑوں کا برابر کرنا

سوال: دورانِ نماز بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ رکوع میں سے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے برابر کرتے ہیں، اسی طرح سجدے میں جاتے وقت بھی گھٹنوں کے پاس سے پاجامہ اوپر کرتے ہیں، تو اس سے نماز میں کوئی حرج ہوگا یا نہیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں نماز اپنے کپڑوں کو اوپر چڑھانے سے منع فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**ولا يكف ثوبه**'' نماز میں کپڑوں کو مت اٹھاؤ۔

(سنن ابوداؤد)

لہٰذا نماز میں کپڑوں کو اوپر اٹھانا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو تو اس کا اثر اس کے اعضاؤں پر بھی پڑتا ہے، مطلب یہ ہے کہ داڑھی کے اوپر ہاتھ نہ پھرایا کرتے (داڑھی کے ساتھ نہ کھیلے) لہٰذا رکوع سجدے میں جاتے وقت مذکورہ حرکتیں نہیں کرنا چاہیے۔

(بدائع الصنائع: ۲۱۵، مراقی الفلاح: ۱۸۹)

و كف ثوبه و هو رفعه من بين يديه عن من خلفه إذا اراد ان يسجد لان فيه ترك السنة سواء كان يقصد رفعه عن التراب او لا. (مجمع الانهر : ۱/۱۲۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵٦۸) نماز کی سامنے نماز سے دھیان ہٹانے والی کوئی چیز ہونا

سوال: محراب کے درمیان میں امام کے آگے ایک بڑی کھڑکی رکھی ہوئی ہے، جس کا طول وعرض ۲ x ½ ۱۱ (ساڑھے گیارہ بائی دو) رکھا ہوا ہے، محراب کے باہر درخت، پھول وغیرہ دکھائی دیتے ہیں، تو ایسی کھڑکی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نمازی کے سامنے کوئی بیٹھا ہوا یا کھڑا شخص اس طرح باتیں کریں کہ جس سے نمازی کی نمازی میں خلل آئے یا نمازی کو نماز میں بھول جانے کا یا دوسری طرف دھیان جانے کا اندیشہ ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔

مذکورہ سوال کے مطابق محراب کے درمیان میں کھڑکی رکھنے سے باہر کے درخت، پھول دکھائی دے، اسی طرح آنے جانے والوں کے شعور سے نمازیوں کا دھیان پوری طرح نماز میں نہیں رہے گا، جس سے نماز میں خلل ہوگا۔ بڑی کھڑکی کے بجائے چھوٹا روشن دان صرف ہوا یا روشنی آسکے، اور نمازی کا دھیان بھی دوسری طرف نہ جائے اس طرح کھڑکی رکھے۔

لا یکـــره (صلاة إلي ظهـر قـاعد) او قائم و لو (يتحدث) إلا إذا خيف الـغـلـط بـحـديثـه.......... أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : نهيت أن أصلى إلي النيام و المتحدثين فهو محمول على ما إذا كانت لهم أصوات يخاف منها التغليظ أو الشغل و في النائمين إذا خاف ظهور شئ يضحكه.

(ردالمحتار مع الشامی : ۱/ ۶۵۱، ۶۵۲، مکتبه سعید)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے تھے وہاں ایک چڑیا باغ کی تلاش میں کرنے لگی ، یہ منظر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو پسند آیا، اور نماز میں اس طرف دیکھنے لگے اور نماز کی رکعتوں کا خیال نہ رہا کہ کتنی رکعت پڑھی ہے، انہوں سے سوچا یہ مال اللہ کی طرف سے آزمائش ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر وہ باغ اللہ کے راستہ میں دے دیا۔

نماز میں دوسری طرف دھیان جانے کے عوض میں اور ہمیشہ ہمیشہ ختم کرنے کے لیے باغ کو اللہ کے راستہ میں دے دیا۔

صورتِ مسئلہ میں کھڑکی سامنے ہونے کی وجہ سے بہت سے نمازیوں کی اور خاص کر کے امام کی نماز میں دھیان دوسری طرف جائے گا، اور نماز میں خلل آئے گا، ایسا سوچنا چاہیے۔

قـال الـغـزالـيؒ كـانـوا يـفـعلونه قطعاً لمادة الفكر و كفارة لما جرى من نقصان الصلاة و هذا هو و لدواء القانع لمادة العلة . (حاشیۂ مؤطا مالک : ۸۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۶۹) سجدے میں جاتے وقت پاجامہ اوپر کرنا

سوال: بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ سجدے میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پاجامہ یا لنگی اوپر کر کے سجدے میں جاتے ہیں تو کیا اس سے نماز ٹوٹ جائے گی؟

جواب: نماز میں سجدے میں جاتے وقت پینٹ، پاجامہ اور لنگی وغیرہ ہاتھوں سے اوپر اٹھانا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

وكف ثوبه و هو رفعه من بين يديه أو من خلفه إذا اراد أن يسجد لان فيه ترك السنة سواء كان يقصد رفعه عن التراب او لا. (مجمع الانهر : ۱/۱۲۴)

عن ابن عباس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم و لا تكفت الثياب و الشعر . متفق عليه . (مشكوة المصابيح : ۸۳)

و لا يكف شعراً و لا ثوباً . (السنن لابی داؤد : ۱۲۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۷۰) امام کا دورانِ نماز خلافِ سنت حرکت کرنا

سوال: ہماری مسجد کے امام نماز اور تراویح میں ایک جیبی مائک استعمال کرتے ہیں، اور دوسرا اسٹند والا مائک سامنے رہتا ہے جو بالکل نزدیک رہتا ہے، لہٰذا رکوع سجدے میں جائے وقت منہ کے سامنے سے ہٹا کر رکوع سجدہ میں جاتے ہیں، سر میں لگنے کے خوف سے امام کا دھیان مائک پر رہتا ہے، تو مقتدیوں کا نمام کا کیا ہوگا؟ جیبی مائک ہے، لہٰذا دوسرا مائک نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، تو امام کا ایسا کرنا کیسا ہے اور مقتدیوں کی نماز کا کیا ہوگا؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الامام ضامن'' امام مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہے، اگر امام کی نماز صحیح ہوگی، تو مقتدیوں کے نماز صحیح ہوگی، اگر امام کی نماز مکروہ ہوگی تو مقتدیوں کی نماز میں بھی کراہت آئے گی، نماز کی اصل روح خشوع وخضوع ہے۔

قرآن کریم میں ہے: وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ . (سورة البقرة:۲۳۸)

اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز میں سکون سے کھڑے رہو، مذکورہ سوال کے مطابق اسٹینڈ والا مائک رکھنے سے امام کو خاص خیال رکھنا پڑتا ہے، اور دھیان مائک کی طرف رہتا ہے، سیدھے سجدہ میں نہیں جا سکتے گردن جھکانی پڑتی ہے، اور اسی طرح پوری نماز میں ہوتا ہے، اور نماز میں بار بار ایسی حرکتیں کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، لہٰذا یا تو بغیر مائک نماز پڑھائیں یا تو جیبی مائک رکھے،

جیبی مائک کے ہوتے ہوئے دوسرے مائک کی ضرورت نہیں، امام کی بار بار ایسی حرکتیں کرنے سے اس کے ساتھ ساتھ مقتدیوں کے نماز میں بھی کراہت آئے گی، جس کا گناہ امام کے ذمہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يصلون لكم فإن أصابوا فلكم و إن اخطأوا فلكم و عليهم. (صحيح البخارى : ۱/۹۶)

تمہارے امام تمہیں نماز پڑھاتے ہیں، اگر وہ نماز کی سنت اور شرائط کے مطابق نماز پڑھاتے ہیں، تو تمہیں اور امام دونوں کو ثواب ملے گا، اور اگر غلط طریقہ پر پڑھائیں گے، تمہیں تو ثواب ملے گا، اور امام صاحب پر اس کا وبال ہوگا۔

(فان إصابوا) أي اتموا في الشرائط و السنن و نحو ذالک (و ان اخطأوا) أي وان لم يصيبوا فلكم أي ثوابها و عليهم أي عقابها .

(حاشیۂ بخاری، ابو داؤد : ۹۲)

امام حضرات کو ایسی کوشش کرنی چاہیے کہ مقتدیوں کی نماز کامل اور مکمل طریقہ سے ادا ہو جائے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۸ رشعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

(۵۷۱) عذر کی وجہ سے نماز میں ہلنا

سوال: ایک آدمی ضعیف ہے، پنج گانہ نماز کا پابند ہے، بڑھاپے کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، گر جانے کا ڈر رہتا ہے، اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا شوق ہے، نیت باندھنے کے بعد کھڑے ہوتے ہیں، تو بدن میں حرکت ہوتی ہے، اس کی بناء پر پورا بدن حرکت کرتا ہے، جس کو سامنے والا اچھی طرح دیکھ سکتا ہے، تو کیا ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی حرج ہوگا یا نہیں؟

جواب: بلا عذر نماز میں حرکت کرنا مکروہ ہے،صورت مسئلہ کے مطابق نماز میں برابر کھڑے ہونے کی وجہ سے بدن حرکت کرتا ہے،تو عذر کی وجہ سے ہے،اور عذر کی وجہ سے نماز میں حرکت سے نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

ویکره ایضاً التمایل في الصلوة علی یمناه مرة و علی یسره اخری لانه من العبث المنافي للخشوع. و قد تقدم ان الفعل الذی فیه دفع الضرر لا یکره بل لو قیل ان ترکها مکروه لم یبعد. (کبیری: ۳۴۱)

أن کل عمل هو مفید للمصلي فلا بأس به اصله، ما روی أن النبی صلی الله علیه وسلم عرق في صلاته فصلت العرق عن جبینه،أی مسحه لأنه کان یؤذیه فکان مفیداً. (شامی: ۱/۶۴۰، مکتبه سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۷۲) رکوع کی تسبیح سجدہ میں اور سجدہ کی تسبیح رکوع میں پڑھیں تو......؟

سوال: اگر کوئی مصلی رکوع کی تسبیح سجدہ میں اور سجدہ کی رکوع میں پڑھے،تو کیا اس کو سجدے سہو کرنا پڑے گا؟

جواب: رکوع اور سجدہ کی تسبیح سنت ہے،اور سنت کو چھوڑنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوتا،البتہ جان بوجھ کر ایسا کرنا بُرا اور مکروہ تنزیہی ہے،اگر بھول سے ہو جائے تو نماز میں کوئی نقص نہیں آتا۔

ترک السنة لا یوجب فسادا و لا سهوا بل إساء ة لو عامدا.

(ردالمحتار: ۱/۴۷۴، مکتبه سعید)

فلو ترکه أو نقصه کره تنزیها. (شامی : ۱/۴۷۶، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۷۳) کعبۃ اللہ کی تصویر والے مصلے پر نماز پڑھنا

سوال: اکثر مسجدوں میں امام صاحب جس مصلے پر کھڑے رہ کر نماز پڑھتے ہے، اس پر کعبۃ اللہ، مدینہ منورہ کی تصویر ہوتی ہے یا درخت وغیرہ کی تصویر ہوتی ہے، تو بعض مسجدوں میں اجمیر کی مزار کی تصویر ہوتی ہے، تو ایسے مصلے کو استعمال کرنا جائز ہے، اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: مصلے پر خانۂ کعبہ اور مساجد وغیرہ کی جو تصویر ہوتی ہے وہ نقل ہے، اور اصل اور نقل میں بڑا فرق ہوتا ہے، خانۂ کعبہ کے بجائے کپڑے پر پرینٹ کیا ہوا کعبہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نماز صحیح نہ ہوگی، حج کے بعد مدینہ طیبہ روضۂ مبارک کی زیارت کیے بغیر صرف تصویر کی زیارت کرلے تو درست نہیں، لہٰذا مذکورہ مصلے پر کھڑے رہ کر نماز پڑھنا صحیح ہے، ایسی مصلے کا استعمال کرنا درست ہے، مسلمانوں کے دلوں میں خانۂ کعبہ اور روضۂ اطہر کا احترام ہوتا ہے، اس کو اِدھر اُدھر پھینکنے سے بچنا چاہیے، مولانا عبدالحیؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: سوال: بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشۂ مبارک واجب التعظیم ہے یا نہیں؟ جواب: شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نقش کی تعظیم واجب نہیں ہے، اگر کوئی اس کو چاک بھی کردے تو ماٰخوذ نہ ہوگا۔

(فتاوی عبدالحیٰ: ۴۸۸)

اگر کوئی خانۂ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوجائے گی، اگرچہ تعظیم کے خلاف ہونے سے نماز مکروہ ہوگی، تو تصویر پر کھڑے رہ کر نماز کیوں صحیح نہ ہوگی۔

ومن صلى على ظهر الكعبة جازت صلاته .... إلا أنه يكره لما فيه من ترك التعظيم وقد ورد النهي عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم .

(هدايه: ۱/ ۱۶۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۳/ ذیقعدہ/ ۱۴۲۰ھ

(۵۷۴) نماز کی حالت میں سامنے کی دیوار پر آئینہ میں اپنا عکس نظر آئے تو۔

سوال: بہت سی مساجد میں جماعت خانہ میں قبلہ کی دیوار پر ایسی ٹائلس اور سنگِ مَرمَر لگے ہوتے ہیں، جس میں نمازی کا عکس دکھائی دیتا ہے، اوردائیں بائیں الماریاں ہوتی ہیں، جس میں شیشہ ہوتا ہے، اس میں بھی نمازی کا عکس دکھائی دیتا ہے، تو کیا نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں مصلی کا مقصد اپنے عکس کی تعظیم اوراحترام نہیں ہوتا، اورنماز مکروہ ہونے کا مدار بت کی تعظیم یا عبادت میں غیر قوم کے ساتھ مشابہت پر ہے، لہٰذا نماز مکروہ نہ ہوگی، مگر نماز میں توجہ اورخشوع باقی نہ رہے، اورتصویر کی طرف توجہ جاتی ہوتو یہ مکروہ ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسی چیزوں پر پردہ ڈال دینا چاہیے، تاکہ کسی بھی مصلی کی تصویر اس میں نظر نہ آئے۔

وقد ظهر من هذا أن علة الكراهة في المسائل كلها إما التعظيم أو التشبه على خلاف ما يأتى .... قوله: (أو ثوب آخر) بأن كان فوق الثوب الذى فيه صورة ثوب ساتر له فلا تكره الصلاة فيه لإستتارها بالثوب، قوله: (لاتتبين) هذا أضبط مما في القهستانى حيث قال: بحيث لاتبدو للناظر إلا بتبصر بليغ كما في الكرماني، أو لا تبدو له من بعيد كما في المحيط .

(شامی: ۱/۶۴۸ مکتبه سعید، احسن الفتاوی: ۳/۴۱۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۵۷۵) نقش نگاروالے مصلے پر نماز پڑھنا، بہترین رنگ (Coloring) والے مصلے پر نماز پڑھنا

سوال: ایک شخص نے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے بہترین قسم کے مصلے وقف کیے (گالیچے) جن کی قیمت پانچ ہزارروپیے ہیں، اوریہ مصلے رنگ داراورنقش ونگاروالے ہوتے ہیں، ان پر چار

مہینہ تک نماز پڑھی گئی، اب امام صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا اس کا استعمال ترک کردینا چاہیے؟ اس کا شرعی حکم بیان فرمائیں۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے، تو جب تک وہ نماز میں ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرماتے ہیں، جہاں تک وہ التفات نہ کریں، التفات کرنے سے رحمت سے دور کردیا جاتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال الله عز وجل مقبلا على العبد وهو في صلاته ما لم يلتفت فإذا التفت انصرف عنه . (السنن لابی داؤد: ۱۳۱)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نقش دار چادر اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چادر کی نقش داری سے خشوع سے دور رہنے کا خوف تھا، یہ چادر جس نے ہدیہ کی ہے (ابوجہیم) ان کو دے کر سادی چادر ان کے پاس سے لے آؤں۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت صلّى رسول الله صلى الله عليه سلم في خميصة لها اعلام فقال شغلتنى اعلام هذِه اذهبوا بها الى ابى جهم وايتونى بنجا نيت . (السنن لابی داؤد: ۱۳۲)

فتح مکہ مکرمہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ داخل ہوتے وقت فرمایا کہ جو چیز نمازی کو نماز کے علاوہ دوسری طرف مشغول کرنے والی ہو ایسی چیز کا بیت اللہ میں ہونا ثابت نہیں۔

قال.....فانه ليس ينبغي ان يكون في البيت يشغل المصلى .

(السنن لابی داؤد: ۲۷۷)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، نماز میں توجہ دوسری طرف ہوگئی جس سے یہ معلوم نہ رہا کہ میں نے کتنی رکعت پڑھی ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ'': **لقداصابتنى في مالي هذافتنة**'' اس مال میں میرا امتحان ہوا اور فرمایا ''**لقدصدقة**'' اس باغ کو خیرات کردیا۔

(مؤطاامام مالکؒ: ۸۳)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں نقصان پہنچنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کفارہ میں ایسا ہی کرتے تھے، اور نماز میں نقصان پہنچانے والی چیزون کا یہی کفارہ ہے، اور اس بیماری کی یہی دوا ہے، اس کو دور کردیا جائے۔ (حاشیۂ مؤطا امام مالکؒ)

مسجد میں جو شاندار غالیہ وقف کیا ہے، اگر اس کی نقش اور پھول بوٹے کی طرف دھیان جانے کی وجہ سے نماز میں دھیان نہ رہتا ہو، اور رکعتوں میں بھول پڑتی ہو، تو ایسا مصلے بچھانا نہیں چاہیے، خاص کر کے امام کے لیے کہ جس کے اوپر تمام نمازیوں کی نماز کا دارومدار ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''الإمــام ضــامن ''یعنی مقتدیوں کی نماز صحیح یا فاسد ہونے کا اسی طرح کامل اور ناقص ہونے کا ذمہ دار امام ہے۔

مذکور مصلے پر نماز ادا کرنے سے نماز تو ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی، البتہ نقش ونگار پر دھیان جانے کی وجہ سے خلافِ اولیٰ ہوگی، امام کو اگر اس سے حرج ہو تو مؤذن کی جگہ پر بچھایا جاوے، تاکہ مسجد میں مصلے دینے والے کا مقصد بھی پورا ہو جائے، اور مقتدیوں کی نماز پر بھی کوئی اثر نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

۲۱ر جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

(۵۷۶) کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر والے مصلی پر پڑھنے کا حکم

سوال: نماز پڑھنے کے لیے جو مصلے ہوتے ہیں، ان میں کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر والے مصلے بھی ہوتے ہیں، تو ایسے مصلے پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: خاص کعبۃ اللہ اور روضۂ مبارک واجب الاحترام ہے، اس کی بے عزتی کرنا سخت گناہ کا کام ہے، البتہ ان کی تصویروں کا خاص خانۂ کعبہ اور روضۂ مبارک جیسا حکم نہیں رہے گا، اور ایسے مصلے جن پر مذکور بابرکت جگہ کی تصویریں ہو اور مسلمانوں کے دل میں ان تصویروں کی عبادت کا

مقصد نہیں ہوتا، لہٰذا ایسے مصلوں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور ان پر سجدہ کرنا درست ہے، بے جان چیزوں کی تصویریں نمازی کے سامنے ہو، تو فقہا کرامؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں خرابی اس لیے نہیں آتی کہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ سورج، چاند، ستارے وغیرہ کی عبادت کی جاتی ہے، البتہ ان کی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی، لہٰذا سورج، چاند، ستارے سامنے رکھ کر نماز پڑھنے سے مشابہت کی وجہ سے نماز مکروہ ہوگی، مگر ان کی تصاویر سامنے ہو تو اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔

فإن قيل عبد الشمس والقمر والكواكب والشجرة الخضراء، قلنا عبد عينه لا تمثاله، فعلى هذا ينبغي أن يكره استقبال عين هذه الأشياء....بخلاف مالو صورها واستقبل صورتها . (شامی : ۱/ ۶۴۹ ، مکتبہ سعید)

مسلمان خاص خانۂ کعبہ یا روضۂ مبارک کی عبادت نہیں کرتے تو ان کی تصاویر کی عبادت کرنے کا خیال کیسے ہو سکتا ہے، اصل مدار نماز کے مکروہ ہونے کا جو چیز سامنے ہو اس کی تعظیم یا بت پرستوں کے ساتھ مشابہت ہونے پر ہے۔

وقد ظهر من هذا أن علة الكراهة في المسائل كلها إما التعظيم أو التشبه . (شامی: ۱/ ۶۴۸، مکتبہ سعید)

نقش و نگار والے مصلے ہونے کی وجہ سے اگر نماز میں دل لگنے میں نقصان ہو، تو احتیاطاً ایسے مصلے پر نماز نہ پڑے، خانۂ کعبہ اور روضۂ مبارک کی تصاویر پر نماز میں پیر رکھنے سے ظاہراً ان کی بے عزتی کے برابر ہے، لہٰذا ان تصاویر پر پیر نہ رکھے۔

واللہ اعلم بالصواب

قرأت کا بیان

فصل اول سنتِ قرأت کے بیان میں

(۵۷۷) فجر کی نماز میں کتنی لمبی سورۃ پڑھی جاوے

سوال: فجر کی نماز میں امام صاحب نے لمبی سورۃ پڑھی، ایک مصلی نے نماز کے بعد کہا کہ اس سے لمبی سورۃ نہیں ہے؟ مطلب یہ تھا کہ اتنی لمبی سورۃ کیوں پڑھتے ہو، تب سے امام صاحب فجر کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں، لہٰذا اس کا کیا حکم ہے؟ فجر میں لمبی سورۃ پڑھنی چاہیے یا چھوٹی؟ اس کے متعلق خلاصہ کریں۔

جواب: امام صاحب کو نماز پڑھانے میں مقتدیوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صاحب کو مختصر قرأت کرنی چاہیے، کیوں کہ مقتدی حضرات ضعیف، کمزور، بیمار اور حاجت منہ ہوتے ہیں، اگر لمبی قرأت کر کے مقتدی حضرات کی تکالیف کا سبب بنے گا تو امام گنہگار ہوگا۔

فجر کی نماز میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعتوں میں کم سے کم چالیس (۴۰) آیتیں پڑھی جائے یا تو اس سے زیادہ پچاس سے ساٹھ آیتیں پڑھی جائے۔ (کبیری: ۳۰۳، بدائع الصنائع: ۲۰۵)

لہٰذا امام کو مقتدیوں کا خیال رکھ کر نماز پڑھانی چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۷۸) سورۂ فاتحہ کتنی سانس میں پڑھنا چاہیے

سوال: بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ نماز میں امام صاحب دو یا تین سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے، یا اس سے سورۃ کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے، تو سورۂ فاتحہ کتنی سانس میں پڑھنی چاہیے؟ مذکورہ بالا کے مطابق پڑھنے سے نماز میں کوئی حرج ہوگا یا نہیں؟

جواب: جمہور علما کے نزدیک اصل قانون یہ ہے کہ جن جن آیات میں ترجمہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہو ان کو ملا کر پڑھنا افضل ہے، اور جہاں آیت ختم ہوتی ہو وہاں وقف کر کے اس کے بعد والی آیت سے ابتداء کرنا سنت ہے۔ (حوالہ جزری: ۵۱، مرقاۃ المفاتیح: ۲/ ۶۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فاتحہ کی ہر آیات پر وقف فرماتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آیات کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے، یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معلوم ہو جائے، لہٰذا سورۂ فاتحہ کو دو یا تین سانس میں پڑھنا درست ہے، اس سے نماز کراہت نہیں آتی ہے۔

اختلف أرباب الوقوف في الوقف على رأس الآية إذا كان هناك تعلق لفظي فالجمهور على ان الوصل اولى فيهما و وقفه أي النبى صلى الله عليه وسلم كان يبين للسامعين رؤس الآى . (مرقاة المفاتيح : ۲/۲۱۶)

واللہ اعلم بالصواب

۱۰ر صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

(۵۷۹) دوسری رکعت کی قرأت پہلی رکعت کی قرأت سے لمبی نہیں ہونی چاہیے

سوال: مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ ’’ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ‘‘ اور دوسری رکعت میں ’’ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ ‘‘ پڑھی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: پہلی رکعت کی بہ نسبت دوسری رکعت میں اتنی لمبی سورۃ پڑھی جائے کہ دوسری رکعت کی قرأت پہلی رکعت کی قرأت کی بہ نسبت تین آیتوں کے بقدر زیادہ ہو جائے تو نماز مکروہ ہوگی، ایک دو آیت کے زیادہ ہو جانے سے نماز مکروہ نہیں ہوگی، اور جن سورتوں کو احادیث میں پڑھنے کی تلقین کی ہے، وہاں یہ حکم جاری نہیں ہوگا، صورتِ مسئلہ میں تین آیتوں سے زیادہ نہیں، اس لیے نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

لاخلاف أن لطالة الركعة الثانية على الأولىٰ مكروهة إن كانت بثلاث آيات أو أكثر وإن كانت بأقل من ذلك لايكره .

(خلاصة الفتاوى: ۱/۹۶، الفتاوى الهندية: ۱/۷۸، فتاوى حسينيه: ۲۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۸۰)سرّی نماز (ظہراورعصر) کی قرأت میں کچھ الفاظ کوظاہرکرنا سنت ہے۔
جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کی ہرآیت پروقف کرنا

سوال: سنا گیا ہے کہ سری نماز یعنی ظہراورعصر کی قرأت میں بعض الفاظ کوظاہرکرنا سنت ہے، لہٰذا حدیث حوالہ دے کر جواب عنایت فرمائیں؟

مغرب کی نماز میں سورۂ فاتحہ کی آیتوں کو الگ الگ کرکے پڑھنے کے متعلق سنا گیا ہے تواس کے متعلق بھی حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، ایک شخص کا یہ کہنا ہے کہ سنت پردوام اوراس کا اہتمام یہ بدعت ہے تو کیا یہ حقیقت صحیح ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہراورعصر کی پہلی دورکعتوں میں سورۂ فاتحہ اورایک سورت پڑھتے تھے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جواس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہے کہ کبھی کوئی آیت زورسے (بلندآواز) پڑھکر ہم کوسناتے تھے،کوئی کوئی آیت بلندآواز سے پڑھنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ مقتدی حضرات اس بات سے باخبررہے کہ ظہراورعصر میں بھی دل میں قرأت پڑھی جاتی ہےاورضروری بھی ہے۔

عن أبى قتادة رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بنا فيقرأ في الظهر و العصر في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب و سورتين و يسمعنا الآية احياناً . (السنن لأبى داؤد : ۱۱٦)

قال الطيبي أي يرفع صوته ببعض الكلمات من الفاتحة و السورة بحيث يسمع حتى يعلم ما يقرأ من السورة قال ابن حجرؒ :يعلم انه يقرأ او يقرأ سورة كذا. (بذل المجهود : ۴۳/۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پر وقف فرما کر قرأت کرتے تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ’’ **الحمدلله رب العالمين** ‘‘پڑھتے پھر وقف فرماتے پھر’’ **الرحمن الرحيم** ‘‘پڑھتے پھر وقف فرماتے۔

عن أم سلمة رضي الله عنه قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقطع قرائته يقول الحمد لله رب العالمين ثم يقف ثم يقول الرحمن الرحيم ثم يقف. رواه الترمذى (مشكوة المصابيح: ١٩١)

سأل ام سلمة رضى الله عنه عن قراة رسول الله صلى الله عليه وسلم . نعت قرائته فإذا هى تنعت قراء ته حرفاً حرفاً. (السنن لأبى داؤد : ٢٠٧/١)

لہٰذا ہر آیت پر وقف کرنا بہتر ہے، اور یہ حدیث مغرب کی نماز کے لیے خاص نہیں ہے، تمام ہی نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا۔ لہٰذا مغرب کی نماز کے لیے خاص کر لینا درست نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

(۵۸۱) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سنت قرأت کیا ہے

سوال: جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ’’ **سورۂ الم سجده** ‘‘اور’’ **سورۂ دهر** ‘‘پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں ’’ **سورۂ سجده** ‘‘ اور ’’ **سورۂ دهر** ‘‘ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

كان النبى صلى الله عليه وسلم يقرأ في الفجر يوم الجمعة الٓمٓ تنزيل و هل اتى على الانسان . (الصحيح البخارى : ١٢٢/١، الصحيح لمسلم : ٢٨٨/١)

لہٰذا سنت پر عمل کرنے اور برکت حاصل کرنے کی نیت سے بعض مرتبہ جمع کے دن فجر کی نماز میں یہ سورتیں پڑھ لینا بہتر اور مستحب ہے، ہمیشہ اس کی عادت بنالینا مکروہ ہے، کیونکہ ہمیشہ پڑھنے کی وجہ سے دوسری سورتوں کو چھوڑ دینا اور دوسری سورتوں پر ان دونوں سورتوں کو فوقیت دینا لازم آئے گا، البتہ بالکل ان دونوں سورتوں کو چھوڑ نہ دیا جائے، کبھی کبھی پڑھ لینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا ہوجائے گی۔ اور لوگوں کو بھی ان دونوں سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پڑھنے کا سنت ہونے کا خیال رہے گا۔

و في فتح القدير لان مقتضى الدليل عدم المداومة لا المداومة على العدم كما يفعله حنفية العصر فيستحب أن يقرأ احيانا تبركا بالماثور.

(فتح الملهم : ۴۲۰/۲)

و يكره التعيين كالسجدة و- هل أتى- لفجر كل جمعة بل يندب قرائتها احيانا قال العلام الشامیؒ فيستحب ان يقرأ ذالک احيانا تبركا بالمأثور فان لزوم الايهام ينتفي بالترک احيانا. (شامی : ۵۴۴/۱ ، مکتبہ سعید)

والله اعلم بالصواب

۵/ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ

(۵۸۲) جمعہ کی فجر میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دھر کی تلاوت

سوال: ہمارے یہاں امام صاحب جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دھر تراویح کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہیں؟ تو کیا حدیث یہ اس طرح پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مذکورہ دونوں سورتیں پڑھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دھر پڑھتے ہیں۔

كـان الـنبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في الفجر يوم الجمعة آلٓمّ تنزيل و هل اتى على الانسان . (الصحيح البخارى : ١/١٢٢، الصحيح لمسلم : ١/٢٨٨)

لہٰذا سنت سمجھ کر مذکورہ دونوں سورتیں جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پڑھنا سنت ہے، البتہ اس پر دوام نہ کریں، کبھی کبھار دوسری سورتیں بھی پڑھیں، دوسری سورتوں کو چھوڑ کر ہر جمعہ کو ان دونوں سورتوں کو لازم پکڑنا مکروہ ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو برکت حاصل کرنے کی غرض سے کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے۔

و يكـره التعيـن كـالسـجـدة و– هل أتى– لفجر كل جمعة ، بل يندب قرائتها احياناً.... فيستحب ان يقرأ ذالک احياناً تبركاً بالمـأثور.

(رد المحتار مع الشامى : ١/٥۴۴ ، مكتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۸۳) کیا جمعہ کے دن فجر میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ نصف اور دوسری رکعت میں نصف پڑھنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں۔

سوال: ہماری مسجد کے امام صاحب کا بہت سالوں سے یہ معمول رہا ہے کہ جمعہ کے دن فجر میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ نصف اور دوسری رکعت میں نصف پڑھتے ہیں، اسی طرح دوسری جمعہ کو فجر کی نماز میں سورۂ دھر نصف پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں نصف پڑھتے ہیں اور ان کے معمول میں کبھی بھی کوئی ردوبدل نہیں ہوتا تو کیا نصف نصف سورۃ پڑھنا بہتر ہے یا یہ کہ پوری سورۃ پڑھنا؟ اگر ایسا ہے تو اس میں کوئی کراہت تو نہیں؟

جواب: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دھر پڑھتے تھے۔

كـان الـنبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في الفجر يوم الجمعة آلٓمّ تنزيل و هل اتى على الانسان. (الصحيح البخارى : ١/١٢٢)

عن ابن عباس رضي الله عنه .....أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الصلاة الجمعة سورة الجمعة والمنافقين . (الصحيح لمسلم : ۱/۲۸۸)

اور جمعہ کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون پڑھتے تھے۔

لہٰذا افضل یہ ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں پوری پوری سورۃ پڑھی جائے، پہلی رکعت میں نصف سورۃ پڑھنا اور دوسری رکعت میں نصف سورۃ پڑھنا صحیح قول کہ مطابق مکروہ تو نہیں ہے، البتہ ایسا کرنا درست نہیں ہے، اگر ایسا کرلیا تو نماز میں کوئی نقص نہیں آئے گا

الأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة و سورة كاملة في المكتوبة.

(فتاویٰ الهندية : ۱/ ۷۸)

ہر ایک جمعہ میں متعین سورۃ پڑھتے رہنا یا ایک جمعہ کو سورۂ سجدہ اور دوسرے جمعہ میں سورۂ دھر پڑھنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس طرح لوگ اس کو ضروری سمجھ لیں گے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جو سورتیں پڑھنا ثابت ہے، ان کو سنت اور برکت خیال کرکے پڑھنا اور کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھ لیں تو یہ جائز ہے۔

و يكره أن يوقت شيئاً من القرآن لشيء من الصلوات .

(فتاویٰ الهندية : ۱/ ۷۸، هداية : ۱۰۰)

واللہ اعلم بالصواب

۲۰۰۰/۵/۴ء

(۵۸۴) جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ ’’ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ ‘‘ اور سورۂ غاشیہ ’’هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ‘‘ پڑھنا

سوال: ہمارے امام صاحب جمعہ کی نماز میں ’’سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ ‘‘اور’’هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ‘‘ پڑھتے ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان سورتوں کو پڑھنے کا حکم ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز کی پہلی رکعت میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ ''اوردوسری رکعت میں ''هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةً ''پڑھتے تھے، ہمیشہ ان دونوں سورتوں کو پڑھنا ضروری نہیں سمجھنا چاہیے، کیوں کہ ایک ہی سورت پڑھنے سے لوگ اس کو ضروری سمجھ لیں گے کہ یہی سورتیں پڑھنا ضروری ہے، اوران کے سوادوسری سورتیں پڑھنا جائز نہیں۔

عن النعمان بن بشير رضى الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرا في العيدين و في الجمعة سبح اسم ربك الاعلى و هل اتک حديث الغاشية. (قال النورى) فيه استحباب القراة فيهما بهما. (الصحيح لمسلم : ١/٢٨٨)

(و يكره التعيين) كالسجدة و_ هل أتى _لفجر كل جمعة، بل يندب قراء تهما أحيانا........ لا ينبغي أن يقرأ سورة متعينة على الد وام لئلا يظن بعض الناس أنه واجب.......أما لو قرأ ه للتيسير عليه أو تبر كا بقراء ته عليه الصلاة و السلام فلا كراهة لكن بشرط أن يقرأ غيرها أحيانا لئلا يظن الجاهل أن غيرها لا يجوز . (ردالمحتارمع الشامى : ١/٥٤٤ ، مكتبه سعيد)

فخر المتأخرین علامہ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: کہ جن سورتوں کونماز میں پڑھنا سنت ہے، اگران ہمیشہ پڑھنے کی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتو ان کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

نعم لو كانت المداومة على ذلک مورثا إلي مفسدة أحب ان يتر كها الخ .

(سعاية : ٢٨٩، فصل في القراة)

واللہ اعلم بالصواب

فصل دوم

جھری اورسری قرأت کے بیان میں

(۵۸۵) مائک (آلۂ مکبر الصوت) میں نماز پڑھانا

سوال: مائک میں فرض نماز پڑھانا کیسا ہے؟ اسی طرح تراویح کی بیس رکعت مائک میں پڑھانا کیسا ہے؟

جواب: نماز اور تراویح مائک میں پڑھنے سے فائدے سے زیادہ اس میں نقصان ہے، مثلاً: بجلی چلی جائے یا لاؤڈ اسپیکر خراب ہو جائے، تو مقتدیوں میں انتشار پیدا ہو جائے گا اور پیچھے نماز پڑھنے والوں کو امام کے رکوع وسجدے کی خبر نہیں ہوگی، لہٰذا اس سے نماز فاسد ہو جانے کا ڈر ہے، اسی طرح قرآن وحدیث میں نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کی بہت ہی تاکید وارد ہوئی ہے، اور حقیقت میں خشوع ہی نماز کی جان ہے، اور لاؤڈ اسپیکر نماز میں خلل پیدا کرتا ہے، لہٰذا علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ نماز میں اس کا استعمال کرنا بہتر نہیں ہے۔ امام کی تکبیرات کو پہچانے کی ضرورت مکبرین حضرات سے پوری ہو سکتی ہیں۔

(آلۂ مکبر الصوت کے شرعی احکام، امداد الفتاویٰ: ۱/ ۵۶۵، فتاوی رحیمیہ: ۲۰۷، فتاویٰ حسینیہ: ۵۷)

والله اعلم بالصواب

(۵۸۶) نماز میں مائک (آلۂ مکبر الصوت) استعمال کرنا

سوال: نماز میں مائک استعمال کرنا کیسا ہے، نماز ہوگی یا نہیں، بعض لوگوں کی دلیل ہے مکہ مکرمہ میں مائک میں نماز ہوتی ہے، تو شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: نماز میں مائک کے استعمال سے دور تک امام کی آواز پہنچانے میں آسانی ہوتی ہے۔ مگر دوسری طرف اس کے نقصانات بھی بہت ہیں، نماز کے درمیان اگر لائٹ چلی جائے یا مائک خراب

ہو جائے تو امام کے رکوع وسجدوں کی تکبیرات کی آواز تمام مصلیوں تک نہیں پہنچے گی تو اس سے نماز فاسد ہونے کا خوف ہے ،اسی طرح مائک میں کوئی خرابی آجانے کی وجہ سے مصلیوں میں انتشار پیدا ہونے کا خوف ہے،ان وجوہات کی وجہ سے نماز میں مائک استعمال نہ کرنا بہتر ہے،اسی طرح بعض علمائے کرام نماز میں مائک استعمال کرنے سے نماز فاسد ہونے کو کہتے ہیں،البتہ بعض علماء کے نزدیک مائک میں نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے گی اور اس کی آواز سے مصلی حضرات رکوع سجدہ کریں گے،تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(آلاتِ جدیدہ:۳۷/۴۱،۵۷، امدادالفتاویٰ: ۱/۸۴۶، احسن الفتاویٰ۳ ۲۰۳)

بہتر یہ ہے کہ مائک اچھی کمپنی کا استعمال کیا جائے اسی طرح مکبرین حضرات کا بھی انتظام کیا جائے تا کہ مائک خراب ہونے کی صورت میں یہ حضرات تکبیرات کہے،اور لوگوں کی نماز فاسد نہ ہو۔ (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام : ۱۰۸)

مقتدی حضرات تک امام کو اپنی قرأت کی آواز پہنچانا ضروری نہیں ہے،اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام اتنے زور (بلند آواز) سے قرأت کرے کہ اس کو تکلیف ہو تو فقہا کرام نے منع فرمایا ہے، اسی طرح صحیح ہونے کے لیے امام کے قرأت کی آواز مقتدی حضرات تک پہنچنا شرط نہیں ہے،بل کہ تلاوت قرآن کے وقت تلاوت کی طرف دھیان دینا اور خاموش رہنا یہ ضروری ہے۔

وَاِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ . يقتضى و جوب الاستماع و الانصات عند قرائت القرآن في الصلاة و في غيرها .

(احكام القرآن للجصاص : ۳/ ۳۹، روح البيان : ۳/ ۳۰۴)

ثـم اعـلـم انه يدخل في الآية الخطبة لانها ملتبسة بقرائت القرآن فتعمل بـظـاهـره فـي حـق الـخطبة بطريق الاحتياط اثباتاً للحرمة. و اختلفوا للبعيد عن المنبر و الاحوط السكوت اقامةً لفرض الانصات و ان تعذر الاستماع .

(روح البيان : ۳/ ۳۰۴)

لہٰذا فقہا کا فیصلہ ہے کہ نماز میں یا جمعہ کے خطبہ میں امام کی قرأت نہ سن سکتے ہوتو اس کی طرف دھیان دینا اور خاموش رہنا ہر مصلی کے لیے ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۰/۶/۶

(۵۸۷) نماز میں آلۂ مکبر الصوت (مائک) کا استعمال

سوال: لندن میں ایک مکان نماز پڑھنے کی غرض سے لیا ہے جس کے اوپر نیچے بہت سے کمرے ہیں، جو جمعہ کے دن مقتدی حضرات کی کثرت کی وجہ سے پوری ہو جاتے ہیں، یہ کمرے ترتیب وار ہونے کی وجہ سے امام کی آواز اتنے دور تک نہیں جاتی ہے، لہٰذا امام کی آواز مقتدی حضرات تک پہنچانے کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال شرعی اعتبار سے جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: صورت مسئلہ کے مطابق جمعہ کی نماز میں مکان لمبا ہونے کی وجہ سے امام کی آواز مقتدی حضرات تک نہیں پہنچتی، تو ایسی ضرورت کے وقت امام کی قرأت وتکبیرات کی آواز مقتدی حضرات تک پہنچانے کے لیے مائک کا استعمال جائز ہے۔ (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۸۸) ظہر اور عصر کی نماز میں سری قرأت کی وجہ۔

سوال: ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت بلند آواز سے نہیں کی جاتی اس کی کیا وجہ ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ اسی طرح فجر، مغرب اور عشا میں جہری قرأت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کے متعلق فرمایا ہے۔

صلوة النهار عجماء ..... أي ليست فيها قرأة مسموعة . (هداية : ٩٦)

و يجهر في الجمعة و العيدين لورود النقل المستفيض . (هداية : ٩٦)

یعنی کہ دن کی نمازوں میں جہری قرأت نہیں کی جاتی ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں سراً قرأت کرتے تھے،اور دوسری تمام نمازوں میں جہری قرأت کرتے تھے،مسلمانوں کو عمل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کافی ہے،اور اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے۔

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ . ترجمہ: جو کچھ بھی رسول دیں اس کو لے لو۔

کتابوں کے ذریعہ پتہ چلتا ہے کہ ظہر کے وقت اللہ تعالیٰ کا غصہ ظاہر ہوتا ہے اور غصہ کے وقت کسی کے بھی سامنے خاموش رہنا بہتر ہے،اور گرمی کے دنوں میں عصر کے وقت بھی گرمی رہتی ہے،لہٰذا ظہر کی نماز کی طرح عصر کی نماز میں بھی سراً قرأت کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ مغرب،عشا اور فجر میں سکون وآرام ہوتا ہے،تو ایسے موقعہ پر جہری قرأت کرنے میں اور اس کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے،اور دل پر اس قرأت کا اثر ہوتا ہے۔قرآن کریم میں ہیں: اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ . رات کی قرأت دل پر اثر کرنے والی ہوتی ہے۔بہ نسبت عصر کے وقت کے کہ اس میں شور ہوتا ہے انسان کا حاضر نہیں رہتا،لہٰذا امام کی قرأت پر پورا دھیان نہیں رہتا۔اس وجہ سے ظہر اور عصر کی نماز میں سرًّا قرأت طے کی گئی۔

(احکام اسلام عقل کی روشنی میں:۹۴)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۸/۱۱/۲ء

(۵۸۹)سرّی نماز میں کتنے زور سے قرآن پڑھنا ضروری ہے

سوال: کیا منفرد کے لیے اتنے بلند آواز سے قرأت کرنا ضروری ہے کہ وہ خود اپنی آواز سن سکے؟ اور اگر اتنے زور سے نہ پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ نماز صحیح ہونے کے لیے دیگر شرائط کیا ہے۔

جواب: جن نماز میں جہری قرأت کی جاتی ہے جیسا کہ مغرب،عشا،فجر گر ان میں سے کوئی نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھ سکے اور اکیلا اس نماز کو اس کے وقت میں ادا کرے تو قرأت بلند آواز

سے اس طرح آہستہ اواز سے پڑھنے کا اختیار ہے، البتہ کچھ بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے، امام جس طرح قرأت کرتا ہے اتنے بلند آواز سے نہ کرے، اگر نماز کا وقت نکل جانے کے بعد اس کو قضا کرے تو صحیح قول کے مطابق آہستہ قرأت کرنا افضل ہے اور ضروری ہے۔

و من فاتته العشاء فصلاها بعد طلوع الشمس إن أمَّ فيها جهر .... و إن كان وحده خافت حتماً و لا يتخير هو الصحيح .

(هداية : ۹۶، طحطاوی مراقی الفلاح : ۱۳۸، شامی : ۱/۴۹۹)

اور جن نمازوں میں سراً قرأت ہوتی ہے، جیسا کہ ظہر، عصر ان میں منفرد کے لیے احتیاطی قول یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز وہ خود سن سکے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں اس قول کو صحیح فرمایا ہے، البتہ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ نمازوں میں آہستہ سے پڑھے کہ حروف صحیح ادا ہوجائے، اس طرح پڑھنا کافی ہے، اور اس طرح قرأت کرے کہ اپنی آواز خود بھی سن سکے تب بھی نماز صحیح امام ہوجائے گی۔

ويخير المنفرد في الجهر و هو أفضل و يكتفى بادناه... قال الشامى ليكون الأداء على هيئة الجماعة . (رد المحتار مع الشامی : ۱/۵۳۳، مکتبہ سعید)

والمنفرد بغرض مخير فيما يجهر الامام لانه امام نفسه لكن لا يبالغ في الجهر مثل الامام لانه لا يسمع غيره و جهره هكذا افضل ليكون الاداء على هيئة الجماعة . (مراقی الفلاح : ۱۳۸)

و من فاتته العشاء فصلاها بعد طلوع الشمس إن كان وحده خافت حتماً و لا يتخير هو الصحيح . (هداية : ۱/ ۹۶)

پہلے قول کے مطابق بعض لوگ اس طرح قرأت کرتے ہیں کہ دوسروں کو پڑھنے میں خلل پیدا ہوتا ہے، اور تکلیف ہوتی ہے اور ان کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے، لہٰذا دوسرے قول پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لہٰذا سرّ ی نماز اکیلا پڑھنے والا اس طرح پڑھے کہ حروف صحیح ادا ہو جاوے، چاہے وہ خود اپنی آواز نہ سننے پائے۔ (احسن الفتاوی:۳/۷۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۹۰) سری نماز میں قرأت آہستہ کرنے کی کم سے کم مقدار

سوال: بہشتی ثمر کے پہلے حصہ میں یہ مسئلہ ہے کہ ''نماز میں الحمد اور سورۃ وغیرہ ساری چیزیں آہستہ اور چپکے سے پڑھے لیکن اس طرح پڑھنا چاہیے کہ آواز اپنے کانوں تک پہونچ جائے، اگر اپنی آواز خود اپنے کانوں تک نہ جائے تو نماز نہ ہوگی'' اب سوال یہ ہے کہ ہونٹ اور زبان کو حرکت دیے بغیر اگر پڑھا جائے تو وہ آواز کانوں تک نہیں پہونچے گی تو کیا وہ قرأت صحیح نہیں ہوگی؟ اس طرح پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: بہشتی ثمر میں جو لکھا ہے وہ ایک قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ زبان کو اور ہونٹ کو حرکت دے کر حروف صحیح ادا کرے تو چاہے وہ خود کی قرأت اپنے کانوں میں نہ سن پائے تب بھی نماز درست ہوگی، اور یہی دوسرے قول پر عمل کرنا بہتر ہے، پہلے قول پر عمل کرنے سے دوسروں کی نماز میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

ہاں اگر اس طرح قرأت کرے کہ زبان اور ہونٹ کو حرکت نہ دے تو یہ جائز نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ:۳/۵)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے: سوال: مصلی بلا حرکتِ شفتین و بلا تحریکِ لسان اپنے جی میں قرأت کرتا ہے، تو اس کی نماز میں کوئی کراہت آئے گی یا سرے سے جائز ہی نہیں ہوگی؟ جواب: اس طرح فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور نماز درست نہیں ہوگی۔ (فتاوی محمودیہ:۱۶/۳۰۷)

و أدنى الجهر إسماع غيره وأدنى المخافتة إسماع نفسه ومن بقربه. (در مختار) فشرط الهندوانيؒ والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى أذنه

..... و لـم يشتـرط الـكـرخيؒ وأبوبكر البلخي السماع، .... وأن ما قاله الهـنـدوانـيؒ أصـح وأرجـح لاعتـماد اكثر علمائنا عليه ...... فقد ظهر بهذا أن أدنـى المخافتة إسماع نفسه أو من بقربه رجل أو رجلين مثلاً، وأعلاها تصحيح الحروف كما هو مذهب الكرخي .

(شامی: ۱/۵۳۴،۵۳۵، فصل في القراء ة، مطلب في الكلام على الجهر والمخافتة)

و قـال الـكـرخي: أدنى الجهر أن يسمع نفسه وأدنى المخافتة تصحيح الحروف لأن القراء ة فعل اللسان دون الصماخ .

(هداية : ۱/۹۸، كتاب الصلوٰة،فصل في القراء ة)

و لو قرأ بقلبه و لم يحرک لسانه فانه لا يجوز و لو حرک لسانه بالحرف اجزأه و ان كان لا يسمع منه.(منحة الخالق على البحر الرائق : ۱/۳۳۶)

واللہ اعلم بالصواب

۲۳رشوال۱۴۲۳ھ

(۵۹۱) سراً قرأت کی کم سے کم مقدار۔

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ الحمد اور سورۃ اس طرح پڑھنا چاہیے کہ خود اپنے کانوں میں اس کی آواز ضرور جائے ،اگر اپنی آواز خود اپنے آپ کو بھی سنائی نہ دے تو نماز نہ ہوگی ،تو کیا زبان اور ہونٹ تو حرکت کرتے ہو،البتہ آواز سنائی نہ دے تو نماز ہوگی یا نہیں،اور یہ حکم صرف قرأت کے لیے ہی ہے یا پھر التحیات،درود شریف وغیرہ کے لیے بھی یہی حکم ہے؟

جواب: نماز میں قرأت سراً کرنے کے دو درجہ ہیں ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ ،اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنی قرأت خود بھی سن پائے اور دوسرا نہ سن سکے۔ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنی زبان حرکت کرتا ہو،البتہ وہ اپنی قرأت خود نہ سنے مگر جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے دل میں اس کا خیال

اوردھیان رہے، لہٰذا آہستہ قرأت والی نماز جیسے کہ ظہر اورعصر میں پہلے درجہ والی قرأت پڑھنے کو اکثر علمائے کرام نے صحیح اورراجح قرار دیا ہے، اور بہشتی زیور میں اس طرح لکھا ہے۔

مگراس طرح قرأت کرے کہ صرف ہونٹ اورزبان حرکت کرے اورآواز وہ خودبھی نہ سن سکے تب بھی صحیح ہے نماز ہوجائے گی۔

و أدنى الجهر إسماع غيره وأدنى المخافتة إسماع نفسه ومن بقربه . (در مختار) فشرط الهندوانيؒ والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى أذنه ..... و لم يشترط الكرخيؒ وأبوبكر البلخي السماع، .... وأن ما قاله الهندوانيؒ أصح وأرجح لاعتماد اكثر علمائنا عليه ...... فقد ظهر بهذا أن أدنى المخافتة إسماع نفسه أو من بقربه رجل أو رجلين مثلاً، وأعلاها تصحيح الحروف كما هو مذهب الكرخي .

(ردالمحتار: ۱/۵۳۴،۵۳۵، فصل في القراءة، مطلب في الكلام على الجهر والمخافتة)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۹۲)امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچانے کے لیے مکبر رکھنا

سوال: امام کی آواز پہنچانے کے لیے مکبر رکھنا کیسا ہے؟

جواب: مقتدی حضرات زیادہ ہونے کی وجہ سے امام کی آواز ہرایک کو نہ پہنچتی ہوتو امام کی آواز پہنچانے کے لیے مکبر رکھنا درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

فصل سوم

سورتوں اور آیتوں کے خلافِ ترتیب اور دوبارہ پڑھنے کے بیان میں

(۵۹۳) فرض نماز کی پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی ہو

سوال: فرض نماز کی پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی ہو، دوسری رکعت میں اس کے بعد کی ایک سورت چھوڑ کر تیسری سورۃ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: فرض کی پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی جائے دوسری رکعت میں اس کے ساتھ والی سورۃ پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے، ایک سورۃ جان بوجھ کر چھوڑ کر آگے کی تیسری سورۃ پڑھنے سے نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، چھوٹی ہو یا بڑی سورۃ ایک کو چھوڑ کر دوسری اس کے ساتھ والی پڑھنے میں ایک کا دوسری پر فضیلت کا شبہ ہوتا ہے، البتہ ساتھ والی سورۃ اتنی لمبی ہو کہ اس کو پڑھنے سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے تین آیات لمبی ہوتی ہو تو ساتھ والی سورۃ کو چھوڑنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

و لو قرأ في كل ركعة سورة و ترك بين سورتين سورة يكره لما قلنا أي لانه يوهم الاعراض و الترجيح بلا مرجح الا ان تكون تلك السورة اطول من التى قرأها في الركعة الاولى بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فــح لا يكره. (كبيرى : ۴۶۳ ، امداد الفتاوى : ۱/۲۲۸)

والله اعلم بالصواب

۸ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

(۵۹۴) قرأت میں دو سورتوں کے درمیان ایک سورۃ چھوڑ دینا

سوال: کیا نماز میں پہلی رکعت میں ایک سورۃ پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں ایک سورۃ چھوڑ کر اس کے بعد والی سورۃ پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

جواب: فرض نماز کی پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی جائے دوسری رکعت میں اس کے بعد کی دو سورتیں یا اس سے زیادہ چھوڑ دی جائے تو کوئی کراہت نہیں ہے، دوسری رکعت میں ایسی کوئی سورۃ کا چھوڑنا کہ اس کو پڑھنے سے دوسری رکعت کی قرأت پہلی رکعت کی قرأت سے تین آیات سے زیادہ طویل ہو جاتی ہو تب بھی ایسی ایک سورۃ چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔

ہاں اگر وہ سورۃ پہلی رکعت کی سورۃ سے چھوٹی ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، کیوں کہ چھوٹی سورۃ چھوڑنے سے ایک سورۃ کو افضل اور دوسری کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دینا لازم آئے گا۔

(ويكره الفصل بسورة قصيرة) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره . (رد المحتار مع الشامی : ۱/۵۴۶، مکتبہ سعید)

و في بعض شروح الجامع الصغير لا خلاف ان اطالة الركعة الثانية على الاولى مكروهة ان كانت بثلاث آيات او اكثر و ان كانت باقل من ذلك لا يكره كذا في الخلاصة . (فتاویٰ الهندية : ۱/۸۱)

و لا معتبر بالزيادة و النقصان بما دون ثلاث آيات .

(فتاویٰ الهندية : ۱/۸۱، هداية : ۱۰۰)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۱/۲/۹ء

(۵۹۵) نماز میں دو سورتوں کے درمیان ایک سورۃ چھوڑنا

سوال: پہلی رکعت میں ''اَرَایْتَ الَّذِیْ '' پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں ''قُلْ یَاۤاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ '' پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئلہ میں پہلی رکعت میں ''اَرَایْتَ الَّذِیْ '' پڑھنا اور دوسری رکعت میں ایک چھوٹی سورۃ چھوڑ کر '' قُلْ یَاۤاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ '' پڑھنا فرض اور واجب نماز میں مکروہ ہے، البتہ نفل نماز میں مکروہ نہیں ہوگی۔

و یکـره الـفـصـل بسورة قصيرة.......... و لا يكره في النفل شيء من ذلک.... قـال الشـامـي: و يـكـره الـفـصل بسـورة قصيرة أما بسورة طـويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره .

(رد المحتار : ۱/ ۵۴۶ مکتبه سعید، فتاوی دار العلوم جدید)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۹۶) نماز میں خلافِ ترتیب سورۃ پڑھنا

سوال: نماز میں پہلی رکعت میں ''الحمد لله'' کے بعد ''والضحی'' پڑھی اور دوسری رکعت میں بھولے سے اس کے اوپر کی سورۃ پڑھی یعنی '' والشمس'' شروع کردی، فوراً یاد آنے پر امام صاحب نے ''الم نشرح'' پڑھی لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: فرض نمازوں میں قرأت ترتیب سے جس طرح قرآن میں ہے، اس طرح پڑھنا چاہیے، جان بوجھ کر خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ ہے۔

البتہ صورت مسئولہ میں ''والضحیٰ'' کے بعد دوسری رکعت میں '' والشمس'' کے بدلے ''الم نشرح'' پڑھ لی تو نماز میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

قـرأة سـورة فـوق التی قرأها (نور الایضاح في باب مکروهات الصلوة) يـكـره قـرأة سـورة و كـذاالأية فوق الاية مطلـقاً، و استثنى في الاشياء النافلة فلا يكره فيها ذلک .(مراقی الفلاح فتاوی سنگره گجراتی : ۱/ ۱۶۹، دار العلوم)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۹۷) پہلی رکعت میں ''قُلْ يَـاأَيُّهَاالْكَافِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں ''اَرَاَيْتَ الَّذِیْ'' پڑھنا

سوال: امام صاحب نہیں تھے، لہٰذا مؤذن صاحب نے نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں ''قُـــلْ يَااَيُّهَاالْكَافِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں ''اَرَاَيْتَ الَّذِیْ'' پڑھے، تو کیا نماز ہوجائے گی؟

جواب: مؤذن صاحب نے مغرب کی نماز میں بھولے سے پہلی رکعت میں ''قُـلْ یَـاأَیُّهَـا الْکَـافِـرُوْن'' اوردوسری رکعت میں ''أَرَأَیْـتَ الَّذِیْ ''پڑھے تو بھولے سے قرآن ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی، نماز درست ہوجائے گی، نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

و یکره الفصل بسورة قصیرة و ان یقرأ منکوسا........... ان التنکیس أو الفصل بالقصیرة إنما یکره إذا کان عن قصد، فلو سهوا فلا. کما في شرح المنیة . (در مختار مع الشامی: ۱/۵۴۶،۵۴۷ ،مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۵/۵/۱۶

(۵۹۸) پارۂ عمّ میں خلاف ترتیب لکھی ہوئی سورتیں بچوں کو پڑھانا کیسا ہے

سوال: پہلی رکعت میں سورۂ نصر اور دوسری رکعت میں سورۂ کافرون پڑھے تو نماز میں کوئی کراہت آئے گی؟ ہمارے یہاں اکثر جگہ بچوں کو پارۂ عم پڑھاتے ہیں ،اس میں سورۂ نصر پہلے اور سورۂ کافرون بعد میں (خلاف ترتیب) لکھی ہوئی ہیں، تو اسی طرح پڑھائی جائے تو کوئی کراہت ہوگی؟

جواب: فرض نماز میں عمداً خلاف ترتیب سورتیں پڑھنا مکروہ ہیں، خطاً پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔

بچوں کو خلاف ترتیب تعلیم کی غرض سے ضرورۃً پڑھائی جاتی ہیں، جس سے یاد کرنے میں آسانی رہے۔

ویکره الفصل بسورة قصیرة وأن یقرأ منکوساً ...... بأن یقرأ في الثانیة سورة أعلی مما قرأ في الأولی،.... وإنما جوز للصغار تسهیلاً لضرورة التعلیم .

(شامی : ۱/۵۴۶ ، ۵۴۷، مکتبہ سعید، طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱۹۳)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۹۹) اگر پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھ لی تو دوسری رکعت میں کیا پڑھے

سوال: پہلی رکعت میں ’’ قُـلْ اَعُـوْذُبِـرَبِّ الـنَّـاسِ ‘‘ پڑھ لی تو باقی رکعتوں میں کونسی سورتیں پڑھی جائیں؟

جواب: پہلی رکعت میں خطاً ’’قُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ ‘‘پڑھ لی تو دوسری رکعت میں بھی وہی سورۃ پڑھی جائے ایک ہی سورۃ کودوبارہ پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت خلاف ترتیب پڑھنے کے ،سورہ ناس کے بعد’’اَلـــم‘‘ پڑھنے کاحکم ختم قرآن کے موقعہ پر ہے۔

فإن اضطر بأن قرأ في الاولى – قل اعوذ برب الناس – أعادها في الثانية إن لم يختم لأن التكرار أهون من القرء ة منكوساً . (شامی : ۱/۵۴۶، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

فصلِ چھارم

قرأت خلف الامام کے متعلق

(۶۰۰) قرأت خلف الامام کا مسئلہ

سوال: ظہراورعصر کی فرض نماز میں جماعت کے ساتھ مقتدی ثناء،تعوذ اور تسمیہ کے بعد الحمد شریف اور سورۃ پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں، مذہب حنفی کے مطابق مقتدی کی قرأت کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ظہر کی نماز ہو یا عصر کی یا ایسی نماز ہو،جس میں جہری قرأت ہوتی ہو،مقتدی کو امام کے پیچھے صرف ثنا پڑھنا چاہیے ،البتہ اگر جماعت میں ایسے وقت شامل ہوا کہ امام کی قرأت شروع ہوچکی تھی،تو اب مقتدی ثنا بھی نہ پڑھے،بل کہ امام کی قرأت سکون اور خاموشی سے سنے۔

إذا أدرک الشارع في الصلوة عند شروعه الإمام و هو أي و الحال ان الامام يجهر بالقرأة لا يأتى بالثناء بل يستمع و ينصت .

(كبيرى : ۲۹۷،عين الهداية : ۱/۳۵)

حنفی مذہب کے مطابق مسئلہ یہ ہے کہ پیچھے مقتدی کو تعوذ وتسمیہ سورۂ فاتحہ اور سورۃ کچھ بھی نہیں پڑھنا چاہیے،بل کہ قرأت پڑھنا حرام ہے،اگر پڑھے گا تو گنہ گار رہوگا۔

و لا يقرأ المؤتم بل يستمع و ينصت قال الله تعالى : و إذا قرأ القرآن فاستمعوا له و انصتوا وقال عليه الصلاة والسلام إذا كبر الإمام فكبروا و إذا قرأ فانصتوا الخ.. (شرح الوقاية : ۱/۱۷۳)

والمؤتم لا يقرأ مطلقاً فان قرأ كره تحريماً بل يستمع إذا جهر و ينصت إذا سر. (در مختار مع الشامي : ۱/۵۰۸ ، مكتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۰۱) کیا امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرے گا

سوال: امام کے ساتھ مقتدی کو قرأت کرنی ہوتی ہے تو یا خاموش رہنا چاہیے؟

جواب: مذہب حنفی میں جہری نماز ہو یا سرّی مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں ہے، بل کہ مکروہ تحریمی ہے، قرآن کریم میں ہے:

وَ اِذَا قُرِأَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَ اَنْصِتُوْا. (سورة الاعراف :۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جایا کرے، تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔

مسلم شریف میں ہے: ''واذاقرأ فانصتوا'' جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔

دوسری حدیث میں ہے: من کان له امام فقرائة الامام له قرائة .

جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدیوں کے لیے بھی قرأت ہے۔

(آثار السنن : ۱/۸۷،موطأ لامام محمدؒ)

لہٰذا حنفی مذہب کے مطابق عمل کرنا چاہیے، سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہیے، ابتدا سے امام کے ساتھ شریک ہو تو صرف ثنا پڑھنی چاہیے، اگر امام کی قرأت شروع ہو جانے کے بعد نماز میں شریک ہوا تو ثنا بھی نہ پڑھے۔

و قرأ کما کبر سبحانک اللھم ... إلا إذا شرع الامام في القرآة.

(شامی : ۱/۴۵۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۰۲) فاتحہ خلف الامام

سوال: جہری قرأت والی نماز میں مقتدی حضرات کو سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: قرآن کریم میں ہے: وَ اِذَا قُرِأَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَ اَنْصِتُوْا.

(سورة الاعراف:۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔

اس آیت کا شان نزول معالم التنزیل دار قطنی وغیرہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں قرأت کرتے تھے، جس سے آواز بلند ہو جاتی تھی، اسی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی وجہ سے علمائے کرام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے وقت مقتدی حضرات کو دھیان سے سننے اور خاموش رہنا ضروری فرمایا ہے اور مقتدی حضرات کو جہری اور سرّی دونوں نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں، کیوں کہ مذکورہ آیت میں ''فَاسْتَمِعُوْا'' یعنی دھیان سے سننا جہری نماز میں ''وَاَنْصِتُوْا'' یعنی خاموش رہو سے سرّی نماز میں قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب قرأت پڑھی جائے تو جہری نماز میں دھیان سے سنو اور سرّی نماز میں خاموش اور چپ رہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے نماز میں قرأت پڑھی ہے؟ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں میں نے پڑھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لیے میں دل میں کہتا تھا، کہ نماز میں قرآن پڑھنا میرے لیے مشکل کیوں ہو رہا ہے؟ یہ سن کر صحابہ کرام نے جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنا چھوڑ دیا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے متعلق ظہر کی نماز میں فرمایا: جنہوں نے ظہر کی نماز میں قرأت کی تھی۔

پہلی حدیث کی شرح میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ جہری اور سرّی نماز میں فاتحہ وغیرہ ہر ایک کو یہ حکم شامل ہے۔

لہٰذا امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے۔

حدیث میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت سمجھی جاتی ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں کہ مقتدی بھی قرأت کرے، ہدایہ میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدیوں کی طرف سے قرأت سمجھی جائے گی۔

مقتدی حضرات کے ذمہ قرأت کے متعلق دو کام ہے اگر امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے، تو اس کو دھیان سے سننا ضروری ہے، اور جن نمازوں میں امام آہستہ قرأت کرتا ہے، اس میں مقتدی حضرات کو خاموش رہنا چاہیے۔

لہٰذا مقتدی حضرات کو امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہیں پڑھنی چاہیے۔

﴿وَ اِذَا قُرِأَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ نزلت هذه الاية في قراء ة الصحابةؓ و رفع الاصوات بها خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم كما اخرجه الدار قطني و البيهقي و ابن جرير عبدبن حميد و غيرهم على ما بسطه السيوطي في الدر المنثور و دلت هذه الآية على فريضة استماع القرآن و انصات المقتدى . (عمدة الرعاية: ۱/۱۵۱)

ان المامور به اثنان الاستماع و الانصات فالاول في الجهرية و الثاني في السرية و المعنى إذا قرأ القرآن فاستمعوا له ان جهر به و انصتوا و اسكتوا ان اسر به. (فتح القدير : ۱/۲۴۱)

عن أبي هريرة رضى الله عنه أن رسول اللّه صلى الله عليه وسلم انصرف من صلاة جهر فيها فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذالك من رسول الله صلى الله عليه وسلم . (السنن لابى داود: ۱۲۰ ،مشكوة المصابيح: ۸۱)

(فـانتهـى الـنـاس) و ظاهره الإطلاق الشامل للجهر و السر و الفاتحة و غيرها . (مرقاة المفاتيح)

مـن كـان لـه إمـام فـقـرأة الامام له قرأة وعليه اجماع الصحابة .

(هداية : ١٠٠)

واللہ اعلم بالصواب

۲۷رذی الحجۃ الحرام/۱۴۴۰ھ

قرأت میں غلطی کے بیان میں

(۶۰۳) ''اِیَّا کَ'' کو '' اِیَّا کَا ''پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال: ایک شخص نماز میں سورۂ فاتحہ میں ''اِیَّا کَ'' کی کاف کو بہت کھینچ کر پڑھتا ہے، جس کی وجہ سے ''اِیَّا کَا'' ہوجاتا ہے، اسی طرح سورۂ الم نشرح میں ''اَنْقَضَ ظَھْرَکَ'' میں ''اَنْقَضَ '' پر وقف کرتا ہے، اور پھر '' ظَھَرَکَ '' سے پڑھتا ہے، تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: ''اِیَّا کَ'' کے کاف کو کھینچ کر پڑھنے کی وجہ سے ''اِیَّا کَا'' ہوجاتا ہے، تو اس طرح پڑھنے سے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، لہٰذا نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ اس کی اصلاح کرنا اور صحیح پڑھنا ضروری ہے۔

قال في البزازية : و لو زاد حرفاً لا يغير المعنى لا تفسد عندهما، و عن الثاني روايتان، كما لو قرأ و: أنهى عن المنكر- بزيادة الياء .

(رد المحتار : ۱/ ۶۳۱، مطلب مسائل زلة القاری، مكتبه سعيد)

اور ''اَنْقَضَ ظَھَرَکَ '' دونوں کو الگ الگ پڑھنے کی صورت میں بھی معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، لہٰذا اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ بلاعذر اس طرح پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

أما قطع بعض الكلمة عن بعض .... وبعضهم قالوا: إن كان ذكر الكلمة كلها مفسداً فذكر بعضها كذالک و الا فلا، قال قاضيخان و هو الصحيح .... (رد المحتار : ۱/ ۶۳۲، مطلب مسائل زلة القاری، مكتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۰۴) ''والعصر'' میں غلطی کی وجہ سے تین آیات سے کم قرأت کے متعلق

سوال: مغرب کی نماز کی دوسری رکعت میں سورۂ عصر پڑھی اس میں ''اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ''پڑھا

اور ''وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ'' چھوڑ دیا اس بعد پوری سورۃ پڑھا تو اب نماز ہوگی یا نہیں پھر سے لوٹانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئلہ میں فرض قرأت تو ادا ہوگئی مطلب فرض نماز ادا ہوگئی، البتہ واجب قرأت سورۂ فاتحہ اور ایک لمبی آیت یا چھوٹی تین آیات پڑھنا چاہیے وہ ادا نہیں ہوئی، اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرلیا جائے، چاہے بعض حضرات اس کا اعادہ نہ فرمانے کو کہتے ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹/جولائی/۱۹۷۸

(۶۰۵) قرأت میں ایک غلطی

سوال: حافظ صاحب نے تراویح میں '' وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا'' کی جگہ ''وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَرْهُمَا'' پڑھا ان کو غلطی بتلائی گئی پھر بھی وہی پڑھا، تو کیا اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی؟

جواب: قرأت میں غلط پڑھنے سے نماز میں فساد اور عدمِ فساد میں فقہا کا قاعدہ یہ ہے کہ تلاوت میں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی بدل جائے، اور دونوں حرفوں میں فرق کرنا ممکن ہو، تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

ان ذكر حرفاً مكان حرفا........ و ان غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل. (الفتاویٰ الهندية : ۱/۷۹)

مذکورہ قاعدہ کے مطابق نماز فاسد ہوجائے گی، کیوں کہ معنی تبدیل ہوجاتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

(۶۰۶) قرأت میں غلطی

سوال: نماز میں ''اِنْ هِیَ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّیْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَ اٰبَائُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ'' کی جگہ '' اَنْتُمْ وَ اٰبَائُكُمْ وَ اَنْزَلَ اللّٰه'' آخر تک پڑھا اور ''مَاأَنْزَلَ اللّٰهُ'' میں ''مَا'' کو چھوڑ دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوال میں تحریر کے بہ موجب غلطی کے بعد تصحیح نہیں کی ہے، تو نماز کا اعادہ کرنا چاہیے۔

و ان ترک کلمة –من آیة –فان لم تغیر المعنی .... لاتفسدوان غیرت، مثل – فما لهم یومنون– بترک لا، فانه یفسد عند العامة، و قیل لا، والصحیح الأول . (شامی : ۶۳۲/۱، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۰۷) غیر مقتدی کا امام کو غلطی بتانا

سوال: نماز پڑھتے وقت قرأت میں امام کی غلطی ہوئی، ایک شخص وضو کر رہا تھا، وہ شخص وضو کرتے کرتے امام کو غلطی بتلا رہا ہے، سوال یہ ہے کہ جو جماعت میں شامل نہ ہو، کیا وہ امام کو غلطی بتلا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص امام کے ساتھ جماعت میں شامل نہ ہو، اس کو چاہیے کہ امام کو وہ غلطی نہ بتلائے، بل کہ جو مقتدی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں وہی امام کو غلطی بتلا سکتے ہیں، اگر وہ نہیں بتلا سکتے تو امام کو چاہیے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد تین آیات جتنی قرأت ہو چکی ہو، تو تو رکوع میں چلا جانا چاہیے یا دوسری جگہ سے پڑھنا چاہیے، جو شخص جماعت میں شامل نہ ہو اس کا لقمہ امام کو نہیں لینا چاہیے، اور اگر لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

تفسد بأخذ الإمام ممن لیس معه. (طحطاوی : ۱۸۳، شامی : ۵۵۲/۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۰۸) امام کا دوسری جگہ سے پڑھنے کے بعد غلطی بتلانا

سوال: نماز میں فرض قرأت پڑھ لینے کے بعد امام کی قرأت میں غلطی ہو جائے، تو مقتدی کو غلطی بتلانا چاہیے یا نہیں؟ اگر غلطی بتلائے اور امام اس کا لقمہ لے بھی لے، تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اگر امام دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کر دینے کے بعد مقتدی غلطی بتلائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورتِ مذکورہ میں امام کے فرض قرأت کر لینے کے بعد مقتدی کے غلطی بتلانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، نماز درست ہوگی، امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ فرض قرأت کر لی ہو، تو رکوع میں چلا جائے، مقتدی کو لقمہ بتلانے پر مجبور نہ کرے، البتہ جب امام رکوع میں نہیں گیا اور غلط پڑھنا شروع کر دیا، تو مقتدی کو اپنی نماز صحیح کرنے کے لیے لقمہ دینا ضروری ہے اور امام کو لقمہ لینا جائز ہے، امام کا دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کرنے کے بعد مقتدی لقمہ دے اور امام اس لقمہ کو لے بھی لے، تب بھی صحیح اور مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی، کیوں کہ مقتدی کا لقمہ دینا گویا اپنی ہی نماز کی اصلاح سمجھی جائے گی، البتہ مقتدی کو لقمہ دینے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے۔

لا تفسد ان فتح علی امامہ مطلقاً سواء کان قرأ مقدار ما تجوز به الصلوة او لم یقرأ او تحول إلي آية اخرى او لم و عليه الفتوى.

(مجمع الانہر : ۱/۱۱۹، شامی : ۱/۵۸۲)

امام کا دوسری جگہ سے قرأت شروع کرنے کے بعد غلطی بتلائی جائے، تو غلطی بتلانے والے کی نماز اور اگر امام لقمہ لے، تو امام کی نماز فاسد ہونے کا بعض لوگوں نے فرمایا ہے، مگر یہ قول صحیح نہیں ہے، صحیح یہ بات یہی ہے کہ اپنے امام کو غلطی بتلانے سے کسی بھی حالت میں نماز فاسد نہیں ہوتی، عام فقہا کا یہی قول ہے۔ (فتح القدیر:۱/۳۴۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۰۹) حرف کو بڑھا اور گھٹا کر قرأت کرنا

سوال: امام صاحب نماز میں مندرجۂ ذیل قرأت کرتے ہیں، تو اس طرح پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں جیسے ''اِنَّــمَــا اَنَـا بَشَـرٌ'' کی جگہ ''اَنَـا بَشَـرٌ'' میں الف کو کھینچ کر پڑھتے ہیں، اور ''اَنْـعَمْتَ'' کو ''اَنْـعَمْتَا'' پڑھتے ہیں، پڑھتے ہیں، ''زُيِّـنَ لِنَّاسِ'' میں ''زُيِّـنَا'' پڑھتے ہیں، ''وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' میں ''مُطَهَّرَاةٌ'' پڑھتے ہیں، تو اس طرح پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز میں اگر قرآن غلط پڑھا جائے، اس کا قاعدہ یہ ہے کہ غلط اگر زبر، زیر، پیش میں ہو، یا کوئی حرف بڑھا گھٹا کر پڑھا جائے اور ایسی غلطی سے قرآن کا مطلب بدل جاتا ہو، تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر کوئی مطلب نہیں بدلتا، تو نماز فاسد نہیں ہوگی، صورتِ مسئلہ میں جس طرح کی غلطی لکھی گئی ہے، جس میں زبر کو الف سے بدل دیا گیا ہے، ایسی غلطی سے نماز فاسد ہو جائے، ایسا محسوس نہیں ہوتا ہے، لہٰذا نماز فاسد نہیں ہوگی، پھر بھی ایسا پڑھنے والے کو اپنی غلطی کی اصلاح کر لینا چاہیے اور قرآن کریم کو صحیح پڑھنے کے لیے تنہائی میں نرمی اور محبت سے سمجھانا چاہیے۔

إن زاد حرفاً فان كان لا يغير المعنى لا تفسد صلاته عند عامة المشائخ.

(فتاویٰ الهندية : ۱/۸۳، خلاصة الفتاوى : ۱/۱۱۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۱۰) قرأت میں بعض آیات چھوٹ جانا

سوال: امام نے سورۂ بقرہ کی اخیری آیت ''رَبَّـنَا لاتُؤَاخِذْنَا'' پڑھنا شروع کیا، اس میں ''اِنْ نَّسِيْـنَـا اَوْ اَخْـطَأْنَا رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْ عَلَيْنَا'' تک چھوڑ کر اس طرح پڑھا، ''رَبَّـنَا لاتُؤَاخِذْنَا اِصْـرًا كَـمَـا حَـمَـلْتَـهٗ'' نماز کے بعد ایک عالم نے کہا کے معنی بدل جائے کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوئی، دوسرے عالم نے کہا: کہ فرض قرأت پڑھ لینے کے بعد غلطی ہوئی ہے، تو قرأت پڑھ لینے وجہ سے نماز صحیح سمجھی جائے گی؟ لہٰذا کس کا قول معتبر ہوگا۔

جواب: نماز میں قرآن پاک کی غلطی میں فقہا نے قاعدہ بیان کیا ہے کہ غلطی اگر اعرابی ہو یا حرف ہو یا حرف بڑھا گھٹا دیا ہو، جس کی وجہ سے معنی بدل جاتا ہو، احناف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اس طرح ردوبدل ہو جائے، کہ قرآن کریم کا اصل معنی بدل جائے، اور قرآن کریم میں وہ لفظ موجود ہو، تب بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، فقہا کے مذکور قاعدے کے مطابق ''رَبَّنَا لاتُـوْاخِـذْنَا اِسْرًا'' پڑھنے سے مذکورہ اماموں کے نزدیک مقصودی ترجمہ بدل جانے سے نماز فاسد سمجھی جائے گی، اور نماز میں زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے، تو طرفین کے قول پر عمل کرنے میں ہی احتیاط ہے، اور نماز فاسد ہونے کے ڈر سے نماز کا اعادہ کر لینا بہتر ہے۔

اس طرح کہنا کہ نماز میں فرض قرأت پڑھ لینے کے بعد غلطی ہوئی ہے، تو نماز فاسد نہیں ہوگی، یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ جہاں فقہا نے مذکورہ قاعدہ بیان کیا ہے، وہاں فرض قرأت پڑھ لینے سے پہلے غلطی ہوئی ہے، ایسا کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۱۱) نماز کی قرأت میں بعض آیتوں کا چھوٹ جانا

سوال: ایک امام نے قرأت پڑھتے وقت بیچ میں سے دو تین آیتوں کو چھوڑ کر آگے سے پڑھنا شروع کر دیا اور پھر رکوع میں چلا گیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز میں قرأت پڑھتے پڑھتے بغیر ضرورت یا عمداً دو تین آیتیں چھوڑ دینا اور اس کے آگے سے پڑھنا یہ مکروہ ہے اور اگر غلطی سے بعض آیتیں چھوٹ جائے، تو نماز مکروہ نہیں ہوگی، البتہ رکوع میں جانے سے پہلے چھوٹی ہوئی آیتیں یاد آ جائیں، تو پھر اوپر سے پڑھ لینا افضل ہے، تاکہ قرآن پاک کی ترتیب کی رعایت ہو سکے، نماز کی قرأت میں بعض آیتوں کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

لو إنتقل في الركعة الواحدة من آية إلي آية يكره بلا ضرورة، فإن سهٰى ثم تذكر يعود مراعة لترتيب الآية . (كبيرى : ۴۵۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۱۲) وقف کی جگہ وصل یا وصل کی جگہ وقف کرنا

سوال: ہمارے امام صاحب جہاں وقف کرنا ہوتا ہے، وہاں وقف نہیں کرتے آیتوں کو ملا کر پڑھتے ہیں، تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز صحیح ہو جائے گی کیوں کہ عام لوگ جو زیادہ پڑھے لکھے نہ ہو وہ وقف اور وصل میں فرق نہیں کر سکتے اور عام لوگ ایسی غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں، پڑھتے پڑھتے ہیں سانس ٹوٹ جانے سے یا بھول جانے سے یا ترجمہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسی غلطیاں ہوتی ہیں، جو معاف ہیں ایسی غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوگی جیسا کہ ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لاَ اِلٰهَ'' یہاں وقف کر کے اس کے آگے ازسرنو ''اِلَّا هُوَ'' کسی نے پڑھ لیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

أما الوقف في غير موضعة فلا يجعل ذلک الفساد للصلوة لعموم البلوى بانقطاع النفس او النسيان و عدم معرفة المعنى في حق العزم و اكثر العوام . (كبيرى : ۴۴۷)

لان العوام لا يميزون . (شامى : ۶۳۲/۱ ، مكتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۱۳) غلط پڑھ کر صحیح کر لیا، اس کے بعد غلط پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

سوال: امام صاحب نے فجر کی نماز میں سورۃ القیامۃ شروع کی اور ''بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ'' میں مشابہت کی وجہ سے ''بَنَانَهٗ'' کی جگہ ''بَيَانَهٗ'' پڑھے پھر صحیح پڑھے اور پھر ''بَيَانَهٗ'' پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کیا تو نماز فاسد ہوگی؟

جواب: دریافت طلب صورت میں ''بَنَانَۃٌ'' کی جگہ پر ''بَیَانَۃٌ'' پڑھا تو مطلب نہیں بدلتا لہٰذا نماز فاسد نہ ہوگی، مشابہت لگنے سے آیت کو لوٹایا، اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا، لہٰذا سجدۂ سہو لازم نہ تھا۔ (فتاویٰ دارالعلوم جدید: ۳۸۲/۴)

اس کے باجود سجدۂ سہو کرنے سے نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔

لان مجرد السجدة لا ينافي احرام الصلوة . (هداية : ١/ ١٣٣)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۱۴) امام کو لقمہ دینے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے

سوال: ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قرأت میں غلطی ہو تو لقمہ دینا جائز ہے، مگر حنفی علما کا مذہب یہ ہے کہ امام سے تین آیات پڑھ جانے کے بعد قرأت میں ایک یا زیادہ چھوٹ جائے اور امام قرأت کرتا رہے تب بھی مقتدیوں کو لقمہ نہ دینا مستحب ہے کیوں کہ نماز میں خلل ہوتا ہے، تراویح کا مسئلہ الگ ہے، کیا ان کا کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: نماز میں قرأت میں امام صاحب سے غلطی ہو جائے تو لقمہ دینے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے، غلطی ہوتے ہی فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے، اور امام کو بھی لقمہ کا انتظار نہ کرنا چاہیے، بل کہ سورۂ فاتحہ کے بعد تین آیات کے بقدر ہو چکی ہو تو رکوع میں چلا جائے اگر اس سے کم قرأت کی ہو تو دوسری جگہ سے پڑھا جائے۔

يكره أن يفتح من ساعته، كما يكره للإمام أن يلجئه إليه، بل ينتقل إلي آية اخرى لا يلزم من وصلها ما يفسد الصلاة أو إلي سورة أخرى أو يركع إذا قرأ قدر الفرض كما جزم به الزيلعي و غيره و في رواية قدر المستحب كما رجحه الكمال بأنه الظاهر من الدليل، وأقره في البحر و النهر، ونازعه في شرح المنية، و رجح قدر الواجب لشدة تأكده . (شامی: ١/ ٦٢٣، مكتبه سعيد)

لہٰذا بعض آیتوں کے چھوٹ جانے سے نماز میں فساد نہیں آتا ہو تو غلطی نہ بتلانا بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۴رڈسمبر ۱۹۷۸ء

(۶۱۵) حرف بدل کر پڑھنا

سوال: اگر نماز میں ''رَبِّ ارْحَمْهُمَا'' کی جگہ ''رَبِّ ارْحَرْهُمَا'' یعنی ''حَمْ'' کے بدلہ ''حَرْ'' پڑھ لیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز میں غلط پڑھنے سے نماز کے فاسد ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فقہائے کرام کا قاعدہ یہ ہے کہ ایسے دو حرفوں میں ردو بدل ہو جائے کہ جن دو حرفوں میں آسانی سے فرق کیا جا سکتا ہو، اور اس ردو بدل سے ترجمہ بھی بدل جاتا ہو، تو نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے کہ ''وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ'' کی جگہ ''وَعَمِلُوْا الطَّالِحَاتِ'' پڑھا جائے، تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

سوال میں مذکور ''رَبِّ ارْحَمْهُمَا'' کی جگہ ''رَبِّ ارْحَرْهُمَا'' پڑھنے سے میم اور راء میں آسانی سے فرق کیا جا سکتا ہے، اور معنی بھی بدل جاتا ہے، لہٰذا نماز فاسد سمجھی جائے گی۔

إن ذكر حرفاً مكان حرف .....و ان غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالتاء مع الصاد فقرء الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل .

(الفتاویٰ الهندية: ١/ ٧٩، الفصل الخامس فى زلة القارى، فتاوى قاضى خان: ١/ ٦٩)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۱۶) ''وَلاَالضَّالِيْنَ'' کو ''وَلاَالدَّوَالِّيْنَ'' پڑھنا

سوال: سورۂ فاتحہ کی آخری آیت میں ''وَلاَالضَّالِّيْنَ'' کے بجائے ''وَلاَالدَّوَالِّيْنَ'' پڑھے یا ضاد کو ظا یا زا پڑھا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: سورۂ فاتحہ میں ''وَلاَالضَّالِّیْنَ'' میں لفظ ضاد ہے، پڑھنے والے نے ضاد کے بجائے دال یا واو کو ملا کر ''وَلاَالدَّوَالِّیْنَ'' پڑھا ہو، تو نماز نہیں ہوگی، اسی طرح صرف ضاد کو دال سے بدل کر ''وَلاَالدَّالِّیْنَ'' پڑھا ہو، تب بھی نماز صحیح نہیں ہوگی، فاسد ہوجائے گی اور اگر ضاد کے بجائے ظا یا ذال تو نماز تو صحیح ہوجائے گی، البتہ اس طرح پڑھنا نہیں چاہیے، صحیح پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

لو قرأ الدالين بالدال تفسد صلاته و لو قرأ الظالين بالظاء مكان الضاد او بالذال لا تفسد صلوته . (فتاوى قاضي خان : ١/ ٧٠، عون المعبود : ٦٨/٤)

والله اعلم بالصواب

(٦١٧) غلط پڑھنے کے بعد صحیح پڑھا جائے تو اس کا حکم

سوال: ایک شخص نے نماز میں ''قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحىٰ'' کی جگہ ''اَنَا رَبُّكُمُ الاَعْلىٰ مِثْلُكُمْ يُوْحىٰ'' پڑھا، تو اس طرح پڑھنے سے نماز میں کوئی نقص آئے گا یا نہیں؟ اور نماز درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت کے مطابق غلطی کر کے اس کو صحیح پڑھ لیا ہو، تو اب کوئی حرج نہیں ہے، نماز درست ہوجائے گی، اگر اس کو صحیح نہیں کیا تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

لو قرأ في الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع و قرأ صحيحاً قال عندی صلا ته جائزة . (الفتاویٰ الهندية : ١/ ٨٢ ، باب صفة الصلوة، فصل رابع زلة القاری)

والله اعلم بالصواب

۲۱ ررمضان المبارک ۱۴۸۵ھ

(٦١٨) امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے

سوال: کیا امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے؟

جواب: اگر نماز میں امام سے بھول ہو تو اس کو لقمہ دینا درست ہے، اور لقمہ دینے سے اس طرح امام کو لقمہ لینے سے نماز میں کسی قسم کا فساد نہیں آتا، البتہ لقمہ دینے میں عجلت نہیں کرنا چاہیے۔

وإن فتح على إمامه لم يكن كلاماً إستحسانا..... و ينبغي المقتدي أن لا يعجل بالفتح . (هداية : ١/١١٦ ، باب ما يفسد الصلوة)

والله اعلم بالصواب
۵رشوال المکرّم ۱۴۰۳

(٦١٩) قرآن میں دیکھ کر غلطی بتلانا

سوال: تراویح میں قرآن میں دیکھ کر غلطی بتلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حنفی مذہب میں حکم یہ ہے: کہ مقتدی اگر قرآن میں دیکھ کر امام کو غلطی بتلائے، تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور امام اگر ایسے مقتدی کی غلطی قبول کرے گا، تو اس کی بھی نماز ٹوٹ جائے گی، کیوں کہ نماز میں قرآن میں دیکھ کر غلطی بتلانا، اور امام کا ایسی غلطی قبول کرنا یہ نماز میں سیکھنا اور دوسرے کو سکھانا ہے، اور نماز میں افعال نماز کے خلاف کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ:۱/۱۰۱، کبیری:۴۲۲)

والله اعلم بالصواب

وتر اور قنوت کا بیان

فصلِ اول وتر کے بیان میں

(۶۲۰) وتر کی نماز میں نیت کس طرح کرنی چاہیے؟

سوال: وتر کی نماز میں نیت کس طرح کریں؟ واجب اللیل کی تین رکعتیں پڑھتا ہوں اس طرح نیت کرنا ضروری ہے؟ واجب اللیل نہ کہنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ اس طرح نیت کریں کہ عشا کی تین رکعت وتر واجب پڑھتا ہوں، تو وتر صحیح نہیں ہوگی یہ صحیح ہے؟

جواب: وتر میں اس طرح نیت کی جائے، وتر نماز کی نیت کرتا ہوں ــــــ۔

و في الوتر ينوى صلاة الوتر كذا في الزاهدى. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۶۶)

واجب اللیل کی تین رکعت پڑھتا ہوں، اس طرح نیت کرنا ضروری نہیں، لہٰذا واجب اللیل نہ کہنے سے وتر صحیح نہیں ہوگی، یہ کہنا درست نہیں ہے، البتہ واجب اللیل کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کوئی اس طرح نیت کریں کہ عشا کی تین رکعت وتر واجب پڑھتا ہوں، تو اس طرح بھی نیت کرنا درست ہے۔

فتاوی دار العلوم میں لکھا ہے: سوال: وتر کی نیت میں واجب اللیل کہنا کیسا ہے؟ جواب: وتر کی نیت میں یہ کہنا چاہیے کہ نیت کرتا ہوں میں نمازِ وتر کی، اور اگر واجب اللیل بھی کہہ دیوے، تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم: ۴/ ۱۶۰)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۳/۱۲/۲۵ء

(۶۲۱) وتر میں دعائے قنوت بھول جانا

سوال: وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا، اور غلطی سے رکوع میں

چلا گیا، یاد آنے پر رکوع سے کھڑے ہوکر دعائے قنوت پڑھا پھر رکوع کیا، اور نماز ختم کی تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: صورتِ مذکورہ میں اگر آخر میں سجدۂ سہو کیا ہو، تو نماز درست ہوگی، مگر ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رکوع میں سے دعائے قنوت پڑھنے کے لیے کھڑے نہ ہوں، بل کہ رکوع سے سجدہ میں چلے جائے، اور نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کرلے، مگر ایسا نہیں کیا بل کہ قنوت کے لیے رکوع سے کھڑے ہوکر دعائے قنوت پڑھنے کے بعد ترتیب سے رکوع سجدہ کر کے نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کرلیا، تو بھی نماز درست ہوجائے گی۔

لو تذكر القنوت في الركوع فإنه لا يعيد، و متى عاد فى الكل فإنه يعيد ركوعه لإرتفاضه وفي الخلاصة و يسجد للسهو في ما إذا عاد أو لم يَعِد إلى القرأة . (البحر الرائق : ۲/۹۴، فتاویٰ الهندية : ۱/۱۱۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۲۲) وتر کی تیسری رکعت میں قنوت بھول جانا

سوال: وتر کی تیسری رکعت میں قنوت پڑھنا بھول گیا، اور رکوع میں یاد آ گیا، تو کیا اب کھڑے ہوکر قنوت پڑھے، اور پھر رکوع کریں یا سجدہ کرلیں؟

جواب: اگر وتر کی تیسری رکعت میں قنوت پڑھنا بھول گیا، اور رکوع میں یاد آ جائے تو قنوت کے لیے کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے، بل کہ قنوت پڑھے بغیر نماز پوری کر کے سجدہ سہو کرلیں، اگر کھڑے ہوکر قنوت پڑھ لیا تب بھی نماز صحیح ہوجائے گی، البتہ قنوت کے لیے قیام کرنے کی ضرورت نہیں پھر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۶۲۳) رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا

سوال: عشا کی جماعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص آیا اور بغیر جماعت کے عشا کی نماز پڑھی، تو وہ شخص وتر کی نماز باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا بہتر ہے یا تنہا؟

جواب: جس نے عشا کی نماز باجماعت نہ پڑھی ہو، بل کہ تنہا پڑھی ہو، تب بھی وتر کی نماز باجماعت پڑھ سکتا ہے۔

رمضان میں وتر کی نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے اور رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

و فی القنية لو تركوا الجماعة فی الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة لانها تبع له. و لو لم يصلها بامام له ان يصلی الوتر به.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۲۷)

و لا يصلی ای الوتر بجماعة الا فی شهر رمضان و معناه الكراهة دون عدم الجواز..... ففی فتاوی قاضی خان الصحيح ان الجماعة افضل...

(کبیری : ۴۰۱)

(و يوتر بجماعة) استحبابا (فی رمضان فقط) عليه اجماع المسلمين.

(مراقی الفلاح : ۲۱۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۲۴) شافعی مسلک میں وتر کی کتنی رکعتیں ہیں

سوال: شافعی مسلک میں وتر کی کتنی رکعتیں واجب ہیں؟ اور اس کو پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: شافعی مسلک میں وتر کی تین رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔

شافعی مذہب میں وتر پڑھنے کی تین صورتیں ہیں: ایک صورت تو حنفی حضرات جس طرح پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھتے ہیں۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ تین رکعتیں دو سلام کے ساتھ پڑھی جائے، اس طرح کہ پہلی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں اور پھر ایک رکعت پڑھے، اور یہ دوسری صورت کے مطابق وتر پڑھنا شافعی مذہب میں افضل ہے۔

ألوتر ثلاث ركعات وجبت.... خلافاً للشافعيؒ أى فى أحد أقواله الثلاثة أحدها كقولنا . و ثانيها يوتر ثلاثاً بتسليمتين بأن يتشهد على رأس الركعتين و يسلم ثم يصلى ركعة واحدة . (عمدة الرعاية: ١٧٠)

ألشافعية: قالوا ألوتر سنة مؤكدة و هو آكد السنن . و الأفضل أن يصليه مفصولاً . (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ٢٤٩)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۲/۹/۲ء

فصل دوم
قنوت کے بیان میں

(۶۲۵) وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے سے دعائے قنوت رہ جائے۔۔

سوال: تراویح کے بعد وتر باجماعت ہورہی تھی، ایک شخص قضائے حاجت کے لیے گیا اس کی وتر کی دو رکعت چھوٹ گئی، اور تیسری رکعت میں امام صاحب رکوع میں چلے گئے، تو یہ شخص شریک ہوا، تو اب دعائے قنوت کس طرح پڑھنا چاہیے؟

جواب: وتر میں امام کے ساتھ تیسری رکعت میں شریک ہوا، اگر امام کے ساتھ دعائے قنوت پڑھ لیا ہو، تو پڑھنے کی ضرورت نہیں، اگر رکوع میں شامل ہونے کی بنا پر قنوت نہ پڑھ سکا ہو، تو چھوٹی ہوئی رکعت ادا کرنے میں آخری رکعت پڑھ لیں۔ (فتاوی دار العلوم:۴/ ۱۵۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۲۶) شہر میں مکان گرنے، ایکسڈنٹ ہونے اور ماں، بہنوں کی عصمت دری، خون یا قتل وغارت گری ہورہی ہو تو قنوت نازلہ پڑھی جاسکتی ہے؟

سوال: کسی گاؤں یا شہر میں مکان گرنے، ایکسڈ ینٹ ہونے عورتوں کی عصمت دری، خون خرابہ اور بیماریوں کو دور کرنے کے لیے قنوت نازلہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ سحر یا بدعملی دور کرنے کے لیے پڑھا جائے یا نہیں؟ تبلیغی اجتماع میں پڑھا جائے یا نہیں؟ بعض لوگ کیوں منع کرتے ہیں؟

جواب: رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مبارک طریقہ یہ تھا، جب مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت اور عالمی سطح پر مصیبت آپڑھتی یا لوگ فساد اور مہلک بیماریوں میں

مبتلا ہوتے تو ایسے وقت مصائب سے بچنے کے لیے فرض نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے، اور جب تک وہ مصیبت دور نہ ہوتی وہاں تک یہ عمل برابر جاری رہتا، لہٰذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہیں مصائب کے وقت اس سنت پر عمل کیا جائیں۔

مگر قنوتِ نازلہ کے ساتھ توبہ اور استغفار بھی خوب کیا جائے، ظلم، فتنہ وفساد اور ہر قسم کی گناہوں سے بچنا چاہیے، حقوق العباد خوب خیال کیا رکھا جائے، اور آپس میں محبت اور ہمدردی اور اتحاد پیدا کیا جائے، غیر ضروری باتیں اور افعال اور کھیل تماشہ سے دور رہا جائے، اللہ تعالیٰ کی جناب میں تواضع اور عاجزی کے ساتھ آنکھوں سے آنسوں بہاتے ہوئے دعا کی جائے، اللہ (قادر مطلق اور رحم دل) سے امید ہے، اپنے بندوں کی مخلصانہ اور عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرمائیں، اور اسی مصیبتوں کی وبال سے چھوٹکارہ عطا فرمائیں۔ (عمدۃ الفقہ: ۳/۲۹۵)

دعا حقیقت میں کامیابی کی بنیاد ہے، قرآن اور حدیث میں دعا کی تاکید اور دعا نہ کرنے پر وعید آئی ہے، اذان کے وقت، فرض نمازوں کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ (ترمذی شریف: ۲/۱۸۱)

اپنے اور اپنے بھائیوں کے لیے ضرور دعا کی جائے، شریعت میں جن موقعو پر جو عمل کہا گیا ہے، انہیں موقعو پر وہی عمل کیا جائے، چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کا حکم ہے، ایک شخص نے ایک موقع پر الحمد للہ کے بجائے السلام علیکم کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی ظاہر فرمائی، اور چھینگ آنے پر الحمد للہ کہنے کا حکم فرمایا۔

عن هلال بن يساف .... نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس رجل من القوم فقال ألسلام عليكم فقال رسول الله عليه وسلم وعليک وعلى أمک ثم قال إذا عطس أحدكم فليحمد الله ...

(السنن لابی داؤد: ۲۸۶)

لہٰذا جن موقعوں پر قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے، وہاں پڑھا جائے، ایک شخص گناہ کرے وہ خود اپنی اصلاح کرے، ورنہ دنیا میں گناہوں کو روکنے کے لیے نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا ثابت نہیں، اس لیے خود گناہوں توبہ اور استغفار کرے، موجودہ حالات میں مسلمانوں کو اپنے اعمال کی اصلاح کرنا، حقوق ادا کرنا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے، حضرت مولانا وسیع اللہؒ نے فرمایا ہے موجودہ زمانہ میں چاروں طرف سے مسلمانوں پر جو تباہی آرہی ہے، کہ ان کے نہ مال ہی محفوظ ہے، نہ آبرو حتی کہ ان کی مسجدوں کی بے حرمتی کی جاری ہے، ان کے اسلاف کی شان میں زبان درازیاں کی جاری ہے، اپنی تباہی اور ذلت اور رسوائی آئے دن دیکھ رہے ہیں، اور اس پر پریشان ہوکر چیخ و پکار کررہے ہیں، مگر افسوس اس تباہی کے اسباب پر ان کی نظر نہیں پہونچتی، اور ان کے گھر میں جو خدا کی کتاب موجود ہے، جو قیامت تک کے لیے رہنما بن کر آئی ہے، اس سے راستہ نہیں پوچھتے، اگر آج مسلمان قرآن کو دیکھے، خدا تعالیٰ نے پچھلی امتوں کے جو اسباب بیان فرمائے ہیں، ان سے اپنی حالت کا موازنہ کریں، تو ہو بہو اپنی وہی حالت پائیں گے، جو تباہ ہوجانے والی امتوں کا حال اپنے اپنے زمانہ میں تھا۔

آگے لکھتے ہیں: مسلمان پریشان ہیں، ادھر اُدھر کے اسباب اپنے بچاؤ کے لیے اختیار کرتے ہیں، مگر میں حقیقی تدبیر بتا رہا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کرو، جب وہ چاہتے ہیں تو دشمن ہی سے حفاظت کا کام لیتے ہیں، کیا تم کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون سے آپ کی پرورش کروائی ۔ (رسالہ دردودرمہ)

والله اعلم بالصواب

(۶۲۷) عام مصائب وتکالیف کا سبب اور قنوت نازلہ پڑھنا

سوال: جب کوئی عام وبال لوگوں پر آجائیں تو ایسے موقعہ پر اسلام کیا رہنمائی کرتا ہے، اور کیا کرنا چاہیے؟ ایسے تکالیف کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب: دونوں جہاں کی سردار صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مبارک طریقہ یہ تھا، کہ جب کوئی عام مصیبت آ پڑے، اور دنیا پر خطرہ یا مصائب سے بربادی کی فضا چھا جائے تو ایسے وقت میں جب تک یہ آفت اور مصیبت دور نہ ہو، نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔

(عمدۃ الفقہ: ۲/ ۲۹۵)

لہٰذا فساد ہو یا کوئی بیماری ہو یا زور سے ہوا چلے گے ایسے وقت زیادہ سے زیادہ نماز میں مشغول رہنا چاہیے، اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی مانگے اور توبہ کرنی چاہیے، اس لیے کہ آفتیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بنا پر آتی ہیں، قرآن کریم میں ہیں: '' مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَتٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ .'' یعنی جو تکالیف، بیماریاں، قحط، خوف یہاں کہ کانٹا لگے، یا ٹھوکر لگے اور مال میں اولاد میں کوئی نقصان یا تکلیف آتی ہے، وہ سب تمہارے گناہوں کی بنا پر ہے۔

(تفسیر الروح البیان: ۸/ ۳۰۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: سورج گرہن وغیرہ نشانیوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو متنبہ کرتے ہیں، لہٰذا جب ایسے حالات ہو تو استغفار کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے آپ کو متوجہ رکھو۔

هذه الآيات....... يخوف الله به عباده . (الصحیح البخاری: ۲/ ۱۴۱)

دوسری حدیث میں ہے ، جب کوئی بڑی علامت (مصیبت وغیرہ) آجائے تو نماز میں مشغول ہو جاؤ۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم آية فاسجدوا...

(سنن ابی داؤد: ۱۶۹)

فی الحال ملیریا بہت سی جگہ پھیلا ہوا ہے، اور عام لوگ متعدد آفتیں اور بے چینی میں مبتلا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے موقع پر نماز میں دعا کرنا ثابت ہے، ایک مرتبہ ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو اصحابِ صفہ سے پہچانِ جاتے تھے (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دینی مدرسہ کے طالب علم تھے، اور قرآن وحدیث کا علم حاصل کرتے تھے) ان کو اہل نجد کی طرف دین کی دعوت اور قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لیے بھیجے گئے، تو نجد والوں نے ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو شہید کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک رکوع سے کھڑے ہوکر دعا کرتے رہے۔

عن عاصم الأحول رضى الله عنه قال سألت انس بن مالک عن القنوت فى الصلوٰة .... إنما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهراً انه كان بعث أناسا يقال لهم القُرَّاء سبعون رجلاً فاصيبوا فقنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا يدعوا عليهم متفق عليه .

(مشكوٰة المصابيح: ۱۱۳)

اسی بنا پر فقہا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی مصیبت آپڑے تو جہری نمازیں یعنی مغرب کی تیسری رکعت، عشا کی چوتھی رکعت اور فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے کھڑے ہوکر دعا کی جائے، راجح قول کے مطابق بہتر یہ ہے کہ دعا کے درمیان ہاتھ باندھ لئے جائے جیسے وتر میں دعائے قنوت کے درمیان ہاتھ باندھ لئے جاتے ہیں، امام دعا پڑھے اور مقتدی آمین کہے، دعا سے فارغ ہوکر ''اللہ اکبر'' کہہ کر سجدہ کیا جائے۔

إن نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام فى صلوة الجهر و به قال العصرون .

(عينى شرح هدايه : ۱/۸۳۷، طحطاوى على مراقى: ۲۰۶، مرقاة المفاتيح : ۲، ۱۶۳)

قنوت نازله

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنَا فِي مَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنَا فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ لَنَا فِي مَا اَعْطَيْتَ وَ قِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَ لَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَ لَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نَتُوْبُ اِلَيْكَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ

الْـمُـؤْمِـنَاتِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ وَ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَ انْـصُرْنَا عَلٰى عَدُوِّكَ وَ عَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَ يُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَآئَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَ زَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَ اَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِىْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ . فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۸) قنوت نازلہ کونسی نمازوں میں پڑھی جائے، قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھنا چاہیے یا کھلے رکھنا چاہیے۔

سوال: مصیبتوں کے وقت قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم ہے، تو کیا صرف فجر کی نماز میں یا دوسری نمازوں میں پڑھنا مسنون ہے؟ اور پڑھتے وقت ہاتھ باندھے جائے یا کھلے رکھے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں میں الگ الگ طریقوں سے قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے پانچوں نمازوں میں پڑھنے کی روایت آئی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔

عن بن عباس رضي الله عنهما قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهـراً متتـابـعًـا فى الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلاة الصبح في دبر كل صلاة إذا قال سمع الله لمن حمده من ركوعت الآخرة . (السنن لابی داؤد : ۲۰۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور مغرب میں کرتے تھے۔

عـن البـراء بـن عـازب رضي الله عنه أن النبي صلي الله عليه وسلم كان يقنت في صلاة الصبح والمغرب . (بجامع الترمذی: ۱/۵۳)

فقہائے احناف ؒ نے جہری نمازیں یعنی مغرب وعشا اور فجر میں پڑھنا لکھا ہے:

و ان نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام فی صلوة الجهر.

(البحرالرائق: ۲/ ۴۴، در مختار: ۱/ ۸۴، عینی: ۱/ ۸۳۷، مراقی الفلاح: ۲۰۶، بنایة شرح هدایة)

مذکورہ کتابوں میں جہری نمازوں میں پڑھنا لکھا ہے، مفتی کفایت اللہ لکھتے ہیں: فجر کی نماز اور جہری نمازوں میں پڑھنے کی روایات فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں موجود ہے، کفایت المفتی: ۳/ ۴۰۰، عمدۃ الفقہ: ۲/ ۲۹۶، میں بھی یہی لکھا ہے۔

لہٰذا ہر جہری نمازوں میں مصیبت دور ہو وہاں تک پڑھنا درست ہے۔

فقہی قاعدے کے اعتبار سے قنوت نازلہ پڑھتے وقت امام اور مقتدی کو ہاتھ باندھنا بہتر اور مستحب ہے، فقہ کا اصول ہے: جس قیام میں طویل ذکر ہو، اس میں ہاتھ باندھنا بہتر ہے اور مختصر دعا میں ہاتھ چھوڑنا بہتر ہے ۔ (شرح وقایہ: ۱/ ۴۴۴)

مفتی کفایت اللہؒ فرماتے ہیں: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہاتھ باندھنا ہی بہتر اور راجح (پسندیدہ) ہے۔ (کفایت المفتی: ۳/ ۴۰۱)

مولانا جوار حسینؒ نے لکھا ہے: قنوت پڑھتے وقت قنوتِ وتر کی طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ باندھنا مسنون ہے، یہی بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے، ہاتھ چھوڑ دینے کی بھی گنجائش ہے۔

(عمدۃ الفقہ: ۲/ ۴۹۶)

لہٰذا فجر کی نماز میں اور جمعہ کے دوسرے خطبہ میں موجودہ حالت قنوتِ نازلہ پڑھ کر ہر ایک کے لیے راحت اور سکون کی دعا کی جائے۔

مگر مسلمانوں کے لیے ضروری ہے، قنوتِ نازلہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کریں، ظلم، فتنہ وفساد اور ہر قسم کے گناہوں سے بچتا رہے، حقوق العباد ادا کرنے کا پورا پورا خیال رکھے، آپس میں محبت اور ہمدردی اتفاق پیدا کریں، بے کار کھیل تماشہ سے دور رہ کر اپنے خالق اور قادر مطلق اللہ تعالیٰ کے دربار میں عاجزی اور آنکھوں سے آنسوں بہانے کے ساتھ دعا کی جائے۔

مطلب یہ کہ ہر حال میں اچھے اخلاق اور نیک کاموں کی طرف توجہ دی جائے، ہر قسم کی برائیوں اور گناہوں سے اجتناب کی جائے، اللہ تعالیٰ کی کامل رحمت سے امید ہے، اپنے بندوں کے اخلاص اور عاجزانہ دعا کو قبول فرمائے گا، فتنوں اور مصیبتوں سے راحت اور نجات دے گا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۲۹) فجر کی نماز میں امام صاحب کا دوسری میں دعائے قنوت پڑھنا

سوال: فجر کی نماز میں امام صاحب دوسری رکعت میں رکوع سے کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں، تو ہم کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد امام صاحب دعا کرتے ہیں، تو یہ دعا کونسی ہے، وہ آپ نے لکھا نہیں ہے، شاید نماز پڑھانے والا شافعی المذہب ہوگا، جو اپنے مسلک کے مطابق دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتا ہوگا، اگر یہی بات ہے تو اصح مذہب یہی ہے کہ حنفی المذہب مقتدی ایسے امام کے ساتھ دعائے قنوت نہ پڑھے بل کہ خاموش کھڑا رہے۔

فإن قنت الامام فی صلاۃ الفجر یسکت من خلفه عند أبی حنیفةؒ و محمدؒ قیل یقف قائما و هو الاظهر . (هدایة : ۱۲۵ ، شرح الوقایة: ۲۰۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۳۰) قنوت نازلہ کی خبر نہ ہونے کی بنا پر مقتدی کا سجدہ میں چلا جانا

سوال: قنوت نازلہ کی خبر نہ ہونے کی بنا پر مقتدیوں نے امام سے پہلے دو سجدہ کر لیے اور امام کے ساتھ بھی دو سجدہ کیے، تو نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: جن مقتدیوں نے امام کے ساتھ سجدے کر لیے، ان کی نماز صحیح ہوگی۔

رکع المقتدی قبل الامام ثم رکع امامه و وجدت فشارکته به صح

ادراکہ لتلک الرکعة وإن کان ذالک مکروهاً تحریماً لحدیثه لا تسبقونی بالرکوع و لا بالسجود و لا بالقیام و لا بالانصراف أخرجه مسلم و غیره .
(عمدة الرعایة: ۱۸۱)

من رکع فلحقه امامه فیه صح. (شرح وقایة : ۱۸۱) فقط
واللہ اعلم بالصواب

(۲۳۱) جمعہ کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھ لی تو۔۔۔

سوال: جمعہ کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جہری نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھنا احناف ؒ کے نزدیک درست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہر اور عصر میں پڑھنا بھی ثابت ہے، جس کی بنا پر امام شافعی کے نزدیک پانچوں نمازوں میں پڑھنا درست ہے، تو سری نماز میں بھی پڑھنے کی گنجائش ہے، لہٰذا جمعہ کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھ لیا تو نماز میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔

عن ابن عباس ؓ قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً متتابعا فى الظهر و العصر و المغرب و العشاء و صلوة الصبح فى دبر كل صلوة اذا قال سمع الله لمن حمده من الركعة الاخرة يدعوا على احياء بنى سليم .
(السنن لابی داؤد : ۲۰۴)

قال أبوهريرة ؓ والله لأقربن بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فكان ابو هريرة ؓ يقنت فى الركعة الاخرة من صلوة الظهر و صلوة العشاء الاخرة و صلوة الصبح فيدعو للمؤمنين و يلعن للكافرين .
(السنن لأبی داؤد : ۲۰۳، عمدة الفقة : ۲/۲۹۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب
۱۵/شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ

سنن و نوافل کا بیان

فصلِ اول سنت مؤکدہ کے بیان میں

(۶۳۲) سنتوں کی تفصیل

سوال: سنت مؤکدہ کتنی رکعتیں ہیں؟ عصر اور عشا سے پہلے کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟ غیر مؤکدہ سمجھ کر نہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی یہ کہے سنتوں کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرض نماز سے پہلے اور بعد میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، جس کے پڑھنے کی تاکید اور فضیلت آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ادا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں عالی شان مکان بنائے گا۔

عن أم حبيبةؓ قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم: من صلى في يمين ثنتي عشرة ركعتاً تطوعاً بني له بهن بيت في الجنة .

(السنن لأبی داؤد : ۱۷۸ ، الصحيح لمسلم : ۱/۲۵۱)

عصر اور عشا کے فرض کے پہلے کی سنتیں مستحب ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی ہے، اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے کی چار رکعتیں ادا کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سنتوں کے ادا کرنے والے کے لیے یہ دعا فرمائی ہے۔

عن ابن عمرؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحم الله امراً صلى قبل العصر اربعاً . (السنن لابی داؤد : ۱۸۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرے۔

عن علی رضی الله عنه قال كان النبی صلی الله عليه وسلم يصلی قبل العصر اربع ركعة . قال ابو عيسى حديث عَلِيٍّ حديث صحيح .

(الجامع للترمذی: ۱/۵۸، البحر الرائق: ۲/۵۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے۔

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرے گا، تو جہنم سے حفاظت ہوگی۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی اربع رکعة قبل العصر کانت له جُنة من النار. (بدائع الصنائع: ۱/۲۸۵)

لہٰذا عصر اور عشا کی فرض سے پہلے چار رکعتیں مستحب ہے یوں خیال کر کے کہ ادا نہ کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے رحمت سے محروم رہے گا، اور ادا کرنے سے خیر اور بھلائی حاصل ہوگی، غیر مؤکدہ سمجھ کر چھوڑ نہ دینا چاہیے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ہو، کامل مؤمن وہ ہے کہ اس پر عمل کرے۔

ندب الاربع قبل العصر و العشاء. (البحر الرائق: ۲/۵۰)

فرض سے پہلے اور بعد کی سنتیں مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ فرض میں جو کچھ کمی رہ گئی ہو، فرض کی بعد کی سنتیں ادا کرنے سے وہ کمی دور ہو جاتی ہے، اور فرض کامل طور پر ادا ہوتی ہے، اور فرض سے پہلے کی سنتیں ادا کرنے سے فرض نماز کے لیے دل میں نشاط اور چستی پیدا ہوتی ہے، اور دل فرض ادا کرنے کے لیے کامل طریقہ سے فارغ ہو جاتا ہے۔

قال العلماء: والحکمة في شرعیة النوافل تکمیل الفرائض بها ان عرض فیها نقص کما ثبت في الحدیث فی سنن ابی داؤد وغیره و لترتاض نفسه بتقدیم النافلة و یتنشط بها ویتفرغ قلبه اکمل فراغ للفریضة.

(نووی شرح مسلم: ۱/۲۵۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۷/ذی الحجہ/۱۴۲۴ھ

(۶۳۳)سنتیں چھوڑنے کا نقصان

سوال: فرض نماز سے پہلے یا بعد کی سنتیں اور نوافل کی اہمیت اور اس کا کیا فائدہ ہے؟ بہت سے لوگ سنتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے نفل ادا نہیں کرتے تعلیم میں مشغول ہو جاتے ہیں، مفصل جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر نماز ہر اعتبار سے صحیح طور پر ادا کی ہوگی، تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا، اور اگر نماز برابر نہ ہوگی، یا تو فرض ادا ہی نہ کیا ہوگا، یا فرض میں نقص رہ گیا ہوگا، تو ایسا شخص قیامت میں شرمندہ اور خسارہ میں ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان اول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمله صلا ته فان صلحت فقد افلح انجح وان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فريضته شيء قال الرب تبارك وتعالى انظروا هل لعبدى من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة . (مشكوٰة المصابيح: ۱۱۷)

اگر فرض نماز میں کمی اور نقص ہوگا، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ایسے شخص کے متعلق اپنی مہربانی سے کہے گا، میرے بندے کے اعمال نامہ میں دیکھو کہ سنت اور نفل نماز پڑھی ہے؟ اگر ہے تو اس سے فرض کی کمی پوری کر دی جائے گی، اس سے صاف معلوم ہوا، فرض کے علاوہ فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں اور نوافل مقرر کرنے کی حکمت اور فلسفہ فرض ادا کرنے میں بندہ سے جو کچھ نقص اور کمی رہ گئی ہو اس کو پُر کرنا ہے، اور فرض سے پہلے جو سنتیں ہیں، اس کو مقرر کرنے کا اصل مقصد سنتیں پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور کامل دل لگا کر فرض ادا کرنا ہے۔

قال العلماء والحكمة في شرعية النوافل تكميل الفرائض بها ان عرض فيها نقص كما ثبت في الحديث في سنن أبي داؤد وغيره ولترتاض نفسه بتقديم النافلة و يتنشط بها و يتفرغ قلبه للفريضة . (نووی فی شرح مسلم : ۱/۲۵۲)

فان انتقص من فریضته شیء قال الرب تبارک وتعالی: انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل بها ما انتقص من الفریضة . (مرقاة المفاتیح : ۲/۱۹۴)

لہٰذا فرض سے پہلے اور بعد کی سنتیں اور نوافل کی پابندی کرنا ضروری ہے، حضرت شیخ مولانا زکریاؒ نے شاہ عبد العزیزؒ کے حوالہ سے لکھا ہے: جو شخص نفل پڑھنے میں سستی کرے گا، وہ سنتوں پر عمل کرنے سے محروم رہے گا، اور جو سنت ادا کرنے میں سستی کرے گا، وہ فرض پر عمل کرنے سے محروم رہے گا، اور جس نے فرض ادا کرنے میں سستی کی، وہ اللہ کی معرفت سے محروم رہے گا، اور جو معرفت سے محروم رہا اس کے کفر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔

وَمَنْ تهاون بالنوافل تَهَاوَنَ بالسنن و من تهاون بالسنن تهاون بالفرائض و من تهاون بالفرائض سلب المعرفة و من سلب المعرفة سیقع فی الکفر.

(تشریحات بخاری : ۱/۲۰۹)

خلاصہ یہ کہ فرض ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی ہوگی، اور سنتیں چھوڑنے میں آہستہ آہستہ فرض بھی چھوٹ جائے گی۔ (تقریر بخاری:۱/۱۴۴)

کتابی تعلیم کی بھی اہمیت ہے، اور اس کا بہت ثواب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، وہاں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک ہزار سال عبادت سے بہتر ہے۔

وفي الحديث جلوسک ساعة عند حلقة یذکرون الله خیر من عبادة الف سنة . (روح البیان:۵/۲۴۰)

حضرت مولانا ابرار الحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے: جب وعظ ہو رہی ہو، یا دینی کتاب پڑھ کر سنائی جارہی ہو، تو تلاوت یا نفل نماز نہ پڑھی جائے، دین کا ایک مسئلہ سیکھنا سو (۱۰۰) رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے ۔ (مجالس ابرار:۲۷)

اگر دینی کتابی تعلیم کی بنا پر سنت، نفل رہ جائے، تو تعلیم کے بعد پڑھ لی جائے، ہمیشہ چھوڑنے کی عادت نہ بنالیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۳۴) سنن چھوڑنی نہیں چاہیے

سوال: عصر کے فرض سے پہلی کی چار رکعت امام نہ پڑھے، تو کیا متولی ان چار رکعت کے پڑھنے پر جبر دستی کر سکتا ہے؟ اور تمام مقتدیوں کے سامنے اس کو حکم دے کر ذلیل کرنا اور دباؤ ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: عصر کے فرض سے پہلے کی چار رکعت مستحب ہے، مستحب کا چھوڑنا خلافِ اولیٰ اور مکروہ ہے۔

ولا شک ان ترک المستحب خلاف الأولی . (شامی : ۱/۶۵۳، مکتبہ سعید)

حدیث شریف میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے: جب کسی شخص کی فرائض میں کمی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ نوافل سے اس کمی کو پُر کردے گا۔ (شرح شریعۃ الاسلام: ۱۲۹)

لہٰذا سنن اور نوافل کی چھوڑنے کی عادت نہ بنا لینی چاہیے، متولی کا امام صاحب کو مستحب کے لیے توجہ دلانا اچھی بات ہے، مگر لوگوں کے سامنے ڈانٹنا اور ذلیل کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۶۹/۹/۲۲ء

(۶۳۵) سنن اور نوافل گھر میں ادا کرنا

سوال: ہمارے دارالعلوم میں اساتذہ تعلیم دیتے ہیں اور یہ بات مسلّم ہے علما، عوام کے لیے اور اساتذہ اپنے طلبا کے لیے رہنما ہوتے ہیں، علما کو دیکھ کر عوام اور اساتذہ کو دیکھ کر طلبا اپنی اصلاح کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ بعض علما اور اساتذہ فرض نماز مسجد میں ادا کر کے سنن اور نوافل گھروں میں جا کر پڑھتے ہیں اور جب ان سے سنن اور نوافل مسجد میں ادا کرنے کے بارے میں کہا جاتا ہے تو دلیل کے طور پر حدیث رسول پیش کرتے ہیں۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اجعلوا فی بیوتكم من صلوتكم و لا تتخذوها قبوراً . (الصحیح البخاری: ۱/۶۲)

(ترجمہ: تمہاری نمازوں میں سے بعض نمازیں گھر میں پڑھو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ) تو کیا ان کی یہ دلیل صحیح ہے؟ اور سنتیں کہاں پڑھنا افضل ہے، مسجد میں یا گھر میں؟

جواب: باب ما جاء انه علیه السلام یصلی هما فی البیت : .... عن ابن عمرؓ قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعتین بعد المغرب فی بیته .

(بجامع للترمذی: ۱/۵۸)

باب کراهیة الصلاة فی المقابر ...... عن ابن عمرؓ عن النبي صلی الله علیه وسلم قال اجعلوا فی بیوتكم من صلوتكم و لا تتخذوها قبوراً .

(الصحیح البخاری: ۱/۶۲)

ان احادیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ تمام سنن اور نوافل کے لیے افضل یہی ہے کہ گھر میں پڑھی جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنن اور نوافل اکثر گھر میں پڑھتے تھے البتہ اگر گھر آ کر کام میں مشغول ہو جانے کا خطرہ ہو تو سنن ونوافل مسجد میں پڑھ لینا چاہیے۔

اور آج کل لوگوں میں سستی بہت ہے، اس لیے مسجد میں پڑھنے کا کہا گیا ہے۔

(درس ترمذی: ۲/۱۹۳)

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: نو (۹) نمازیں ایسی ہیں جن کے بارے میں علما نے لکھا ہے کہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے مثلاً تراویح کی نماز، تحیۃ المسجد، جمعہ کی سنتیں ۔۔۔ اور اس شخص کی نماز جس کو مسجد سے نکلنے کے بعد اس کے چھوٹ جانے کا خوف ہو۔

الافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنها، کان هذا افضل قال الشامی شمل لحدیث الصحیحین علیکم الصلاة فی بیوتكم فإن خیر صلاة المرء فی بیته إلا المکتوبة .. کان هذا أفضل یراعی ما لم یلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبیته، أو کان فی بیته ما یشغل باله و یقلل خشوعه ،

فیصلیها حینئذ فی المسجد . (در مختار مع رد المحتار : ۲۲/۲، مکتبه سعید)

علامہ انورشاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: اس زمانہ میں بعض ارباب فتاویٰ کا قول ہے کہ مسجد میں ادا کرنا افضل ہے، تاکہ روافض کے ساتھ مشابہت نہ ہو، کیوں کہ وہ سنتیں نہیں پڑھتے ہیں ،اوراس کے بغیر ہی مسجد سے چلے جاتے ہیں۔(معارف مدنیہ:۱۰۹/۷)

ایک مسجد میں اذان ہوچکنے کے بعد اس مسجد سے نماز پڑھے بغیر نکلنا مکروہ تحریمی ہے، جب کہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو، مگر وہ شخص جاسکتا ہے جوکسی ضرورت کے لیے جائے اور ضرورت سے فارغ ہوکر مسجد میں آنے کا ارادہ رکھتا ہو یا دوسری مسجد کا منتظم ہو، اس کے لیے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر جانا درست ہے۔

خرج رجل حين اذن الموذن للعصر فقال ابو هريرة عما هذا فقد عصى أبا القاسم صلى الله عليه وسلم . (السنن لابی داؤد : ۷۹)

هل يجوز ام لا يجوز من كان في المسجد يكره له الخروج تحريماً حتى يصلي فيه اذا لم يكن صلى و ليس ممن انتظم به جماعة اخرى .

(انوار المحمودة شرح السنن لأبی داؤد : ۲۰۷)

اس بناپر افضل یہ ہے کہ سنت اور نفل مسجد میں ہی پڑھے، سنت پڑھے بغیر نکل جانے میں تہمت ہے اور تہمت سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس بات سے تہمت کا خوف ہو اس بات کو بھی چھوڑ دو، اگرچہ تمہارے پاس صحیح علت موجود ہو۔

إياک وما يسبق إلى القلوب انكاره وإن كان عندک اعتذاره .

(البحرالرائق: ۱۴۱/۲)

لہٰذا اساتذہ سنن ونوافل مسجد میں پڑھے کہ طلباان کی حاضری سے برابر نماز پڑھیں ورنہ اپنے اساتذہ کو نمونہ بناکر وہ خود بھی ایسا کرنے لگیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

(۶۳۶) سنتیں گھر پر ادا کرنا

سوال: بعض لوگ مسجد میں فرض نماز ادا کر کے سنتیں گھر پر پڑھنے کی نیت سے چلے جاتے ہیں تو کیا یہ سنتیں مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں پڑھنا افضل ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنن ونوافل اکثر گھر میں ادا کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لاتجعلوا بيوتكم قبورا. تمہارے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ یعنی جس طرح قبرستان میں مردے نماز نہیں پڑھتے تم بھی گھروں میں نماز نہ پڑھو، بل کہ گھر میں نماز پڑھا کرو۔

(بخاری شریف: ۶۲/۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے مغرب کے بعد کی دو رکعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں پڑھی۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: صليت مع النبى صلى الله عليه وسلم ركعتين بعد المغرب فى بيته . (الجامع للترمذی : ۵۸/۱)

لیکن فقہا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر گھر کے کاموں میں مشغول ہو جانے کی بنا پر سنتیں رہ جانے کا خطرہ ہو تو سنت ونفل مسجد میں پڑھ لینا چاہیے، موجودہ زمانے میں لوگوں میں دین کے معاملہ میں زیادہ ترسستی آ گئی ہے، جس کی بنا پر مسجد میں ہی پڑھ لینے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

(درس ترمذی: ۱۹۳/۲)

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: بعض نمازیں ایسی ہے جس کے متعلق علما نے لکھا ہے کہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے، جس میں سے ایک جمعہ کی سنت اور اس شخص کی نماز کہ مسجد سے جانے کے بعد چھوٹ جانے کا خطرہ ہو۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: اس زمانے میں بعض ارباب فتویٰ کا قول ہے کہ مسجد میں ادا کرنا افضل ہے، تاکہ روافض کے ساتھ مشابہت نہ ہو، کیوں کہ وہ سنتیں نہیں پڑھتے، اور اس کے بغیر ہی مسجد سے چلے جاتے ہیں، لہٰذا مسجد میں ہی سنتیں پڑھ لینا بہتر ہے۔ (معارف مدنیہ: ۷/۱۰۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۳۷) فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ جماعت شروع ہونے کے بعد پڑھی جاسکتی ہے؟

سوال: فجر کی جماعت شروع ہو جائے، تو فرض پہلے کی دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر فجر کی جماعت چھوٹ جانے کے خوف سے دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو، تو اس سنت کو کب ادا کی جائے؟

جواب: فجر کی نماز کے علاوہ ظہر، عصر اور عشا کی فرض پہلے کی سنتوں کے لیے شریعت کا حکم یہ ہے کہ فرض کی چاروں رکعت با جماعت ملنے کا یقین ہو، تو فرض پہلے کی سنتیں ادا کی جائیں، اور اگر سنتوں کے ادا کرنے میں فرض کی کچھ رکعت چھوٹ جانے کا خطرہ ہو، تو پہلے کی سنتیں نہ پڑھی جائے، اور ظہر میں فرض کے بعد راجح قول کے مطابق دو رکعت سنت کے بعد پہلے کی چار رکعت سنتیں ادا کی جائے، مگر فجر کی سنتوں کی تاکید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت فرمائی ہے، اور تمام سنتوں میں اس کی تاکید زیادہ آئی ہے، لہٰذا جماعت کے ساتھ ایک رکعت ملنے کی امید ہو، تو جماعت خانہ سے باہر یا امام سے دور کوئی الگ جگہ میں دو رکعت سنت پڑھنا چاہیے۔ البتہ امام کے قریب جماعت کے برابر دو رکعت پڑھنا سخت مکروہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد جماعت کے قریب نماز پڑھتے دیکھا، تو نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَاَلصُّبحُ أَربعاً أَاَلصُّبحُ أَربعاً“ کیا فجر کی چار رکعت ہے؟ (بخاری شریف: ۱/۹۱)

اگر فجر کی دونوں رکعت چھوٹ جانے کا خطرہ ہو، تو فجر کی سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہو جائے، اور سورج نکلنے کے بعد ایک ہاتھ اونچا ہو جائے اس کے بعد ادا کریں، زوال

تک ادا ہوسکتی ہے، احناف کے مذہب کے مطابق فرض کے بعد فوراً سنت ادا کر لینا، اور سورج کے نکلنے کا انتظار نہ کرنا سخت مکروہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جماعت شروع ہوجائے تو فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔ (سنن ابوداؤد)

ایک دوسری حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنت نہ پڑھی ہو، تو سورج نکلنے کے بعد ادا کر لے۔ (ترمذی شریف، ہدایہ: ۱/۱۳۲)

ومن انتهي إلى الامام في صلاة الفجر و هو لم يصل ركعتي الفجر ان خشي ان تفوته ركعة و يدرك الاخرى يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكن الجمع بين الفضيلتين و ان خشي فوتها دخل مع الامام لان ثواب الجماعة افضل و الوعيد بالترك الزم بخلاف سنته الظهر حيث يتركها في الحالتين لانه يمكن ادائها في الوقت بعد الفرض هو الصحيح . و انما الاختلاف بين ابي يوسف و محمدؒ في تقديمها على الركعتين و تاخيرها عنهما . (هداية : ۱۳۲)

نوٹ: فجر کی دو رکعت سنتوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کا صحیح قول یہی ہے، اور یہی ظاہری روایت ہے، محققین احناف نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ایک رکعت کے ملنے کی امید ہو، تو دو رکعت سنتیں ادا کر لی جائے، البتہ سب سے ہٹ کر مسجد کے کسی ایک جانب پڑھی جائے تو بھی درست ہے، امام طحاویؒ نے اس کا اختیار دیا ہے، اور علامہ شامیؒ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے، امام محمدؒ نے فرمایا ہے: فجر کی نماز کا قعدہ مل جائے اس کی امید ہو تو بھی سنت پڑھ لینی چاہیے، مگر اس قول کو مرجوح اور ضعیف کہا ہے۔ (حاشیۂ بہشتی زیور (اختری): ۱۱/۲۲، نماز کے اوقات کا بیان) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۹/۸/۷ء

(۶۳۸) ظہر کی چار رکعت سنت رہ جائے تو فرض کے بعد فوراً پڑھے یا دو رکعت کے بعد

سوال: ظہر کے فرض سے پہلے کی چار رکعتیں چھوٹ جائیں، تو فرض کے بعد چار رکعت پڑھنی چاہیے یا دو رکعت سنت کے بعد پڑھنی چاہیے؟

جواب: دونوں صورتیں جائز ہے، ظہر کی چار رکعت فرض کے بعد پہلے کی چار رکعت سنتیں ادا کریں، یا فرض کے بعد کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد چار رکعت سنت پڑھے، البتہ بہتر اور راجح قول یہ ہے: کہ ظہر کے فرض کے بعد کی دو رکعت پہلے ادا کرے، اس کے بعد فرض کے پہلے کی چار رکعت سنتیں ادا کریں، فتح القدیر میں اسی کو پسند کیا گیا ہے، اس لیے کہ چار رکعت تو اس کی جگہ سے چھوٹ گئی، تو دو رکعت فرض کے بعد کی اس کی جگہ سے نہ چھوڑی جائے، اور یہی حق ہے۔

حدیث شریف میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ظہر پہلے کی چار رکعت چھوٹ جاتی تو ظہر کے بعد کی دو رکعت سنتوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض پہلے کی چار رکعت پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ: ۸۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۳۹) ظہر کی سنت پڑھتے پڑھتے جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی شخص ظہر کے پہلے کی چار رکعت سنت پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا ابھی دو رکعت بھی نہ پڑھی کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اب وہ چار رکعت پوری کر کے جماعت میں شریک ہو؟ یا دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شریک ہو؟ اور اب یہ سنتیں کب پڑھنی چاہئے؟

جواب: ظہر کی چار رکعت سنت پڑھ رہا ہو کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو دو رکعت پر سلام پھیر دے یا چار مختصر قرأت کے ساتھ پڑھ کر سلام پھیر دے دونوں درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر دے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

والشارع في نفل لا يقطع مطلقاً .... ويتمه ركعتين (وكذا سنة الظهر) .... و قيل يقطع على راس الركعتين و هو الراجح .

(شامی: ۲/ ۵۰ ،۵۳، مکتبه سعید)

اورظہر کی فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد پہلے فرض کے بعد کی دو رکعت سنت پڑھے،اوراس کے بعدفرض سے پہلے کی چھوٹی ہوئی چار رکعت پڑھے۔

(ثـم يأتي بها في وقته)اى الظهر(قبل شفعه) عند محمد، و به يفتى. لكن رجح فى الفتح تقديم الركعتين. قال فى الامداد: و فى فتاوى العتابى أنه المختار، و فى مبسوط شيخ الاسلام أنه الأصح، لحديث عائشةؓ أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر يصليهن بعد الركعتين و هو قول أبى حنيفة، و كذا فى جامع قاضيخان . (شامی:۲/ ۵۹ ، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۴۰) جہاں فرض پڑھی ہو،اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ سنت پڑھنا

سوال: فرض نماز کے بعد سنتیں اسی جگہ پر پڑھنی چاہیے یا دوسری جگہ پر؟

جواب: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سے کوئی اس بات سے عاجز ہے، کہ فرض پڑھی ہو،اس جگہ سے آگے چلا جائے یا پیچھے ہٹ جائے ،یا داہنی یا بائیں جانب ہٹ جائے۔

عـن أبـى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيعجز أحدكم قال عن عبد الوارث ان يتقدم اويتأخر او عن يمينه او عن شماله زاد فى حديث حماد فى الصلوٰة يعنى فى السحة اى النفل .

(السنن لابی داؤد: ۱۴۴)

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام نے جس جگہ نماز پڑھائی ہو، اس جگہ نماز نہ پڑھے، بل کہ وہاں سے دوسری جگہ ہٹ کر سنتیں پڑھیں۔

عن المغيرة بن شعبة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايصلى الامام فى الموضع الذى صلى فيه حتى يتحول . (السنن لابی داؤد: ۱ ۹)

مذکورہ دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں نے جس جگہ فرض پڑھی ہو، وہاں سنتیں نہ پڑھیں، بل کہ وہاں سے آگے پیچھے ہٹ کر جگہ بدل کر سنتیں پڑھی جائیں، امام بخاریؒ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس میں مختلف جگہوں پر سجدہ ہوتا ہے، اور یہ تمام جگہیں قیامت کے دن اس کے سجدہ کرنے کی گواہی دیں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۴۱) امام کو بھی فرض کے بعد کی سنتیں پڑھنے کے لیے جگہ بدل لینی چاہیے

سوال: امام صاحب فرض کے پڑھانے کے بعد اسی مصلے پر سنن اور نوافل پڑھتے ہیں، اس کے متعلق مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

لا يصلى الامام فى الموضع الذى صلى فيه حتى يحول .

(السنن لابی داؤد : ۱ ۹ ۲)

أى ينتقل من هذا المكان الى مكان الآخر . (بذل)

یعنی امام نے جس جگہ نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز نہ پڑھے، بل کہ دوسری جگہ چلا جائے۔

اس سے ثابت ہوا جس جگہ امام نے نماز پڑھائی ہو، اس جگہ سنن ونوافل نہ پڑھیں، بلکہ جگہ بدل کر سنت پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سے کوئی اس بات سے عاجز ہے، کہ فرض پڑھی ہو،اس جگہ سے آگے چلا جائے یا پیچھے ہٹ جائے، یا داہنی یا بائیں جانب ہٹ جائے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أيعجز أحدكم قال عن عبد الوارث ان يتقدم أويتأخر أو عن يمينه أو عن شماله زاد في حديث حماد في الصلاة يعني في السحة أي النفل. (السنن لأبي داؤد: ۱۴۴)

لہٰذا مقتدیوں کو بھی چاہیے جس جگہ فرض پڑھی ہے، اگر جگہ بدل سکتے ہوں، تو دوسری جگہ پر سنتیں پڑھنی چاہیے، فرض اور سنتیں الگ الگ پڑھنے میں فلسفہ یہ ہے جس جگہ نماز پڑھی ہوگی، قیامت کے دن وہ جگہ گواہی دے گی، لہٰذا جگہ بدلنے سے ایک سے زائد قیامت کے دن نمازی کے لیے گواہ بنے گی، قرآن کریم میں ہے : **يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا** . (سورۃ الزلزال: ۴)

اس دن زمین اپنی خبریں بیان کردے گی۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايصلي الإمام في الموضع الذي صلى فيه حتى يتحول اى ينتقل من هذا المكان الى آخر . (السنن لأبي داؤد: ۹۱، بذل) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۹/رجب المرجب/۱۴۱۷ھ

فصل دوم سنت غیر مؤکدہ کے بیان میں

(۶۴۲) عصر اور عشا سے پہلے کی سنتوں میں لوگوں کی غفلت اور اس کا حکم

سوال: عصر اور عشا کی نماز میں لوگ وقت پر آتے ہیں، اور اذان کے بعد فوراً جماعت ہو جاتی ہے، سنتیں نہیں پڑھتے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت میں سنتیں مقرر کرنے کی حکمت اور فائدے ہیں، قیامت میں نماز کا حساب ہوگا، اگر نماز میں کمی ہوگی یا فرض نہیں پڑھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھوں میرے بندے کے اعمال میں نوافل ہیں، اگر نوافل پڑھی ہوگی تو نوافل کے ذریعہ سے فرض کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا۔

وان انتقصت قال الرب تعالى انظروا هل لعبدي من تطوع فيكمل ما انتقص من الفريضة . (ترمذی شریف)

اور حدیث قدسی میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بندہ فرض نماز پڑھ کر میرا قرب حاصل کرتا ہے، اور نفل پڑھ کر میرا قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں، پھر وہ ہر کام میری رضامندی کے لیے کرتا ہے۔

و ما تقرب الى عبدى بشيء احب الى مما افترضت عليه و ما يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتى احببته . (مشکوۃ المصابیح : ۱/۱۹۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحم الله امرأً صلى قبل العصر اربعاً. (السنن لابی داؤد : ۱۸۰)

لہٰذا عصر اور عشا سے پہلے کی سنتیں چھوڑ دینے کا ہمیشہ معمول بنالینا بہتر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قرب اور بہت سی خیر و برکت سے محرومی کا سبب ہے، لہٰذا لوگوں کو سنتیں پڑھنے کے لیے سمجھایا جائے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: جو لوگ مندوبات (مستحبات) میں کمی کرنے والے ہیں، ان پر ملامت یا ان کی تحقیر یا ان سے نفرت کرنا تجاوز عن الشریعۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، البتہ ایسے لوگوں کو اگر نرمی و ترغیب سے تکمیل مراتب مستحب کی طرف متوجہ کیا جائے، تو عین خیر خواہی و مطلوب فی الدین ہے۔

(اصلاح انقلاب امت: ۱/ ۸۷، ۸۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۸ / ربیع الاول / ۱۴۱۷ھ

(۶۴۳) سنتیں غیر مؤکدہ میں قعدہ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثنا پڑھنا

سوال: عصر اور عشا سے پہلے کی چار رکعت سنت غیر مؤکدہ میں قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا اور تیسری رکعت کے شروع میں ثنا پڑھنا کیسا ہے؟ اور مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں کوئی فرق ہے؟

جواب: ظہر اور جمعہ سے پہلے کی چار رکعت سنتیں مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھا نہیں جائے گا، اگر سہواً پڑھ لیا تو مفتی بہ قول کے مطابق سجدہ سہو لازم ہوگا، اور ان سنتوں میں تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو، تو ثنا نہیں پڑھی جائے گی، اس لیے کہ یہ سنتیں مؤکدہ ہونے کی وجہ سے فرض کے مشابہ ہوگئی، البتہ غیر مؤکدہ سنتوں کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا جائز ہے، اس لیے کہ ایک سلام سے پڑھنا ضروری نہیں، سنت غیر مؤکدہ میں چار رکعتیں پڑھی جائے تو اس کے قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف اور تیسری رکعت کے شروع میں ثنا، تعوذ، تسمیہ بھی پڑھا جائے گا۔

و لا يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فى القعدة الاولى فى الاربع قبل الظهر و الجمعة و بعدها و لو صلى ناسيا فعليه السهو و قيل لا (قيل و به يفتى) و فى البواقى من ذوات الاربع يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم و يستفتح و يتعوذ . (شامى : ۱۲/۲ ، مطلب فى السنن و النوافل)

(قبيل مطلب فى تحية المسجد) و لهذا قالوا يستفتح فى الثالثة اى يقول سبحانک اللهم و اما الوتر فللاحتياط.فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۸ر محرم الحرام ر ۱۴۱۱ھ

فصل سوم: نوافل کے بیان میں

(۶۴۴) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟

سوال: وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے یا بیٹھ کر پڑھ سکتے ہے؟ کونسی حالت میں ثواب زیادہ ملے گا۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

صلاۃ الرجل قاعداً نصف الصلوۃ .

ترجمہ: بغیر عذر کے نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کے ثواب سے آدھا ثواب ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بعد کی دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں بہت طویل قرأت پڑھتے تھے، سورۃ بقرۃ، آل عمران، نساء، مائدہ جیسی سورتیں تہجد میں پڑھتے تھے، وہ بھی آہستہ قرأت کے ساتھ اور قرأت میں رحمت اور عذاب کی آیات آتیں تو ٹھہر کر جنت حاصل کرتے، جہنم سے پناہ چاہتے تھے، جس کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھک جاتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے، اور وہ بھی آخری زندگی میں جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا، البتہ وفات سے ایک سال پہلے نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے، اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کا پورا ثواب ملتا تھا، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھ کر نماز پڑھنے پر تعجب کا اظہار کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولکنی لست کأحد منکم ۔ البتہ میری حالت تمہارے جیسی نہیں یعنی نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے پر بھی پورا ثواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ۔

(الصحیح لمسلم ، نووی: ۱/۱۵۳)

لہٰذا طاقت ہو، تو کھڑے ہو کر وتر کے بعد کی دو رکعت اور تمام نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھی جائے، تاکہ پورا ثواب مل سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع کے خیال سے بیٹھ کر پڑھے تو امید ہے کہ پورا ثواب ملے گا۔ (معارف مدنیہ: ۷/۸) فقط

والله اعلم بالصواب

(۶۴۵) کیا نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے

سوال: ہمارے وہاں رمضان المبارک میں آخری رات میں لوگ جمع ہو کر باجماعت حافظ صاحب کے پیچھے نفل نماز پڑھتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟ اور میں نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے: صلاۃ کسوف، استسقاء اور تراویح کے علاوہ اور کوئی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: نفل نماز الگ الگ تنہا تنہا پڑھنی چاہیے، پھر بھی اگر کبھی کبھی دو تین شخص جمع ہو کر نفل نماز باجماعت پڑھے تو گنجائش ہے، مگر اس کی عادت بنالینا اور روزانہ پابندی سے ادا کرنا علما نے مکروہ لکھا ہے۔

إعلم ان النفل بالجماعة على سبيل التداعى مكروه ما عدا التراويح و صلوة الكسوف و الاستسقاء. (حلبی کبیری : ۴۱۱)

و ما روى من الصلوات فى هذه الاوقات يصلى فرادى غير التراويح .

(شامی : ۲/۲۶ مکتبہ سعید) فقط

والله اعلم بالصواب

(۶۴۶) نوافل گھر میں پڑھنا

سوال: نوافل اور وظائف مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا نہیں؟ اور اس وقت مسجد کے پنکھے، لائٹ استعمال کر سکتے ہیں؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: نوافل اور وظائف گھر میں پڑھنا افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: انسان کا فرض نماز کے علاوہ اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد (مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی زیادہ افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۹)

اس میں ریا کاری سے حفاظت ہے، اور اپنا گھر قبر کی طرح نماز سے خالی نہ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: **لاتجعلوا بیوتکم قبورا** ۔تمہارے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، جس طرح مردے وہاں نماز نہیں پڑھتے تم ایسا نہ کرو، کہ تم بھی گھروں میں نہ پڑھوں، لہٰذا کسی کو تکلیف پہنچے اس طرح نوافل (اشراق، چاشت وغیر) مسجد میں نہ پڑھی جائے۔

جتنا وقت لائٹ، پنکھے چالو رکھنے کا اصول ہو، اس سے زیادہ اپنی ذاتی عبادت کے لیے مسجد کے لائٹ، پنکھے استعمال کرنا درست نہیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۴؍ربیع الاول؍۱۴۱۶ھ

(۶۴۷) نفل نماز شروع کرے سے واجب ہو جاتی ہے

سوال: کیا نفل نماز شروع کرنے سے اس کو پورا واجب ہے؟ اگر چار رکعت کی نیت کی اور تین رکعت پر سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

جواب: نفل نماز کی نیت کر کے شروع کرنے سے وہ لازم ہو جاتی ہے، اور اس کو پورا کرنا ضروری ہے، مگر نفل کی ہر دو رکعت الگ الگ نماز شمار ہوتی ہے، اگر نفل نماز کی چار رکعت کی نیت کی ہو، تو بھی دو رکعت پر سلام پھیر دینا درست ہے، اگر نفل نماز یا سنت غیر مؤکدہ "**اللہ اکبر**" کہہ کر چار رکعت نیت سے شروع کر دی اور تین رکعت پر سلام پھیر دی، اگر قعدہ اولیٰ کیا ہو، تو صرف آخر دو رکعت کی قضا کرنا پڑھے گی، اور اگر قعدہ نہ کیا ہو، تو چاروں رکعت کی قضا کرنا پڑھے گی، فرض اور سنت مؤکدہ میں تین رکعت پڑھ لے تو پوری نماز کا اعادہ کرنا پڑھے گا۔

(شرح الوقایۃ فی حل عمدۃ الرعایۃ:۱/۱۷۱، تنویر الابصار:۶۴۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٤٨) تہجد باجماعت پڑھنے کا حکم

سوال: کیا تہجد کی نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: عام طور پر تہجد کی جماعت کے لیے لوگوں میں پہلے سے اعلان اور شہرت کی جاتی ہے، تو اس طرح جماعت مکروہ ہے۔

(و لا يصلي الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أي يكره ذلک علی سبيل التداعی. (شامی: ۴۹/۲، مکتبہ سعید)

بہتر تو یہ ہے کہ تہجد گھر میں ہی پڑھے۔

الافضل فی السنن و النوافل المنزل لقوله عليه السلام صلاة الرجل فی المنزل افضل الا المكتوبة. (الفتاویٰ الهندية: ۱۱۳/۱)

تہجد کی نماز الگ الگ پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ نفل نماز ہے، اور نفل نماز کی جماعت مکروہ ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٤٩) تہجد باجماعت ادا کرنا

سوال: نوافل اور تہجد کی نماز باجماعت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے باجماعت تہجد پڑھنا ثابت نہیں، کبھی کبھی بغیر بلائے امام کے علاوہ دو شخص شریک ہوکر پڑھ لے تو مکروہ نہیں، امام کے علاوہ تین مقتدی ہوجانے پر اختلاف ہے، اور چار ہوجانے پر بالاتفاق مکروہ ہے۔

يكره ذالک علی سبيل التداعی، بأن يقتدی اربعة بواحد..... أما اقتداء واحد بواحد او اثنين بواد فلا يكره ،و ثلاثة بواحد فيه خلاف.

(درمختار مع الشامی: ۴۹/۲، مکتبہ سعید)

اس کے متعلق اکابر علماء دیوبند میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جو اس جماعت کے حدیث اور فقہ دونوں کے مسلم امام تھے، وہ فرماتے ہیں: نوافل کی جماعت بجز ان مواقع کے جو حدیث سے ثابت ہے، اگر تداعی کے ساتھ ہو، تو فقہ میں مکروہ تحریمی ہے، اور تداعی سے مراد چار مقتدی کا ہونا ہے، لہٰذا صلاۃ کسوف، تراویح واستسقا درست ہے، باقی سب مکروہ ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ: ۴۸)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح، کسوف واستسقا کے، اگر چار مقتدی ہوں، تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، خواہ خود جمع ہو یا بلانے سے آئیں، اور تین کی صورت میں اختلاف ہے، البتہ دو میں کراہت نہیں ہے۔ (کذا فی کتب الفقہ: ۲/ ۶۶)

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں: مسئلۂ ذیل بحث میں میرے نزدیک فتویٰ یہی ہے کہ علاوہ تراویح رمضان میں کسی دوسری نفل کی جماعت درست نہیں، جمہور فقہاو محدثین اسی پر ہیں، اور اسی پر اکابر علمائے دیوبند کا عمل رہا ہے، نفل تہجد کی جماعت کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ نے کبھی گوارہ نہیں فرمایا، حضرت مدنیؒ کی جلالتِ شان اور علمی پایۂ بلندی اپنی جگہ ہے، لیکن جب جمہور حنفیہ نے محقق ابن ہمام کے تفردات کو قابل عمل نہیں سمجھا، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مولانا شاہ اسماعیلؒ کے تفردات کو معمول نہیں بنایا تو بعد کے علما کا معاملہ اہون ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ بندہ محمد شفیع عفی اللہ عنہ (دار العلوم کراچی) ۴ رشوال المکرم ۱۳۹۷ھ

حضرت حکیم الامت حضرت علامہ تھانویؒ نے جو حدیث اور فقہ کے ماہر عالم تھے، امداد الفتاویٰ جلد ایک میں نوافل کی جماعت کو تراویح کے علاوہ مکروہ لکھا ہے، ہاں! اگر صرف دو مقتدی ہوں تو کوئی حرج نہیں، اور تین میں اختلاف ہے۔

اور دوسری جگہ رمضان المبارک میں شبینہ پڑھنا اس کے بیان میں لکھا ہے کہ اگر شبینہ تراویح کے بعد نفل میں ہو تو جماعتیں کثیر ہو جانے کی بنا پر مکروہ ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۵۰) تہجد کی کتنی رکعت پڑھنی چاہیے

سوال: تہجد کی کتنی رکعت پڑھنی چاہیے؟ مجھے ایک شخص نے تہجد کی بارہ رکعت اس طرح پڑھنا بتائی ہے کہ پہلی رکعت میں بارہ مرتبہ ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ'' پڑھنا، اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک کم کرتے رہنا تو یہ درست ہے؟

جواب: تہجد کی کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ رکعت پڑھتے تھے، اس لیے ہمارے علما نے تہجد کی آٹھ رکعت پڑھنا سنت بتایا ہے، اگر عشا کی نماز کے بعد سونے سے پہلے دو رکعت تہجد کی نیت پڑھ لی جائے تو بھی تہجد کا ثواب مل جائے گا۔

جس طرح دوسری نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح تہجد کی نماز بھی پڑھی جائے'' آپ کو جس طرح تہجد کی نماز میں پہلی رکعت میں بارہ مرتبہ ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' پڑھنا، اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک کم کرتے جانا بتایا ہے'' اس طرح نماز میں پڑھنا ضروری نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پڑھنا ثابت نہیں، تہجد پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے، مگر اگر آپ کے ذمہ فرض یا واجب نمازیں باقی ہوں، تو ہر فرض نماز اپنے وقت پر پڑھتے رہنا اور اس کے ساتھ قضا نمازیں پڑھنا بھی ضروری ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۵۱) نفل نماز کی نیت

سوال: نفل نماز کی نیت کس طرح کرنی چاہیے؟ تراویح کی نماز میں نفل کی نیت کرے تو درست ہے؟

جواب: نفل نماز کی نیت کے لیے صرف اتنی نیت کر لینا'' کہ میں نماز پڑھتا ہوں'' درست ہے، اور صحیح قول کے مطابق سنت میں بھی صرف سنت کی نیت کر لینا کافی ہے، تراویح میں بھی نفل کی نیت کر لینے سے تراویح ادا ہو جائے گی، البتہ تراویح کی نماز کی تشریح کرنا افضل ہے۔

ثم ان كانت الصلاة نفلاً يكفيه مطلق النية و كذا اذا كانت سنة في الصحيح . (هداية : ۱/۸۰، شامي ۱/۳۴۹، ۳۸۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲/ذی الحجہ/۱۴۰۵ھ

(۶۵۲) مغرب کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کی نماز پڑھ سکتے ہیں

سوال: ہمارے یہاں سعودی عرب میں مغرب کی اذان کے دس منٹ بعد فرض نماز شروع ہوتی ہے، تو اس عرصہ میں مسجد میں یا حرم شریف میں ہوں تو وضو کر کے شافعی المسلک حضرات دو رکعت سنت پڑھتے ہیں، تو ہم (احناف) اس عرصہ میں دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: احناف کے نزدیک مغرب کی اذان کے بعد اور مغرب کی فرض سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ ہے، دوسرے ائمہ کے نزدیک مغرب کی اذان اور فرض کے درمیان دو رکعت پڑھنا مستحب ہے، تو آپ حنفی المذہب والوں کو نہ پڑھنی چاہیے، حنفی عالم ملا علی قاریؒ شارح مشکوۃ نے لکھا ہے، کہ خلفائے راشدین یہ نماز نہیں پڑھتے تھے، اور ان کا نمونہ ہمارے لیے کافی ہے، یا پہلے پڑھی جاتی تھی بعد میں ترک کر دی گئی، لہٰذا اکثر علما اس وقت میں دو رکعت نفل نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں، اس میں فرض میں تاخیر ہونے کا اندیشہ ہے، یا تو تکبیر تحریمہ چھوٹ جانے کا خطرہ ہے، یا نماز میں اطمینان نہیں رہے گا۔

روى عن جماعة من الصحابةؓ و غيرهم انهم كانوا لا يصلونها.... قد روى ابراهيم النخعيؒ فيما رواه ابو حنيفةؒ عن حماد بن ابي سليمان انه نهى عنهما و قال رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابو بكر و عمر لم يكونوا يصلونها . (حاشية ابي داؤد كلام ابن همام : ۱۸۲)

أو كانت اولا ثم تركنا على ما قيل و عليه الخلفاء . (مرقاة المفاتيح : ۲/۱۱۶)

عن انس ؓ کنا نصلی علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعتین بعد غروب الشمس قبل صلوة المغرب . (مشکوة المصابیح : ۱۰۵)

قال ملا علی القاری ؒ أن الخلفاء الراشدین لم یرو هاتین الرکعتین و کفی بهم قدوة و اکثر الفقهاء علی المنع لما یلزم من فعله تاخیر المغرب .

(مرقاة المفاتیح : ۱۱۶/۲)

واللہ اعلم بالصواب

۳؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

(۶۵۳) فرض چھوڑ کر نفل پڑھنا

سوال: جو شخص فرض نماز نہ پڑھتا ہو، اور چاشت وغیرہ نفل نماز پڑھے تو یہ نفل نمازیں قبول ہوگی؟

جواب: فرض نماز ادا کرنا ضروری ہے، اس کے ادا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے یہاں پوچھ ہوگی، لہٰذا فرض نماز ادا کرنا چاہیے۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے : بہت سے جاہل عبادت گذار لمبی لمبی عبادتیں کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں مگر ان پر جو ضروری ہے، وہ ادا نہیں کرتے۔

و کثیر من المتصونة غیر العارفة یجتهدون في الریاضات و تکثیر الطاعات و العبادات و ما یقومون بما یجب علیهم من الدیانات . (مرقاة المفاتیح فی شرح مشکوة المصابیح، باب الانفاق و کراهیة الامساک فصل اول عن ابی هریرة)

فرض العین لا یترک بالنافلة او بما هو من فروض الکفایة .

(قواعد الفقة : ۹۵)

نماز ثواب حاصل کرنے کے لیے ہیں، لہٰذا نفل نماز بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۵۴) دن کے شروع حصہ میں چار رکعت پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پورے دن کا کفیل ہوجاتا ہے، وہ کونسی نماز ہے؟

سوال: فضائل اعمال (مصنفہ حضرت شیخ زکریاؒ) میں فضائل نماز صفحہ نمبر ۲۰ پر لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے اولادآدم تو دن کے شروع میں چار رکعت نماز سے عاجز نہ بن، میں تیرے پورے دن کے کاموں کا کفیل بن جاؤں گا۔تو سوال یہ ہے کہ یہ چار رکعت سے مراد اشراق کی نماز کی دو رکعت اوراس کے بعد کی دو رکعت کی نماز جس سے اللہ تعالیٰ پورے دن کا کفیل ہوجاتا ہے ،وہ مراد ہے یا فجر کی دو سنت اور دو فرض مراد ہے؟

جواب: اس میں تین قول ہے: (۱) چاشت کی نماز (۲) اشراق کی نماز (۳) صبح کی سنت اور فرض۔

یا ابن آدم ارکع لی اربع رکعات من اول النھار اکفک آخرہ قیل المراد صلاۃ الضحی و قیل صلاۃ الاشراق و قیل سنۃ الصبح و فرضہ لانہ اول فرض النھار الشرعی . (مرقاۃ المفاتیح فی شرح مشکوۃ المصابیح : ۲/۱۸۰)

اس کے پڑھنے سے مصیبتیں نقصان دہ واقعات اور گناہوں سے حفاظت رہے گی،تکلیف دور ہوگی۔(حاشیہ سنن ابی داؤد:۱۸۳)

واللہ اعلم بالصواب

۵/محرم الحرام/۱۴۱۸ھ

(۶۵۵) نمازِ رغائب کس کو کہتے ہیں

سوال: نمازِ رغائب کس کو کہتے ہیں؟ باجماعت پڑھنا کیسا ہے؟ اکیلے پڑھ کر دعا کر سکتے ہیں؟

جواب: اوقات مکروہا کے علاوہ تمام اوقات میں نوافل پڑھنا جائز ہے،خصوصاعیدین،۱۵/شعبان اور جمعہ کی راتوں میں عبادت کرنا بہتر ہے،اس کی بہت فضیلت ہے،مگر بغیر جماعت کے اکیلے پڑھنا چاہیے،صلاۃ رغائب ماہِ رجب المرجب کی پہلی جمعہ کی رات میں باجماعت پڑھی جاتی ہے،یہ لوگوں میں ۴۸۰ھ میں گڑھ لیا ہے،لہٰذا باجماعت پڑھنا بدعت ہے،اکیلے پڑھنا درست ہے۔

ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالي في المساجد .... وما روی من الصلوات فی ھذہ الاوقات یصلی فرادی غیر التراویح ..... قال فی البحر : و من ھنا یعلم کراھۃ الاجتماع علی صلاۃ الرغائب التي تفعل فی رجب فی اولی جمعۃ منہ وأنھا بدعۃ. (شامی : ۲۶/۲،مطلب فی صلوۃ الرغائب، مکتبہ سعید)

(فی صلاۃ رغائب) فی حاشیۃ الأشباہ للحموی : ھی التی فی رجب فی اول لیلۃ جمعۃ منہ. قال ابن الحاج فی المدخل : و قد حدثتْ بعد اربعمائۃ و ثمانین من الھجرۃ . (۴۹/۲، قبیل باب ادراک الفریضۃ، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۱۴رمحرم الحرام/۱۴۰۵ھ

(۶۵۶)صلاۃِ حاجت کاطریقہ

سوال: صلاۃ حاجت کی دورکعت پڑھنے کے بعدکونسی دعاپڑھی جاتی ہے؟

جواب: شامی اوربحرالرائق میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کوکوئی حاجت پیش آئے ،اچھی طرح وضوکرے،دورکعت نمازاداکرے،اس کے بعداللہ کی حمداورآپ صلی اللہ علیہ وسلم پردرود پڑھے،پھریہ دعاپڑھے:

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَظَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَ الْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِـرٍّ وَّ السَّلَامَۃَ مِنْ کُلِ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَ لَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَ لَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

(شامی: ۲۸/۲، مکتبہ سعید، البحر الرائق: ۵۲/۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۵۷)صلاۃ التسبیح کا طریقہ

سوال: صلاۃ التسبیح کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: جب صلاۃ التسبیح پڑھنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اس طرح نیت کرے، ''کہ میں صلاۃ التسبیح کی چار رکعت پڑھتا ہوں''۔

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اورکوئی سورۃ پڑھے،اس کے بعد ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَر'' پندرہ(۱۵)مرتبہ پڑھے،اس کے بعد رکوع میں جا کر رکوع کی تسبیح کے بعد دس(۱۰)مرتبہ اوپر کا کلمہ پڑھے،رکوع سے کھڑے ہوکر قومہ میں دس(۱۰)مرتبہ، سجدے میں جا کر سجدے کی تسبیح کے بعد دس(۱۰)مرتبہ،سجدے سے اٹھ کر جلسہ میں دس(۱۰) مرتبہ،اور دوسرے سجدے میں دس(۱۰)مرتبہ، دوسرے سجدے سے فارغ ہوکر بیٹھ کر دس(۱۰) مرتبہ پڑھے،(اس طرح پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرا سجدہ کرنے کے بعد بیٹھ جاوے اور بیٹھ کر دس(۱۰)مرتبہ پڑھے، اور دوسری اور چوتھی رکعت میں تشہد کے لیے بیٹھے اس وقت تشہد پڑھنے سے پہلے دس(۱۰)مرتبہ بیٹھ کر پڑھے،پھر تشہد پڑھے)اس طرح ایک رکعت میں کل پچھتر(۷۵)مرتبہ ہوگا،اس طرح چار رکعت میں پڑھے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۵۸)نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال: نفل نماز لوگ عام طور پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں،جس میں نوجوان اور صحت مند لوگ بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں،تو کیا نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے سے کامل طور پر ادا ہوگی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : **من صلّى قائماً فهو أفضل و من صلى قاعداً فله نصف أجر القائم .**

جو شخص کھڑے رہ کر نماز پڑھے تو وہ افضل ہے، اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا جو ثواب ہے اس سے نصف ثواب ملے گا۔ (بخاری شریف: ۱/۱۵۰)

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے : یہ حکم نفل نماز کے لیے ہے کہ کھڑے رہنے کی طاقت کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر پڑھے، تو اس کو کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کا جو کامل ثواب ہے، اس سے نصف ثواب ملے گا، اس لیے کہ فرض نماز کھڑے رہ کر پڑھنے کی طاقت ہونے کے باوجود بیٹھ کر پڑھے تو نماز ادا نہ ہوگی۔

هذا الحديث محمول على المتنفل قائداً مع القدرة على القيام .

(مرقاة المفاتيح : ۲)

لہٰذا طاقت ہونے کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر نہ پڑھنی چاہیے، اس لیے کہ اس سے نصف ثواب کم ہوجاتا ہے ، البتہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتیں ہیں : کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز پڑھ کر آٹھ رکعت تہجد کی کھڑے ہوکر ادا فرماتے تھے ، اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے ۔ ''ورکعتین جالسا'' وتر کے بعد کی دو رکعت بھی کھڑے ہوکر پڑھنی چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں بھی کامل ثواب ملتا تھا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص اعجاز تھا۔

(لمعات حاشیۂ مشکوۃ المصابیح: ۱۱۱)

حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات تہجد کی نماز بہت طویل ہوتی تھی ، جس کی بنا پر کبھی کبھی قدم مبارک پر ورم آجاتے تھے، اس وجہ سے وتر کے بعد کی دو رکعت نفل بیٹھ کر ادا فرماتے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کے برابر ثواب ملتا تھا، فی الحال اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی اتباع کے شوق میں یہ دو رکعت بیٹھ کر پڑھے تو حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کے ثواب کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ثواب ملے۔ (معارف مدنیہ: ۸/۴۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٥٩) بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے سے نصف ثواب ملتا ہے

سوال: وتر کے بعد کی دو رکعت جو نفل ہے وہ بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے، اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں نصف ثواب ہے، جمہور علمائے کرام نے اس سے نفل مراد لیا ہے، یعنی کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہو تو بھی اگر بیٹھ کر پڑھے، تو اس کو نصف ثواب ملے گا، یعنی تمام نفلیں چاہے وتر کے بعد کی دو رکعت ہو یا اور کوئی نفل نماز ہو، کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔

روى البخاري عن عمران بن الحصين مرفوعاً من صلى قائما فهو افضل و من صلى قاعدا فله نصف أجر القائم و قد ذكر الجمهور كما نقله النووى انه محمول على صلاة النفل قاعداً مع القدرة على القيام . (البحر الرائق : ٦٢/٢)فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۱/۴/۱۹۷۰ء

(٦٦٠) چاشت، اشراق اور اوابین کی فضیلت

سوال: چاشت، اشراق اور اوابین کی فضیلت کیا ہے اور کتنی رکعت پڑھے؟ اور کب؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: جو شخص فجر کی نماز با جماعت پڑھے اور سورج نکلنے تک ذکر، درود شریف اور تسبیح میں مشغول رہے، درمیان میں کوئی دنیاوی بات نہ کرے، اور سورج نکلنے کے بات دو رکعت نفل نماز پڑھے تو حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا،'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل ثواب ملے گا''۔ (ترمذی) اور اس نماز سے اشراق کی نماز مراد ہے، یعنی جو شخص اشراق کی نماز پڑھے کا اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی۔

دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے بدن میں تین سو سانٹھ (٣٦٠) جوڑ ہیں، ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے، اور جس شخص میں اس کی طاقت نہ چاشت کی دو رکعت نماز تین سو سانٹھ (٣٦٠) کی طرف سے صدقہ ہو جائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح)

چاشت کی نماز دو رکعت سے لیکر بارہ رکعت تک پڑھی جا سکتی ہے، اس کا وقت آفتاب خوب بلند ہو جائے، اور آفتاب کی روشنی میں گرمی آجائے، اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔

دوسری ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ (٦) رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان رکعتوں کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے، تو یہ چھ (٦) رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر شمار ہوں گی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٦١) استخارہ کی نماز اور دعا

سوال: صلاۃ استخارہ کا طریقہ اور اس کی دعا کیا ہے؟

جواب: جب کوئی اہم کام کرنے کا استخارہ کرلیا جائے، استخارہ کرنا یہ اللہ سے مشورہ لینا ہے مثلا نکاح اور سفر وغیرہ کوئی اہم کام کرنا ہو تو استخارہ کرنے سے پچتاوہ نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں استخارہ کی بہت ترغیب آئی ہے، ایک حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مشورہ نہ لینا (استخارہ نہ کرنا) بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے، دوسری ایک حدیث میں ہے: جو شخص اپنے کاموں مین استخارہ کریں، تو کبھی نقصان میں نہیں رہے گا، اور جو شخص اپنے کاموں میں مشورہ کرتا رہے گا، وہ کبھی پچتائے گا نہیں۔ (مجمع الزوائد: ٨/٩٦)

صلاۃ استخارہ کا طریقہ یہ ہے: پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد خوب اِلحاح وزاری دل لگا کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ إنی أَسۡتَخِيۡرُکَ بِعِلۡمِکَ، وأَ سۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ، وَ أَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِيۡمِ فَإِنَّکَ تَقۡدِرُ وَ لَا أَقۡدِرُ، وَ تَعۡلَمُ وَ لَا أَعۡلَمُ وَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ، اَللّٰهُمَّ إِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ هٰذَا الۡاَمۡرَ خَيۡرٌ لِّی فِیۡ دِيۡنِیۡ وَ مَعَاشِیۡ وَ عَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ أوقال عاجل امری و آجله ، فَاقۡدِرۡهُ لِی وَ يَسِّرۡهُ لِی ثُمَّ بَارِکۡ لِی فِيۡهِ، وَ اِنۡ

كُنتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّي فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ أوقال عاجل امری وآجله فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَ اصْرِفْنِيْ عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ.

(در مختار مع الشامی : ۲/۲۶ ، مکتبہ سعید)

''هٰـذَا الْاَمْـر'' پر پہنچے تو اس کام دل میں خیال کرے، جس کے لیے استخارہ کرر ہا ہے، اس کے بعد پاک بستر پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضوسو جائے، جب سو کر اٹھے جو مستحکم بات دل میں آئے، وہی بہتر ہے، اسی کو کرنا چاہیے۔

اگر ایک دن میں کوئی خبر نہ پڑھے، اور دل میں کوئی امر نہ بیٹھے اور کوئی شک باقی رہے، تو دوسری دن پھر اسی طرح کرے، اور اس طرح سات دن تک کرتا رہے، انشاء اللہ اس کام کی ضرور بھلائی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔

کبھی انسان کو اتنا جلد فیصلہ کرنا ہوتا ہے، کہ دو رکعت پڑھنے یا مذکورہ بالا دعا پڑھنے کا موقع بھی نہیں ملتا، ایسے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مختصر دعا بتلائی ہے، تو ایسے وقت وہ دعا پڑھ لی جائے، وہ دعا یہ ہے: ''اَللّٰهُـمَّ خِـرْ لِـيْ وَ اخْتَـرْ لِيْ'' ترجمہ: اے اللہ! آپ میرے لیے پسند فرمادو کہ مجھے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

یا یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَ اسْدُدْنِي .

ترجمہ: اے اللہ! مجھے صحیح ہدایت عطا فرما اور صحیح راستہ پر رکھنا۔

یا یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ .

ترجمہ: اے اللہ! جو صحیح راستہ ہو وہ میرے دل میں ڈال دے۔

اگر عربی میں دعا یاد نہ رہے، تو جس زبان میں بھی آسانی ہو اس میں دعا کریں، کہ اے اللہ! میں اس معاملہ میں مبتلا ہوں، آپ اس معاملہ میں صحیح راہ بتانا، اگر منہ سے نہ بول سکے تو دل میں اللہ تعالیٰ سے کہہ: یا اللہ! یہ مصیبت اور پریشانی آ گئی ہے، آپ صحیح راستہ دل میں ڈال دو، جس میں تیری رضا ہو، اور جس مین میرے لیے بھلائی ہو۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

تراویح کا بیان

(۶۶۲) تراویح کی بیس رکعتوں کا ثبوت حدیث شریف سے

سوال: بعض لوگ تراویح کی آٹھ رکعت پڑھنے کے ثبوت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت پڑھی ہے یوں کہتے ہیں، جب کہ عام طور پر بیس رکعتیں پڑھی جاتی ہے، تو صحیح حقیقت کیا ہے؟ مع دلیل جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ اور جمہورِ امت کا اتفاق ہے کہ تراویح کی بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے: (۱) حضرت عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

(بیہقی: ۴۹۶ن، مرقاۃ المفاتیح فی شرح مشکوۃ المصابیح: ۲/ ۱۷۵)

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوری جماعت کو ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھنا جاری کیا، اور اس پر عمل کیا اور خلیفہ کا عمل اور فرمان دلیل شرعی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، تو تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین مہدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے، اور اس پر مضبوطی سے عمل کرنا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۳۵، ترمذی شریف: ۲/ ۹۲)

اس سے ثابت ہوا خلفا کی سنت کا بھی یہی حکم ہے جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ہے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اتباع کرنا۔ (ترمذی: ۲۰۷)

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میرے بعد بعض چیزیں ظاہر ہوگی اس میں سے سب سے زیادہ مجھے پسند وہ ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاری کرے اس پر عمل کرتے رہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه. ''اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بات کو جاری کر دیا ہے۔ (ترمذی شریف: ۲/ ۲۰۹)

(۵) تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بغیر کسی قسم انکار کے بیس (۲۰) رکعت پر اتفاق کیا ہے۔

أجمع الصحابة على أن التراويح عشرون ركعة. (مرقاة المفاتيح : ۱۷۵/۲)

اور بیس رکعت تراویح پابندی کے ساتھ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پڑھتے اور پڑھاتے رہے ہیں، اور اجماع صحابہؓ یہ بھی دلیل شرع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہے، ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے راہ پاؤگے۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: الگ الگ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ہے، تو جس چیز پر تمام صحابہ نے اجماع کیا ہو، اور اس پر عمل کیا ہو، تو حقیقتاً وہ دلیل شرعی کہلائے گی، اور اس پر عمل کرنا امت کے لیے ضروری ہوگا۔

وكفى لا ثبات شرعيتها اجماع الصحابة على ذلك بلا نكير فلم يرد عن أحد من الصحابة .

(۱) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

(بیہقی: ۴۹۶/۲، بذل المجہود: ۳۰۴/۲)

(۲) ابوحسیب سے روایت ہے حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک میں ہم کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (بیہقی: ۴۹۶/۲، بذل المجہود: ۳۰۴/۲)

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرأء کی ایک جماعت کو بلایا ان میں سے ایک شخص کو متعین کیا کہ لوگوں کو بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھائے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔

(بیہقی: ۴۹۶/۲)

(۴) ابوالحسنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ (بیہقی: ۴۹۵/۲، اوجز المسالک: ۳۹۸/۱)

(۵) حضرت شکیر بن شکر رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔
(اوجز المسالک:۱/ ۳۹۸)

(۶) حضرت زید بن وہب سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو تراویح پڑھاتے تھے اس کی تشریح میں حضرت اعمشؒ جو تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں: بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ (اوجز المسالک:۱/ ۳۹۸)

(۷) حضرت حارثؒ رمضان المبارک میں لوگوں کی بیس رکعت کی امامت کراتے تھے۔
(اوجز المسالک:۱/ ۳۹۸)

(۸) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ (اوجز المسالک:۱/ ۳۹۸، بذل المجہود:۲/ ۳۰۵)

اسی طرح حضرت عطا نافع بن عمر، سعید بن عبید رحمہم اللہ بیس رکعت تراویح پڑھانے کا بیان کرتے ہیں ۔ (بذل المجہود:۲/ ۳۰۵)

(۹) تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ کا آخری عمل بیس رکعت پڑھانے کا رہا ہے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ سے آج تک ہر زمانہ میں امت کا عمل بیس رکعت تراویح پڑھنے کا عمل رہا ہے، اور مسلمانوں کا عمل یہ بھی شرعی سند کہلائے گا۔

(۱۰) علامہ بن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ بیس رکعت تراویح پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے، امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ بیس رکعت تراویح پر بات قائم ہو چکی ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح فی شرح مشکوۃ المصابیح)

(۱۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تراویح پڑھائی اس کے بعد فرض ہونے کے خوف سے نہیں پڑھائی۔ (بخاری شریف:۱/ ۲۶۹، سنن ابوداؤد:۱۹۵، ترمذی:۱/ ۹۹)

(۱۲) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت تراویح پڑھانا ثابت نہ ہوتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خلاف شرع کاموں کے سخت دشمن تھے، وہ اس کو بیس رکعت کس طرح جاری کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کو کس طرح مان لیتے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تراویح کو بیس رکعت چالو کرنے کے بابت پوچھا تو امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے جاری نہیں کیا، ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی دلیل موجود تھی۔

(طحطاوی علی مراقی فلاح: ۲۲۴)

علامہ کاسانیؒ نے ''بدائع'' میں لکھا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے تراویح پڑھنے کے لیے جمع کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو روزانہ بیس رکعت پڑھاتے تھے، اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع کہلایا جائے گا، اور عام علما کا یہی قول ہے۔

علامہ بدر الدین عینیؒ نے لکھا ہے : حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے بغیر اختلاف صحابہ تراویح کی بیس (۲۰) رکعت ثابت ہے، اور یہی صحیح ہے۔

علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: جمہور علما کا یہی قول ہے، خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت شریعت شمار ہوتی ہے، اس لیے کہ اصول میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا راشدین کے قول کو سنت کہا جاتا ہے، اگر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف بھی ہو، اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر آج تک امت کے لوگوں کے یہی عمل سے حدیث کی تائید ہوتی ہے، ضعیف حدیث کو لوگوں کے عمل کی قوت حاصل ہونے کی بنا پر ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے۔ (معارف السنن: ۵/ ۵۴۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۶۳) تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں

سوال: تراویح کس کے اوپر ہے؟ اس کی کتنی رکعتیں ہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی تھی؟ اور کتنی رکعت پڑھی تھی؟

جواب: تراویح مرد عورت دونوں پر سنت مؤکدہ ہے، تراویح کی بیس (۲۰) رکعتیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہے، اسی بنا پر تابعین تبع تابعین اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک تراویح کی بیس (۲۰) رکعتیں ہیں، یہی جمہور علما کا قول ہے، اور آج تک پوری دنیا میں امت کا اس پر عمل ہے، مسجد حرام (مکۃ المکرّمۃ) اور مسجد نبوی (مدینہ طیبہ) میں بیس (۲۰) رکعتیں تراویح پڑھی جاتی ہے، آٹھ رکعت تراویح پر عمل کرنے والے غلطی پر ہے، اس لیے کہ آٹھ رکعت سے تہجد کی نماز مراد ہے، تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ ہیں۔ اس کے متعلق دلائل:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں وتر اور بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے، عبد بن حمید نے، طبرانی نے، امام بیہقی نے، امام بغوی اور ملا علی قاریؒ نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھی ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے اور ان کے اقوال سے اس کی تائید ہوتی ہے، جس سے قوت پیدا ہو کر معمولی ضعف دور ہوتا ہے۔ (اعلاء السنن: ۷/۷۱)

(۲) حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حافظ قرآن کو بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھانے کا فرمایا اور وتر خود پڑھاتے تھے۔ (سنن کبریٰ)

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھتے تھے، بیس (۲۰) رکعت پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہوا ہے، اور اجماع ایک دلیل ہے،

صحابہ کرام پاک تھے کہ خلافت شرع کسی کام کو قبول نہیں کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف کے زمانہ میں ہر صحابی کو ایک ایک چادر ملی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بدن پر دو چادریں تھی، فوراً ایک صحابی نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ ایک میرے حصہ کی اور ایک میرے بیٹے عبداللہ کے حصہ کی، ان کے پاس سے میں نے لی ہے۔(بخاری شریف)

خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلی تقریر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے فرمائی جس میں آپ نے سوال کیا کہ اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ کے خلاف کوئی حکم دوں تو تم لوگ کیا کروگے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموش رہے ، دوبارہ سوال کیا تو ایک نوجوان صحابی تلوار لے کر کھڑا ہوا اور کہا ''فعلناهکذا''یعنی اس تلوار سے بدن سے سر جدا کردیں گے۔

اس سے آپ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے ،خلیفہ بننے کے ساتھ ہی عام اجازت دی کہ کوئی اعتراض والی بات پر سب کے سامنے مجھے متنبہ کردیا جائے ،اور یہ اعلان کیا کہ''أحب الناس إلی من رفع إلی عیوبی '' سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کروں گا جو میری برائیوں سے مجھے واقف کریں۔

اس اعلان کے بعد لوگ آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اعتراض کرنے لگے، جو غلط ہوتی۔ مگر آپ خوش تھے،اور پوری توجہ سے بات سنتے۔(تاریخ الخلفاء:۸۲،۸۳)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس(۲۰) رکعت ثابت نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموش رہتے؟

لہٰذا بیس(۲۰) رکعت تراویح کے ثابت ہونے میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں ، اور یہی حق طریقہ ہے،اور اس کو چھوڑنا گمراہی ہے۔(المغنی:۱/۹۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۶۴) تراویح کی بیس (۲۰) رکعت ثابت ہیں

سوال: تراویح کی کتنی رکعت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی رکعت ثابت ہے؟

جواب: روایتوں سے ثابت ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو راتیں بیس (۲۰) رکعت پڑھائی جب تیسری رات آئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہوئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے، اور صبح میں فرمایا کہ میں اس لیے نہیں آیا کہ شاید تم پر فرض کر دی جائے، اور تم اس کو ادا نہ کر سکو۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رمضان المبارک کے روزے فرض کیے اور اس میں قیام (تراویح) کو سنت کیا۔

(مشکوۃ المصابیح: ۱۱۴، باب قیام شہر رمضان)

مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین راتیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تراویح پڑھی ہے، مگر فرض ہو جانے کے خوف سے اہتمام چھوڑ کر سنت کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک جماعت کے اہتمام کے بغیر خود پڑھتے رہے، اس کے بعد لوگوں میں سستی آنے لگی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت پر سب کو جمع کر دیے، اور وہ بھی بیس (۲۰) رکعت پڑھتے تھے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۷/ ذی الحجۃ/ ۱۳۸۹ھ

(٦٦٥) تراویح سنت مؤکدہ ہے

سوال: صلاۃِ تراویح کا کیا حکم ہے؟ تراویح کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ اگر تراویح کی نماز چھوٹ جائے تو کیا دوسرے دن اس کی قضا کرنا پڑے گی؟ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے؟ اگر کوئی حافظ قرآن گھر میں تراویح پڑھاوے تو درست ہے؟

جواب: رمضان المبارک میں عشا کی فرض اور سنتوں کے بعد بیس (۲۰) رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے، تراویح نہ پڑھنے والا گنہگار رہتا ہے، صبح صادق کے بعد اس کی قضا نہیں ہوسکتی۔ خلفائے راشدین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آج تک امت کا بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھنے کا معمول رہا ہے۔ (شامی: ۱/۶۵۹)

تراویح کا وقت عشا کی فرض کے بعد ہے، لہٰذا فرض نماز باجماعت ہونے کے بعد آنے والا شخص فرض اور سنت مؤکدہ دو رکعت ادا کر کے اس کے بعد تراویح میں شامل ہو

(ووقتها بعد صلاة العشاء) الى الفجر.......الحق السنة بالفجر.

(شامی: ۲/۴۴، مکتبہ سعید)

تراویح باجماعت پڑھنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، محلّہ کی مسجد میں باجماعت تراویح ہوتی ہو، اور کچھ لوگ گھر میں تراویح پڑھے تو سنت ادا ہو جائے گی، مگر مسجد میں باجماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا۔

البتہ اگر کوئی حافظ قرآن کو مسجد میں قرآن سنانے کا موقع نہ ملے اور قرآن یاد رہے اس مقصد سے گھر میں تراویح پڑھاوے، اور گھر کے دو تین شخص ایسے حافظ قرآن کے پیچھے، گھر میں تراویح پڑھ لے تو انشاءاللہ پورا ثواب ملے گا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٦٦)عورتوں پرتراویح پڑھنا ہے

سوال: عورتوں پرتراویح پڑھنا ہے یانہیں؟

جواب: صحیح قول کے مطابق صلاۃ تراویح مرداورعورت دونوں پرسنت مؤکدہ ہے،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے آج تک اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے،لہٰذا عورتوں کوتراویح چھوڑنا جائزنہیں،مگرعورتیں تراویح باجماعت نہ پڑھے، بلکہ تنہاتنہا پڑھے، اکیلی عورتوں کا باجماعت پڑھنامکروہ ہے،صلاۃ خمسہ کی طرح عورتوں کے لیے تراویح کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

التراويح سنة مؤكدة للرجال و النساء توارثها الخلف عن السلف عن أبي حنيفة لا ينبغي تركها . (خانية ، كبيرى، فتاوىٰ الهندية : ١١٦/١)

(و يكره تحريماً) جماعة النساء (و لو في التراويح.) (شامی : ٥٦٥/١)

واللہ اعلم بالصواب

(٦٦٧)عورتوں کے لیےتراویح کی جماعت کاحکم

سوال: عورتوں پرتراویح کی نماز ہے یانہیں؟اگرہےتو کیاعورتوں کوبھی تراویح باجماعت سنت ہے؟

جواب: تراویح مرداورعورت ہرایک پرسنت مؤکدہ ہے،مگرعورتوں کے لیے باجماعت پڑھنا سنت نہیں،تنہاتنہاتراویح کی بیس(۲۰)رکعت دودورکعت کرکے پڑھنی چاہیے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٦٨)تراویح کتنے سال کالڑکاپڑھاسکتاہے

سوال: تراویح کتنے سال کالڑکاپڑھاسکتاہے؟پندرہ سال سےکم عمرکالڑکاتراویح پڑھاسکتاہے یانہیں؟عمرکاحساب سنِ ہجری کےمطابق کیاجائے یاسنِ عیسوی کےمطابق کیاجائے؟

جواب: پانچ وقت کی فرض نمازوں میں نابالغ لڑکے کی امامت درست نہیں، اور مختار اور صحیح قول کے مطابق تراویح میں بھی نابالغ لڑکا امام نہیں بن سکتا ہے، نابالغ کے پیچھے تراویح صحیح نہ ہوگی، اگر بالغ ہونے کی علامت (احتلام کا ہونا) ظاہر ہوگئی ہو تو بالغ شمار ہوگا، اگر یہ علامت موجود نہ ہو تو پورے پندرہ سال ہونے پر بالغ سمجھا جائے گا، تو نماز اور تراویح کے لیے پورے پندرہ سال ہونا ضروری ہے، اور عمر کا حساب اسلامی مہینوں کے اعتبار سے کیا جائے گا، انگریزی مہینوں کا اعتبار نہیں، نابالغ لڑکا لقمہ دے سکتا ہے۔

المختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها .

(هداية : ۱/ ۱۰۳ ، شامی : ۱/ ۲۰۴، الحيلة الناجزة : ۷۹)

نابالغ کے پیچھے بالغوں کی نماز صحیح نہ ہونے کی علت یہ ہے،:ش (۱) نابالغ کی نماز نفل ہے اور تراویح سنت مؤکدہ ہے اور قوی حالت والے کو ضعیف حالت والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (۲) نالغ نماز شروع کر کے توڑ دے تو اس پر قضا نہیں اور بالغ نماز شروع کر کے توڑ دے تو اس کو نماز کی قضا کرنا ضروری ہے، اس اعتبار سے بالغ قوی حالت ہوا، تو نابالغ کمزور حالت والا ہوا اس وجہ سے بھی نابالغ کے پچھے نماز درست نہیں۔

(۳) بچے عام طور پر پاکی ناپاکی کے مسائل سے بے خبر ہوتے ہیں، اور اس میں سستی بھی کرتے ہیں، جس نماز فاسد ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ (حلبی کبیری: ۴۷۷، از بیانِ مفتی محمد شفیعؒ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۶۹) نابالغ کے پیچھے تراویح ہوسکتی ہے؟

سوال: ۱۵ سال سے کم عمر کا لڑکا تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بالغ ہونے کی علامت (احتلام ہونا) اگر ۱۵ سال سے پہلے ظاہر نہ ہو، تو ایسے لڑکے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کے لیے پورے پندرہ (۱۵) سال کا ہونا ضروری ہے، ۱۵ سال نہ پورے ہوا اور نہ بالغ ہونے کی علامت ظاہر ہو، تو نماز تراویح اس کے پیچھے پڑھنا درست نہیں تراویح صحیح نہ ہوگی۔

و المختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها لان نفل الصبي دون نفل البالغ حيث لا يلزمه القضاء بالافساد بالاجماع . (هداية : ١/ ١٠٣)

عن ابن عمرؓ قال عرضت على رسول الله صلى الله عليه وسلم في جيش و انا ابن اربع عشرة فلم يقبلني ثم عرضت عليه من قابل في جيش و انا ابن خمس عشرة فقبلني قال عمر بن عبد العزيزؒ هذا ما بين الصغير و الكبير.

(الجامع للترمذی : ١/٢٠٤) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٧٠) نابالغ حافظ کو پہلی صف میں کھڑا رکھنا

سوال: میرا لڑکا حافظ قرآن ہے، لیکن اس کی عمر پندرہ سال کی نہیں ہے، جس کی بنا پر وہ تراویح نہیں پڑھا سکتا، مگر جو حافظ صاحب تراویح پڑھاتے ہیں ان کے قرآن سننے اور بوقت ضرورت غلطی بتانے کے لیے اس کو پہلی صف میں مردوں کے ساتھ کھڑا رکھے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: تراویح میں ضرورۃً نابالغ حافظ کو پہلی صف میں کھڑا رکھنا درست ہے۔

(احسن الفتاویٰ:٣/٥١٦) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٧١) صرف عورتوں کی تراویح کی جماعت ہوسکتی ہے

سوال: رمضان المبارک میں صرف عورتیں باجماعت تراویح کی نماز پڑھ سکتی ہے، جب کہ امام بھی عورتوں میں سے ہوں، شرعاً درست ہے؟

جواب: عورتوں پر تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے، مگر مردوں کی طرح باجماعت نہ پڑھے بل کہ تنہا تنہا پڑھے، عورتوں کا باجماعت تراویح پڑھنا مکروہ تریمی ہے۔ (بہشتی زیور:١/ ٥٢٨)

شامی میں ہے : (و يكره تحريماً) جماعة النساء (و لو في التراويح.)

(شامی : ١/ ٥٦٥ ، مكتبه سعيد)

عورتوں کو اکیلے اکیلے نماز پڑھ لینا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۷۲) عورتوں کا باجماعت تراویح پڑھنا

سوال: عورتوں کا تراویح کی نماز باجماعت اس طرح پڑھنا کہ کوئی ایک عورت امامت کراوے، اور اس کے پیچھے دوسری عورتیں نماز پڑھے، درست ہے یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ جائز ہے، اور بعض کا کہنا ہے کہ ناجائز ہے، تو صحیح رہنمائی فرمائیں؟

جواب: تمام نمازوں میں یہاں تک کہ تراویح میں بھی عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے، مردوں کی طرح عورتوں پر بھی تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے، مگر عورتوں کو اکیلے اکیلے تراویح پڑھنا چاہیے۔

یکرہ تحریما (صرح بہ الفتح و البحر) جماعۃ النساء و لو فی التراویح .

(در مختار مع الشامی : ۱/۵۶۵، مکتبہ سعید)

یکرہ امامۃ المرأۃ للنساء فی الصلوات کلھا من الفرائض و النوافل .

(فتاویٰ الھندیۃ : ۱/۸۵)

و کذا المرأۃ تصلح للامامۃ فی الجملۃ..... الا ان جماعتھن مکروھۃ.

(بدائع الصنائع : ۱۵۷) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۷/ جمادی الاخری ۱۴۰۵ھ

(۶۷۳) مرد امام کے پیچھے عورتوں کی تراویح باجماعت

سوال: آخری کچھ سالوں سے کچھ عورتیں تراویح کے لیے ایک گھر میں جمع ہوتی ہیں، وہاں دو تین مرد حافظ تراویح پڑھاتے ہیں، اور ان کے پیچھے دوسرے لوگ بھی تراویح پڑھتے ہیں، اور وہاں دوسرے کمرے میں پردے کے اہتمام کے ساتھ عورتیں بھی اس حافظ امام کی اقتدا میں تراویح پڑھتی ہیں، تو کیا اس طرح تراویح کی نماز پڑھنا عورتوں کے لیے صحیح ہے؟ مرد عشا کی فرض نماز باجماعت

پڑھ لے اس کے بعد وہ گھر میں آتے ہیں اور عورتیں فرض اکیلے اکیلے پڑھتی ہیں۔صرف تراویح کی نماز وہاں پر جماعت کے ساتھ ہوتی ہے تو اس کے متعلق شرعی رہنمائی فرمائیں؟

جواب: آخری کچھ سالوں سے بہت سی جگہ عورتیں تراویح کے لیے ایک گھر میں جمع ہو کر باجماعت تراویح پڑھنے کا اہتمام کرتی ہے، مگر اس فتنہ وفساد کے زمانے میں عورتوں کا اپنے گھر سے نکل کر تراویح مرد امام کے پیچھے باجماعت ادا کرنے کے لیے جانے کی اجازت نہیں، منع ہے، چوں کہ تراویح کی نماز مرد اور عورتوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے، مگر عورتوں کے لیے باجماعت نہیں، بل کہ اپنے گھر میں اکیلی خود بیس (۲۰) رکعت ادا کرے ۔ (کفایۃ المفتی:۳/۳۶۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نماز کے لیے نکلنے سے منع فرمایا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت چھپانے کی چیز ہے اور وہ جب گھر سے نکلتی ہے، تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔

اور عورت اپنے گھر کے اندر کے حصہ میں نماز پڑھنے سے اللہ کا قرب حاصل کرتی ہے۔

حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز جو ہجرے کے بالکل اندر کے حصہ میں ادا کرو، اس نماز سے بہتر ہے جو تم ہجرے میں ادا کرو، اور ہجرے کی نماز بہتر ہے اس سے جو تم گھر کے صحن میں ادا کرو، اور صحن میں ادا کی ہوئی نماز بہتر ہے محلّہ کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے، اور محلّہ کی مسجد کی نماز بہتر میری اس مسجد میں ادا کرنے کی بہ نسبت۔

حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے یہ جواب سن کر اپنے ہجرے کے ایک کونے میں جہاں خوب اندھیرا رہتا تھا اس کو اپنی نماز کی جگہ بنالی، اور مرتے تک وہاں نماز پڑھتی رہیں۔(مسند احمد)

حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے شوق اور محبت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مسجد نبوی میں نماز پڑھنا ترک کر دیا، اور یہی حقیقی اتباع اور اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری ہے، لہٰذا تراویح کی جماعت میں شامل نے کے لیے رات کے وقت دوسرے کے گھر جانا اور مرد حافظ کے پیچھے باجماعت تراویح ادا کرنا درست نہیں، لہٰذا باجماعت تراویح ادا کرنے کے شوق میں باہر نہیں جانا چاہیے، اور گھر میں تراویح اکیلے اکیلے پڑھنا بہتر اور افضل ہے، اور انشاء اللہ فرض نمازوں کی طرح گھر میں اکیلے ادا کرنے میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع کرنے کی بنا پر باجماعت ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔

اوپر کی حدیث میں توجہ کرو کہ عورت کو اللہ کا قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو، اور عورت کی نماز سب سے بہتر وہ ہے، جو بالکل اندر کے حصہ میں آخری کمرے میں ادا کی جائے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۷۴) تراویح کی نیت

سوال: تراویح میں نیت کس طرح کی جائے؟

جواب: تراویح میں اس طرح نیت کی جائے ”میں اللہ کے لیے امام کے پیچھے دو رکعت سنت تراویح پڑھتا ہوں“ تراویح میں دو دو رکعت کی نیت کرنا ضروری نہیں، بل کہ ایک ساتھ بیس (۲۰) رکعت تراویح کی نیت کر لے تو بھی درست ہے، البتہ ہر دو رکعت پر نیت کرنا بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۷۵) تراویح کی نیت

سوال: تراویح میں کس طرح نیت کی جاوے؟

جواب: تراویح میں اس طرح نیت کی جاوے ”کہ میں اللہ کے لیے امام کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھتا ہوں“۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٧٦) تراویح میں ایک مرتبہ نیت کر لینا کافی ہے

سوال: تراویح میں ہر دو رکعت پر نیت کرنا ضروری ہے یا ایک مرتبہ نیت کر لینا کافی ہے ظ

جواب: تراویح کی بیس (۲۰) رکعت ایک نماز کے حکم میں ہے، لہٰذا شروع میں ایک مرتبہ نیت کر لینا کافی ہے، ہر دو رکعت پر نیت کرنا ضروری نہیں۔

هل يحتاج لكل شفع من التراويح أن ينوى التراويح الاصح انه لا يحتاج لان كل بمنزلة صلوة واحدة. (فتاویٰ الهندية : ١/١١٧) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٧٧) تراویح میں ایک مرتبہ ”بسم الله“ زور سے پڑھنا ضروری ہے

سوال: تراویح میں ہر سورۃ سے پہلے ”بسم الله“ زور سے پڑھنا ضروری ہے؟ یا کوئی بھی ایک سورۃ سے پہلے پڑھ لینا کافی ہے؟ ہمارے یہاں دو تین حافظ ہر سورۃ سے پہلے ”بسم الله“ زور سے پڑھتے ہیں۔

جواب: امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے متعلق ”بسم الله“ پورے قرآن کی ایک آیت ہے، ہر سورۃ کا جز نہیں، لہٰذا تراویح میں پورے قرآن شریف میں کوئی بھی سورۃ سے پہلے ایک مرتبہ پوری ”بسم الله الرحمن الرحيم“ امام کو زور سے پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ اگر ایک جگہ پر بھی بسم اللہ زور سے نہ پڑھی تو قرآن ختم نہ ہوگا، ایک آیت کی کمی رہے گی۔

حنفی مذہب کے مطابق تراویح میں ہرسورۃ سے پہلے "بسم اللہ" زور سے نہیں پڑھنی چاہیے، البتہ امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق "بسم اللہ" ہرسورۃ کا جز ہے، آپ کے یہاں بعض حفاظ تراویح میں ہرسورۃ سے پہلے "بسم اللہ" زور سے پڑھتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ شافعی مذہب کے ہوں، حنفی مذہب کا حکم یہ ہے کہ پورے قرآن میں کسی بھی ایک سورۃ سے پہلے "بسم اللہ" زور سے پڑھنا چاہیے۔

و هی آية واحدة من القرآن كله.. خلافاً لقول الشافعیؒ انها آية من كل سورة ما عدا برائة . (شامی : ۱/۴۹۱ ، مكتبه سعيد ، عمدة الرعاية : ۱/۱٦٦)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(٦٧٨) تراویح میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا سنت ہے

سوال: تراویح میں پورا قرآن کریم پڑھنا افضل ہے یا سنت؟

جواب: ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا تراویح میں سنت ہے، دومرتبہ ختم کرنا فضیلت ہے، اور تین مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔(البحر الرائق:۲/٦٨)

اور پوری تراویح میں ایک قرآن پڑھ کر ستائیسویں (۲۷) کو قرآن ختم کرنا مستحب ہے۔

ومنهم من استحب الختم فی ليلة السابع والعشرين رجاء أن ينالوا ليلة القدر . (شامی: ۲/٦٤، مكتبه سعيد)

ترجمہ: ستائیسویں (۲۷) کو قرآن ختم کرنا مستحب ہے، اس امید پر کہ شب قدر حاصل ہوجاوے، اس وجہ سے کہ ستائیسویں (۲۷) کو شب قدر ہونے کے متعلق اکثر علما کی رائے ہے۔

لان الروايات تجاهرت عليها . فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۷۹) تراویح کے قاعدے میں درود شریف چھوڑ دینا

سوال: امام صاحب رمضان المبارک میں "الــم تــر" سے تراویح پڑھاتے ہیں، اور صرف التحیات پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں، قصداً درود شریف نہیں پڑھتے تو تراویح میں درود شریف نہ پڑھنے سے تراویح ہوگی یا نہیں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ تراویح میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھا جائے، پھر بھی اگر درود شریف نہ پڑھے تو بھی تراویح ادا ہو جائے گی۔

لکن ینبغی ان یاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم .

(فتاویٰ الھندیۃ : ۱/۱۱۷)

و اکثر المشائخ علی ان السنۃ فیھا الختم مرۃ فلا یترک لکسل القوم بخلاف ما بعد التشھد من الدعوات حیث یترکھا لانھا لیست بسنۃ .

(ھدایۃ : ۱/۱۳۱)

و ینبغی ان یاتی بالصلوات لکونھا فرضاً عند الشافعیؒ فیحتاط فی الاتیان . (عنایۃ شرح ھدایۃ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۲ر رمضان ۱۳۹۸ھ

(۶۸۰) تراویح میں دو رکعت کی جگہ پر تین رکعت پڑھانا

سوال: تراویح میں امام نے دو کے بجائے تین رکعت پڑھائی تو تین رکعت ہوئی یا دو رکعت؟

جواب: صورت مسئولہ میں دو رکعت پر قعدہ کیا پھر تیسری رکعت ادا کی، تو دو رکعت معتبر ہوگی، اور ایک رکعت غیر معتبر، ایک رکعت کی قرأت کا اعادہ کر لینا چاہیے، اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت پڑھ لی ہو تو تینوں رکعت باطل ہوگی، اور تینوں رکعت کا اعادہ کر لے، تا کہ تراویح میں ختم قرآن کا ثواب مل سکے، اور دوسرے دن غیر معتبر رکعت کی قضا نہیں، بل کہ مکروہ ہے۔

و اذا فسد الشفع و قد قرأ فيه لا يعتد بما قرأ فيه و يعيد القرأة ليحصل له الختم فی الصلوة الجائزة . (فتاویٰ الهندية : ۱/۱۱۸)

و اذا تذكروا انه فسد عليهم شفع من الليلة الماضية فارادوا القضاء بنية التراويح يكره . (فتاویٰ الهندية : ۱/۱۱۷، امداد الفتاوی : ۱/۴۹۶)

فلو فعلها بتسليمة ،فان قعد لكل شفع صحت بكراهة و إلا نابت عن شفع واحد، به يفتى . (شامی : ۱/۶۱۰)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۸۱) تراویح میں کچھ آیتوں کا چھوٹ جانا

سوال: تراویح میں امام صاحب کچھ آیتیں بھول گیے ،اورآگے سے پڑھنے لگے اب یادآیا تو کیا صرف چھوٹی ہوئی آیتوں کا پڑھ لینا کافی ہے؟یا پھر چھوٹی ہوئی آیتیں پڑھ کر بعد کی آیتیں بھی پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: تراویح پڑھانے والے حافظ سے تراویح میں قرآن پاک کی کچھ آیتیں چھوٹ گئی اوروہ بعد میں پڑھی جاوے تو مستحب اور بہتر یہ ہے کہ پہلے چھوٹی ہوئی آیتیں پڑھے اور بعد میں آگے کی آیتیں پڑھی جاوے،جس سے قرآن پاک کی ترتیب باقی رہے۔(فتاوی ہندیہ:۱/۱۰۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۸۲) تراویح میں امام صاحب قعدہ بھول گیے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگیے

سوال: تراویح میں قعدہ بھول جاوے تو کیا حکم ہے؟

جواب: تراویح میں دورکعت پرقعدہ رہ جاوے اور تیسری رکعت پڑھ کر سلام پھیردے تو تینوں رکعتیں فاسد ہوگی،دورکعت اوراس میں پڑھی ہوئی قرأت کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

اور دو رکعت پر قعدہ رہ گیا اور چار رکعت پر قعدہ کیا، تو آخری دو رکعت معتبر ہوگی، اور پہلی دو رکعت اور اس میں پڑھی گئی قرأت کا اعادہ کرنا چاہیے، سجدۂ سہو بھی لازم ہوگا۔ (عمدۃ الفقہ: ۲/۳۳۰)

اگر تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ کرنے کے بجائے سہواً تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا تو تیسری رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجاوے تو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کرے۔

اما النفل فیعود ما لم یقیده بالسجدة . (شامی : ۲/۸۳ ، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۸۳) تراویح میں ایک سلام سے چار رکعت پڑھ لینا

سوال: تراویح میں چار رکعت پڑھ لی اور دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تراویح میں دو (۲) رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا اور چار رکعت پڑھ لی تو آخری دو رکعت معتبر ہوگی، پہلی دو رکعت معتبر نہ ہوگی، پہلی دو رکعت اور اس میں پڑھا گیا قرآن اس کا اعادہ کرلے، ورنہ قرآن ناقص رہے گا۔

اور اگر دو رکعت پر قعدہ کر کے چار رکعت پڑھ لے، تو چار رکعت صحیح اور معتبر ہوگی۔

(کفایت المفتی: ۳/۳۴۶، کبیری: ۳۹۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۸۴) تراویح میں لقمہ نہ لیا تو۔۔۔

سوال: تراویح پڑھانے والا غلطی بتلانے کے باوجود لقمہ نہیں لیتا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کہتا ہے مجھے کچھ کہنے کا نہیں، متولی کو کہنا، تو مصلیوں کو کہنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب: تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کو اگر غلطی بتائی جاوے تو غلطی قبول کر لینا چاہیے، اگر تراویح پڑھانے والا اونچا سنتا ہے، تو زور سے غلطی بتانی چاہیے۔

بہتر یہ ہے کہ امام صاحب کے متعلق جو کچھ بھی شکایت ہو وہ متولی صاحب کو کہی جائے، اس میں مسجد کا انتظام برقرار رہے گا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

(۶۸۵) مقتدیوں کے ناراض ہونے کے باوجود رکنِ شوریٰ (ٹرسٹیوں) کا تین پارے کی تراویح کرنا

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں کئی سالوں سے سوا پارے کی تراویح ہوتی ہے، مسجد کے تین منتظم ہیں، اوران میں سے ایک منتظم اپنی من مانی چلاتا ہے اور مسجد میں حکومت کرتا ہے، محلّہ والوں کی اجازت کے بغیر اس سال تین پارے کی تراویح کی بات کرتا ہے، اور سب کام بغیر مشورے کے کرتا ہے، اور ہر سال نئے نئے قانون جاری کرتا ہے، اس محلّہ کے متصل دوسرے محلّہ کی مسجد میں تین پارے کی تراویح ہوتی ہے، اور ہمارے جامع مسجد کے محلّہ والے یہ چاہتے ہیں کہ ہر سال سوا پارے کی تراویح جاری رہے، اور جس مسجد میں تین پارے کی تراویح ہوتی ہے، وہاں دس دن میں قرآن ختم ہوجاتا ہے، تو اس کے بعد اکثر لوگ تراویح نہیں پڑھتے، اور کہتے ہیں کہ اب ہم کو بیس دن کی تراویح پڑھنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ ہمارا قرآن شریف تو ختم ہوگیا، تین پارے کی تراویح پڑھانے والے حافظ تجوید کا خیال نہیں رکھتے، اور مسجد بیس تراویح میں خالی رہتی ہے، تو اس کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: سوال میں جو حقیقت لکھی گئی ہے، اگر صحیح ہو تو متولی صاحب کو نمازیوں کی سہولت کے بہ موجب عمل کرنا چاہیے، تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جیسے کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے: ہمارے زمانے میں افضل یہ ہے کہ تراویح میں اتنی قرأت پڑھی جاوے کہ جس سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، اس وجہ سے کہ طویل قرأت کرنے کے بجائے تراویح کی جماعت میں لوگ زیادہ سے زیادہ آوے یہ افضل ہے۔ (شامی: ۱/۶۶۲)

’’محیط‘‘ میں لکھا ہے : کہ اتنی مقدار میں قرآن پڑھنا افضل ہے کہ ہمارے زمانے میں لوگوں کو نفرت نہ ہو جائے، اس وجہ سے کہ طویل قرأت کی بہ نسبت لوگ تراویح میں زیادہ شریک ہو یہ افضل ہے، اور ’’مختارات النوازل‘‘ میں لکھا ہے کہ ہر رکعت میں دس آیت پڑھی جاوے، اور یہی صحیح قول ہے، اس لیے کہ تراویح میں ایک قرآن پاک ختم کرنا سنت ہے، اور فتاویٰ خانیہ میں اس کے صحیح ہونے کے متعلق صراحت کی گئی ہے ۔ (بحرالرائق:۲/ ۶۸، ۶۹)

رمضان المبارک کے پورے مہینہ میں تین ختم کرنے سے ظاہر ہے کہ تلاوت طویل ہوگی ، لوگوں کو زیادہ دیر کھڑے رہنے سے تکلیف ہوگی ، اور ہوسکتا ہے محلّہ کی مسجد میں تراویح پڑھنا چھوڑ کر دوسری مسجد میں چلے جاویں تو مسجد ویران کرنے کے برابر ہے۔

اور قرآن کریم میں ہے: وَ مَنْ اَظْلَمُ مِنْ مَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.(سورۃ البقرہ : ۱۱۴)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ جو لوگوں کو اللہ کے گھر سے روکے کہ وہ اس میں اللہ کا نام لے اور اللہ کے گھر کو ویران کرنے کی کوشش کریں۔

طویل قرأت اور تین مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے سے مصلیوں کو اس سے نفرت ہوگی ، اور طویل قرأت کر کے نفرت میں مبتلا کرنے والے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی ظاہر فرمائی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عشا کی نماز میں سورہ بقرہ شروع کردی تو ایک صحابی نے جماعت کی نماز چھوڑ کر اکیلے نماز پڑھ لی ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: أفتـــان أنت ۔ کیا آپ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر رہے ہوں، اسی طرح حضرت ابی بن کعبؓ نے فجر کی نماز میں طویل قرأت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے غصہ ہوئے کہ کبھی اتنے غصہ نہیں ہوئے تھے۔ (بخاری شریف: ۹۷، ۹۸)

دس دن میں قرآن ختم کردینے سے بعض لوگ باقی دنوں میں یوں سمجھ کر کہ قرآن تو ختم ہوگیا، تراویح پڑھنا چھوڑ دیں گے اور یہ صحیح نہیں، اور تراویح ہر ایک کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔

الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیهم..... لان تکثیر الجمع افضل من تطویل القرء ۃ. (شامی : ۲/۴۷، مکتبہ سعید)

ذکر فی المحیط ان الافضل ان یقرأ فیها مقدار ما لا یؤدی الی تنفیر القوم فی زماننا لان تکثیر الجمع افضل من تطویل القرأۃ ... و فی مختارات النوازل ان یقرأ فی کل رکعة عشر آیات و هو الصحیح لان السنة فیها الختم و نص فی الخانیة علی انه الصحیح. (البحر الرائق : ۲/۶۸،۶۹)

یقرأ فی کل رکعة عشر آیات و هو الصحیح لان فیه تخفیف بالناس و به یحصل الختم مرة. (حاشیۂ ہدایۃ: ۱۳۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۵/ جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ

(۶۸۶) پہلے دس دن میں تین پارے کی تراویح پڑھ کر دوسرے دنوں میں سستی کرنا

سوال: بعض جگہاؤں پر پہلے دس دن میں تراویح میں قرآن ختم کر دیا جاتا ہے، اور لوگ بھی پہلے دس دن میں تین پارے والی تراویح پڑھ لیتے ہیں، باقی بیس دنوں میں سستی کرتے ہیں، بہت سے تو پڑھتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری تراویح ہوگئی، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: تراویح میں قرآن کریم تجوید کے قواعد کے ساتھ صاف صاف اور صحیح پڑھا جائے، حروف کٹ نہ جاوے اور صرف ''یعلمون اور تعلمون'' کے علاوہ کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے تو اس طرح پڑھنا درست نہیں، تراویح جلد ختم ہو جائے، اس مقصد سے جلد پڑھنے سے بچنا ضروری ہے، اگر صاف صاف اور صحیح طریقہ سے پڑھا جاوے کہ مصلی اچھی طرح سمجھ سکے اور دس دن میں ختم کرنے میں خوشی کے ساتھ مصلی شریک ہوتے ہوں، تو ختم کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہاں دو سنتیں الگ الگ ہیں: (۱) رمضان المبارک میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا اور (۲) پورے رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا۔

دس دن میں قرآن کریم ختم کر کے باقی دنوں میں تراویح چھوڑ دینے سے ایک سنت یعنی تراویح میں قرآن ختم کرنے کی سنت پر تو عمل ہوا مگر دوسری سنت یعنی پورے رمضان المبارک کے مہینہ میں تراویح پڑھنا اس پر عمل نہ ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : **وكتب الله عليكم صائمه وسننت لكم قيامه** . (سنن النسائی : ۳۰۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں نے تراویح کو سنت کیا ہے۔

لہٰذا بعض دنوں میں تراویح میں قرآن ختم کر کے باقی دنوں میں تراویح چھوڑ دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین کی ہوئی سنت تراویح کو چھوڑنے کی بنا پر گنہگار رہوگا، کچھ دنوں میں تراویح میں قرآن ختم کر لینے کے بعد بعض لوگ ''الم تر'' سے تراویح پڑھ لیتے ہیں، تو ایسے لوگ باقی دنوں میں قرآن سننے کی فضیلت اور ثواب سے محروم رہتے ہیں، اور بعض لوگ تراویح پڑھتے ہی نہیں، تو ایسے لوگ بالکل محروم رہتے ہیں، اور سنت مؤکدہ چھوڑنے کی بنا پر محروم ہوتے ہیں

(فتاویٰ دارالعلوم: ۴/ ۲۵۰، ایضاح المسائل: ۲۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۸۷) تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اجتماعی دعا کرنا

سوال: تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد امام اور مقتدی اجتماعی دعا کر سکتے ہیں یا نہیں، اور تسبیح تراویح سب نمازی ایک ساتھ زور سے پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: فقہ کی کتابوں میں ہر چار رکعت کے بعد خاموش بیٹھنے یا تسبیح، تہلیل، ذکر کرنے یا نفل پڑھنا لکھا ہے، لہٰذا تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد امام اور مقتدیوں کو اجتماعی دعا کرنا شریعت کے اعتبار سے جائز نہیں۔

تسبیح تراویح کو ضروری سمجھے بغیر ہر ایک کو خود آہستہ آہستہ پڑھنی چاہیے، اجتماعی طور پر زور سے تسبیح پڑھنا مکروہ ہے۔ (کبیری: ۳۸۶، مجمع الانہر: ۱/ ۱۳۶)

تراویح کی چار رکعت کے بعد کی دعا (تسبیح تراویح) یہ ہے:

سُبْحَانَ ذِیْ الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ، سُبْحَانَ ذِیْ الْعِزَّۃِ وَالْعَظْمَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَ الْکِبْرِیَاءِ وَ الْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلآئِکَۃِ وَ الرُّوْحِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، نَسْأَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ. (شامی : ۴۹/۲ ، مکتبہ سعید)فقط

واللہ اعلم بالصواب۔

(۶۸۸) تراویح کی ہر چار رکعت سے پہلے خلفائے اربعہ کا نام لینا

سوال: تراویح کی ہر چار رکعت سے پہلے تمام مقتدی ایک ساتھ ایک جملہ بولتے ہیں، جس میں پہلے، دوسرے، تیسرے، چوتھے، اس طرح چاروں خلفا کے نام چار ترویحہ میں بولتے ہیں، تو کیا یہ برابر ہے؟

جواب: تراویح کی ہر چار رکعت سے پہلے چاروں خلفا کے نام لینا اور مقتدیوں کا ایک ساتھ بولنا کسی کتاب سے ثابت نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۸۹) ایک امام کا دو مرتبہ تراویح پڑھانا

سوال: ایک امام دو جگہ پوری تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ایک مرتبہ پوری تراویح پڑھ لینے کے بعد امام بن کر دوسروں کو دوبارہ اسی دن کی تراویح پڑھائی جاوے تو یہ جائز نہیں، اس لیے کہ ایک مرتبہ تراویح پڑھ لینے سے سنت ادا ہوگئی، اب اسی دن دوسری مرتبہ نہیں پڑھی جائے گی، البتہ نفل کی نیت سے کسی امام کے پیچھے مقتدی بن کر پڑھ سکتا ہے۔

امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی وجه الکمال لا یجوز لانه لا یتقرر . (خلاصة الفتاوی : ۱/۶۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۰) تراویح میں قرأت کے وقت بیٹھے رہنا، اور رکوع میں آ کر شریک ہونا

سوال: بعض لوگ تراویح کے وقت پیچھے بیٹھے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جاتا ہے تو جلدی سے رکوع میں شریک ہو جاتے ہیں تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: تراویح کے وقت بیٹھے رہنا اور امام رکوع میں جاوے تب جلدی سے رکوع میں شریک ہونا مکروہ تحریمی اور منع ہے، ایسے لوگ تارک سنت ہوں گے، اور ثواب سے محروم رہیں گے، اس لیے کہ نماز میں شریک ہو کر قرآن پاک سننا ضروری ہے، اور نماز میں شریک نہ ہونے سے قرآن پاک سننے کی سنت ادا نہ ہوگی۔ (شامی) دوسری وجہ یہ کہ بیٹھے رہنے سے نماز پڑھنے میں سستی کا اظہار ہوتا ہے، جس سے منافقوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، قرآن پاک میں ہے:

وَ اِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى . (سورة النساء : ۱۴۲)

جب منافق نماز پڑھتے ہیں تو سستی کے ساتھ پڑھتے ہیں، حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هذه صلاة المنافق. منافق لوگ عصر کی نماز میں تاخیر کرتے، اور غروب شمس کا وقت ہوتا تو جلدی جلدی چار رکعت پڑھ لیتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاخیر کرنا یہ منافق کی نماز ہے۔ (سنن ابوداؤد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۱) مسجد کے چھت پر تراویح پڑھنا

سوال: رمضان المبارک میں گرمی بہت ہو، بجلی، پنکھوں کا انتظام نہ ہو مسجد کی چھت پر نماز اور تراویح ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: جو جگہ مسجد کے حکم میں ہو، وہ ساتوں آسمانوں تک اور ساتوں زمینوں تک مسجد کے حکم میں ہے، لہٰذا گرمی کی بنا پر مسجد کی چھت پر نماز اور تراویح پڑھنا درست ہے۔ (درمختار مع الشامی: ۱/۶۱۴)

مفتی کفایت اللہؒ نے لکھا ہے: کہ مسجد کی چھت بھی مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے، چھت پر نماز پڑھنا، خصوصاً گرمی کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے ۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۱۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۲) تراویح میں مائک (آلۂ مکبر الصوت) کا استعمال کرنا

سوال: ہمارے امام صاحب کی آواز دور تک نہیں پہونچتی تو ہمارا ارادہ مائک میں تراویح پڑھانے کا ہے، تاکہ ہر ایک آسانی سے سن سکے، تو مائک میں تراویح پڑھانا جائز ہے؟

جواب: مائک میں نماز پڑھانے کے لیے علما کا اختلاف ہے، بعض علما مائک میں تراویح پڑھانے کا انکار کرتے ہیں، اور بعض اجازت دیتے ہیں، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ مائک میں تراویح اور نماز نہ پڑھائی جاوے، مقتدی زیادہ ہونے کی بنا پر آواز نہیں پہونچتی، تو مقصود آواز سننا نہیں ہے، بل کہ قرآن کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا اور دھیان لگانا ہے۔

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تراویح مائک میں نہ پڑھی جاوے، مقتدی زیادہ ہونے کی بنا پر امام کی تکبیر کی آواز پہونچتی نہ ہو تو مکبر کے ذریعہ یہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۳) تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کو انعام دینا

سوال: تراویح پڑھانے کے لیے حافظ صاحب کو متعین کرتے وقت پیسے متعین نہیں کرتے اور حفاظ بھی لینے کے لیے متعین نہیں کرتے، ہم ہماری خوشی سے دیتے ہیں تو جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: للہ! قرآن پڑھنا اورللہ! مدد کرنا جائز ہے، مگر موجودہ زمانہ میں ایسا ہوتانہیں، پیسہ نہ دیے جاوے تو دوسری مرتبہ حافظ صاحب تراویح پڑھانے کے لیے نہیں آئیں گے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کونائب امام کے طور پرتنخواہ پرمقرر کرے، اوران کے ذمہ ایک دووقت کی نمازمقرر کردی جاوے، جس سے تنخواہ لینا ان کے لیے جائز ہوجاوے اورمقتدیوں کوبھی تراویح کاثواب ملے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۴) تراویح پرمحنتانہ (تنخواہ) لینے کاحکم

سوال: تراویح پڑھانے والے حفاظ اورمتولی کے درمیان تراویح پڑھانے پرکوئی اجرت متعین نہیں کی جاتی، بل کہ عام طور پرحفاظ تراویح اس نیت سے پڑھاتے ہیں، کہ حفظ قرآن یادرہے، اصل مقصد قرآن حفظ یادرکھنے کا ہوتاہے، اسی بناپر عام طور پرجن کو مساجد میں موقع نہیں ملتاوہ چندحفاظ مل کر پرائیویٹ میں تراویح پڑھتے ہیں، مگرمصلی حضرات قرآن کی عزت کے خاطر کچھ ہدیہ دیتے ہیں، لینے والے کوبھی خبرنہیں ہوتی کہ کس نے دیاہے، تومتعین کیے بغیر اگرکسی حافظ قرآن کوکچھ ہدیہ دےتواس کاکیاحکم ہے؟ یااس کااورکوئی طریقہ ہے؟

جواب: جب کہ پہلے سے لینادینامتعین نہ کیاجاوے اورحافظ اپنے قرآن پاک یادرکھنے کے مقصد سے تراویح پڑھاوے، اورمصلی قرآن کی عزت اوراحترام کی خاطراورحافظ قرآن کی عزت افزائی کے لیے ثواب کی نیت سے دےتویہ جائز ہے، اورنہ ملنے پرکوئی شکوہ شکایت نہ کی جاوے۔

مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں: سوال: تراویح میں قرآن شریف سنانے والے حافظ کواجرت دیناجائز ہے یانہیں؟ جواب: بلاتعین دیدیاجائے اورنہ دینے پرکوئی شکوہ شکایت نہ ہوتویہ صورت اجرت سے خارج اورحدجواز میں داخل ہوسکتی ہے۔(کفایت المفتی:۳/۳۵۰)

حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ نے لکھا ہے: کہ قابل عمل شکل یہ ہے کہ جہاں لوجہ اللہ! تراویح خواں حافظ نہ ملے، وہاں تراویح پڑھانے والے کو ماہ رمضان کے لیے نائب امام بنایا جاوے، اوراس کے ذمہ ایک یا دونماز سپرد کی جاوے، تواس مذکورہ حیلہ سے تنخواہ لینا جائز ہوجائے گا، کیوں کہ امامت کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ ہے: اگر رمضان المبارک کے مہینہ کے لیے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے، اورایک دونمازوں میں اس کی امامت متعین کرلی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے، کیوں کہ امام کی اجرت کی فقہا نے اجازت دی ہے۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتیٔ مظاہرالعلوم سہارنپور فرماتے ہیں: کہ اصل مذہب تو عدم جواز ہی ہے، لیکن حالت مذکورہ میں حیلۂ مذکور کی گنجائش ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱/ ۳۴۹، ۳۵۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۵) تراویح میں اجرت لینا

سوال: ہم لوگ رمضان کے مہینہ میں اس طرح کرتے ہیں کہ تراویح پڑھانے والے حافظ کو متعین کرتے وقت پیسہ کی بات کسی طرح کی نہیں ہوتی، مصلی حضرات اپنی خوشی سے دیتے ہیں تو لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں، اور تراویح کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: تراویح میں قرآن مجید سنانے کا بدلہ لینا جائز نہیں، مگر کسی بھی قسم کی شرط لگائے بغیر اور تراویح پڑھانے والا بھی کوئی تقاضا نہ کرے، اور مقرر کیے بغیر ضرورت مند سمجھ کر دے دے، اوراگر نہ دیا جاوے تو بھی کسی قسم کی شکایت نہ ہو، اور لوگ اپنی طرف سے رقم جمع کرکے دے دے تو درست ہے، اس لیے کہ یہ بھی نیکی اور بھلائی کا کام ہے، اور تراویح پڑھانے والے کے احسان کا بدلہ ادا کرنا شمار ہوگا، اور کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا اور احسان کا بدلہ دینا یہ اچھی بات ہے۔

و ان علم القوم حاجته فاعطوه شيئاً من غير شرط فهو حسن لانه من باب البر ...... (بدائع الصنائع)

بہتر یہ ہے کہ تراویح پڑھانے والے حافظ کو رمضان المبارک کے لیے نائب امام کے طور پر تنخواہ مقرر کر کے ایک دو وقت کی نماز مقرر کر لی جائے، جس سے تنخواہ کے طور پر ان کے لیے پیسہ لینا جائز ہو سکے، اور مصلیوں کو بھی تراویح کا ثواب مل سکے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۶) (شبینہ) ایک رات میں قرآن ختم کرنے کا حکم

سوال: رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اگر تین رات میں ختم قرآن یا ایک رات میں ختم قرآن رکھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ شبینہ نہ رکھا جاوے، اس میں فائدے سے زیادہ نقصان ہے۔

(امداد الفتاویٰ: ۱/۳۰۰، ۳۰۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۷) رمضان میں شبینہ رکھنا

سوال: رمضان میں بعض مرتبہ شبینہ رکھا جاتا ہے، تو شبینہ رکھ سکتے ہیں؟

جواب: شبینہ میں قرآن شریف پڑھنے کے لیے تین شرطوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے:

(۱) قرآن شریف صاف پڑھا جاوے، "**یعلمون تعلمون**" نہ ہو، ریا اور سمعا مقصود نہ ہو کہ فلاں مسجد میں دس دن میں قرآن ختم ہوگا تو ہم ایک دن میں یا تین دن یا سات دن میں ختم کریں گے۔

(۲) پورا قرآن تراویح میں پڑھا جاوے نفل میں نہیں۔

(۳) عشا کی فرض نماز با جماعت مسجد میں ادا کی جاوے۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۴۸۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۸) تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں کب ادا کرے

سوال: اگر کوئی شخص تراویح شروع ہونے کے بعد آوے تو کیا کرے؟

جواب: آنے والا پہلے عشا کی فرض ادا کرے، اور امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہو جاوے، چھوٹی ہوئی تراویح امام کے چار رکعت کے بعد بیٹھنے کے درمیان موقع ملے تو پڑھ لے، اگر موقع نہ ملے تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لینے کے بعد تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں پڑھ لی جاوے۔

اذا فاتته ترويحة او ترويحتان فلو اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة يشتغل بالوتر ثم يصلي ما فاته من التراويح. (فتاویٰ الهندية : ١١٦/١)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۶۹۹) داڑھی تراشنے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا

سوال: اگر کوئی حافظ صاحب داڑھی تراشتے ہوں تو ان کے پیچھے صلاۃ تراویح پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: داڑھی مونڈنا یا ایک مشت سے کم رکھنا باالاتفاق حرام ہے، شریعت کی کھلی بغاوت اور دوسرے گناہوں سے زیادہ سخت ہے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے صلاۃ تراویح مکروہ تحریمی ہے۔

(شامی: ۱/۱۲۳، احسن الفتاویٰ: ۳/ ۵۱۸)

اگر شرعی داڑھی رکھنے والے حافظ صاحب نہ ملے تو "الم تر" سے پڑھ لینا بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۰۰) رمضان المبارک میں داڑھی رکھ لینے والے حافظ کے پیچھے تراویح

سوال: بعض حافظ صاحب پورے سال داڑھی تراشتے ہیں، اور انگریزی لباس (شرٹ، پینٹ Shirt-Pent) پہنتے ہیں، رمضان میں کرتا، پاجامہ پہن لیتے ہیں، اور داڑھی تراشنا چھوڑ دیتے ہیں تو کیا ان کے پیچھے تراویح پڑھ سکتے ہیں، نماز صحیح ہوگی؟

جواب: پانچوں فرض نماز کی امامت کا حقدار اسی طرح تراویح پڑھانے کا حقدار وہ شخص ہے، جو نماز کے مسائل سے واقف ہو، بشرطیکہ ظاہری گناہوں سے اجتناب کرتا ہوں، لہٰذا مذکورہ حافظ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی ، اس حافظ کے علاوہ دوسرا حافظ جو متبع شریعت اور قرآن پاک صحیح پڑھنے والا ہو تو نماز اور تراویح پڑھانے کا حقدار وہی ہے، اگر ایسا حافظ نہ ہو تو ''الم تر '' سے پڑھ لینا بہتر ہے۔

(والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة)فقط صحة و فساداًبشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة . (شامی : ۱/۵۵۷،مکتبہ سعید)

و يكره امامة فاسق كراهة تحريم . (شامی : ۱/۵۲۳، مکتبہ سعید)

داڑھی مونڈنے والا اگر سچے دل سے توبہ کرے تو بھی داڑھی ایک مشت ہونے تک اس کی امامت مکروہ ہے، دووجہ سے، ایک تو یہ کہ جب تک پوری داڑھی نہ آجاوے (ایک مشت) وہاں تک فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ اب یہ کبیرہ گناہ سے بچنے کا اہتمام کرے گا یا نہیں، دوسری وجہ یہ کہ جو لوگ اس کی توبہ کو جانتے نہیں وہ تو یوں ہی سمجھیں گے کہ داڑھی منڈانے والا نماز پڑھا رہا ہے، داڑھی تمام انبیاؤں کی سنت ہے، لہٰذا پوری داڑھی (ایک مشت) رکھنا واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ:۳/۲۶۲)فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۰۰۳/۰۹/۱۸ء

(۱۰۷) تراویح کے ختم پر ایک رکعت میں تین مرتبہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھنا

سوال: تراویح میں قرآن کے ختم ہونے کے دن تراویح کی ایک ہی رکعت میں تین مرتبہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھا جاتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ختم قرآن کے وقت تراویح میں تین مرتبہ ”قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ“ پڑھنے کو بعض علمانے ناپسند بتایا ہے، لہٰذا آخری تراویح میں تین مرتبہ ”قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ“ نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔

قرأة ”قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ“ ثلث مرات عند ختم القرآن لم يستحسنها بعض المشائخ . (کبیری : ۴۶۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

قضا نمازوں کا بیان

(۷۰۲) صاحبِ ترتیب کسے کہتے ہیں

سوال: (۱) صاحبِ ترتیب کسے کہتے ہیں۔ (۲) اس کا حکم کیا ہے۔ (۳) ایسا شخص کسی جگہ پہونچا اور وہاں جماعت ہو رہی ہو مثلاً عصر کی نماز باقی ہو اور مغرب کی جماعت ہو رہی ہو تو وہ کیا کرے۔ (۴) صاحبِ ترتیب نے نماز قضا کر لی تو دوبارہ صاحب ترتیب کہا جائے گا یا نہیں؟

جواب: (۱) بالغ ہونے کے بعد سے جس کی کوئی نماز قضا نہ ہوی ہو یا اگر قضا ہوئی ہو تو ان نمازوں کی قضا کر لی ہو اسے صاحبِ ترتیب کہا جاتا ہے۔

(۲) ایسے شخص کی چھ نمازوں سے کم نمازیں قضا ہوگئی ہو، تو پہلے قضا نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے، قضا نماز پڑھنے کے بعد نماز ادا کرے، جب ان نمازوں کی قضا کی جائے تو جس ترتیب سے چھوٹی ہوں، اسی ترتیب سے قضا کرنا ضروری ہے، اگر چھ نمازیں یا اس سے زیادہ قضا ہوگئی اور وہ ادا کرنے کی باقی ہو تو صاحب ترتیب نہیں کہا جائے گا، ترتیب ساقط ہو جائے گی۔

ولو فاتته صلوات رتبها فی القضاء کما وجبت فی الاصل..... الا ان یزید الفوائت علی ستة صلوات لان الفوائت قد کثرت فتسقط الترتیب .

(هداية : ۱/ ۱۳۴)

الترتیب بین الفروض الخمسة و الوتر اداء و قضاء لازم.

(شامی : ۲/ ۶۵ ،مکتبه سعید)

اسی طرح اگر پہلے قضا پڑھنے میں ادا نماز کا وقت کم ہونے کی بنا پر ادا نماز کا وقت ختم ہو کر قضا ہو جانے کا خوف ہو تو ادا پڑھلے پھر قضا کر لے پھر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں یا قضا نماز بھول گیا اور ادا پڑھ لی یا یہ نمازیں چھ ہوگئیں، تو ترتیب ختم ہوئے گی۔

لان الترتیب یسقط بضیق الوقت و کذا بالنسیان و کثرة الفوائت ....
... وحد الکثرة ان تصیر الفوائت ستا بخروج وقت الصلاة السادسة .
(هداية : ١/ ١٣٤، شامی : ١/ ٦٨٢)

(۳) پہلے قضانماز پڑھ لےاس کے بعد مغرب کی نماز میں شامل ہو،اگرامام کے ساتھ پہلے مغرب کی نماز پڑھ لی پھرعصر کی قضا کی توامام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کااعادہ کرناپڑھے گا۔

قوله علیه السلام: من نام عن صلاة او نسیها فلم یذکرها الا وهو مع الامام فلیصل التی هو فیها ثم لیصل التی ذکرها ثم لیعد التی صلی مع الامام .
(هداية : ١/ ١٣٤)

(۴) چھ نمازیں یااس سے زیادہ نمازیں قضاہوگئی،مگران نمازوں کی قضا کرلی کوئی نماز ذمہ میں باقی نہ ہوتووہ صاحب ترتیب کہاجائے گا۔

لو قضی الکل عاد الترتیب عند الکل. (رد المحتار : ٢/ ٧٠، مکتبه سعید)فقط
واللہ اعلم بالصواب

(۷۰۳) بھول جانے سے ترتیب معاف ہوجاتی ہے

سوال: اگرصاحب ترتیب بھول سے وتر پڑھے بغیر دوسری نمازیں پڑھ لےتو کیاحکم ہے؟

جواب: بھول جانے سے ترتیب معاف ہوجاتی ہے،لہٰذا صاحب ترتیب سے وتر چھوٹ گئی اورقضا کرنایادنہ رہا،تو بھول جانے سے ترتیب ساقط ہوگئی،اورمعاف ہوگئی تو دوسری نمازادا کی تووہ سب صحیح ہے۔

لان الترتیب یسقط بضیق الوقت و کذا بالنسیان . (هداية : ١/ ١٣٤) فقط
واللہ اعلم بالصواب

(۷۰۴) چھوٹی ہوئی نمازیں جب تک سب ادا نہ ہوں، وہاں تک صاحب ترتیب نہ ہوگا

سوال: زید کی بہت سے نمازیں قضا ہوگئی جس سے وہ صاحب ترتیب نہ رہا اب وہ نماز کا پابند ہوگیا ہے، اگر اس حالت میں ایک دو نمازیں قضا ہو جائے تو پہلی نمازوں کے ساتھ یہ نمازیں مل جائے گی؟

جواب: زید صاحبِ ترتیب نہیں ہے، اور تھوڑی مدت کے بعد دو تین نمازیں چھوٹ جائے تو پہلے کی چھوٹی ہوئی پہلی کی چھوٹی ہوی نمازوں کے ساتھ مل جائے گی۔

الغرض دوبارہ صاحب ترتیب ہونے کے لیے پہلے کی چھوٹی ہوئی تمام نمازیں ادا کرنا ضروری ہے، جب تمام نمازیں پوری ہوا جائے گی تب وہ صاحب ترتیب ہوگا، اب صاحب ترتیب ہونے کے بعد ایک دو نمازیں قضا ہو تو پہلے قضا نمازیں پڑھیں پھر وقتیہ نمازیں پڑھیں۔

فقط نمازوں کا پابند ہونے سے اور پہلے کی قضا نمازوں کے ادا نہ کرنے سے صاحب ترتیب نہ بنے گا۔

و لو اجتمعت الفوائت القديمة و الحديثة قيل يجوز الوقتية مع تذكر الحديثة لكثرة الفوائت . (هداية : ۱/۱۳۴) فقط

والله اعلم بالصواب

(۷۰۵) اگر قضا نمازیں باقی ہوں، تو وقتیہ نماز کی سنتیں پہلے پڑھنی چاہیے یا بعد میں؟

سوال: اگر ظہر کی نماز میں شامل ہوگیا مگر عشا اور فجر کی نمازیں باقی ہوں، اسی صورت میں ظہر کی سنتیں اور نوافل پہلے پڑھنی چاہیے یا قضا نمازیں پہلے ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: جو شخص صاحب ترتیب ہو یعنی بالغ ہوا اس وقت سے آج تک چھ نمازیں قضا نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے ضروری ہے، کہ پہلے قضا نمازیں پڑھے اس کے بعد ادا نمازیں پڑھیں، جو شخص صاحب ترتیب نہ ہو، وہ قضا نماز سے پہلے ادا نماز پڑھ سکتا ہے، ایسی صورت میں سنن و نوافل سے

فارغ ہوکر قضا نماز پڑھے، اگر جماعت میں شریک ہوجانے کے بعد صاحب ترتیب کو چھوٹی ہو نماز یاد آ گئی تو امام کے ساتھ جس نماز مین شریک ہے وہ ادا کر لے اس کے بعد چھوٹی ہوئی نماز پڑھ لے، اس کے بعد امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کر لے۔

من فاتته صلوة قضاها اذا ذكرها و قدمها على فرض الوقت ..... قوله عليه السلام :من نام عن صلوة او نسيها فلم يذكرها الا وهو مع الامام فليصل التي هو فيها ثم ليصل التي ذكرها ثم ليعد التي صلى مع الامام . (هداية: ١/١٣٤)

یعنی صاحب ترتیب کی کوئی نماز چھوٹ گئی ہو، تو جب یاد آوے تب اس کی قضا کر لے، اور پہلے چھوٹی ہوئی نماز کی قضا کرے، اس کے بعد ادا نماز پڑھے اگر کوئی شخص نماز کے وقت سوتا رہا یا نماز پڑھنا بھول گیا اور امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوجانے کے بعد قضا نماز یاد آوے، تو جو نماز پڑھ رہا ہے، تو اس کو ادا کر لے اس کے بعد چھوٹی ہوئی نماز ادا کر لے، اور امام کے ساتھ چھوٹی ہوئی نماز کا اعادہ کر لے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۷۰۶) ایک دن یا اس سے زیادہ بے ہوش رہنے کی بنا پر چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا ضروری نہیں

سوال: اگر کوئی شخص بے ہوش ہو گیا تو بے ہوشی کی حالت میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کرنا اس کے لیے ضروری ہے؟

جواب: اگر بیماری کی بنا پر بے ہوش رہا ہو، ایک دن ایک رات یعنی ۲۴ گھنٹہ سے زیادہ بے ہوشی رہی تو ایسی حالت میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کرنا ضروری نہیں معاف ہوگی، اور ایسے بیمار رہا کہ اشارے سے بھی نماز ادا کرنے کی طاقت نہ ہو اور ۲۴ گھنٹہ سے زیادہ ایسی حالت رہے تو مفتیٰ بہ اور ظاہری روایت کے بہ موجب نمازوں کی قضا معاف ہوجائے گی۔

البتہ اگر شراب پینے سے بے ہوشی رہی تو چاہیے کتنے ہی طویل وقت تک یہ حالت رہی ہو، مگر یہ انسانی کرتوت کے بنا پر ایسی حالت ہوئی لہذا نمازوں کی قضا کرنا ضروری ہے، جیسے کہ کوئی شخص طویل وقت تک سوتا رہا تو اس درمیان کی نماز قضا کرنا ضروری ہے۔ (درمختار، فتاوی ہندیہ)

واللہ اعلم بالصواب

(۷۰۷) قضا عمری پڑھتے وقت نیت کرنے کا طریقہ

سوال: میری بہت سی نمازیں باقی رہ گئی ہے میں ان نمازوں کو ادا کرنا چاہتا ہوں، مگر کونسے دن کی کونسی نماز چھوٹی ہے وہ مجھے خبر نہیں اب قضا کرنا ہے کس طریقہ سے کروں؟ اور کس طریقہ سے نیت کی جائے؟

جواب: آپ کی بہت سی نمازیں رہ گئی ہے، تو اس کی قضا کرتے وقت نیت کرنے کا طریقہ یہ ہے مثلاً فجر کی پڑھو تو اس طرح نیت کرو کہ میرے ذمہ جتنی فجر کی نمازیں باقی ہیں، اس میں سے پہلی نماز پڑھتا ہوں، اس طرح ہر نماز کا نام لیکر نیت کرتے رہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۰۸) امام کے ساتھ قضائے عمری کی نیت کرنا

سوال: ظہر اور عشا کی نماز کا مختلف مسجدوں میں الگ الگ وقت ہوتا ہے، تو یہ جائز ہے کہ میں ایک تیس (۱:۳۰) والی جماعت کے ساتھ ظہر پڑھ کر ایک پینتالیس والی جماعت میں قضائے عمری کی نیت کر کے قضائے عمری جماعت کے ساتھ ادا کروں؟

جواب: امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی جائے تو مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے کچھ شرائط ہیں: جس میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہو، یعنی امام اور مقتدی ایک ہی دن کی اور ایک ہی وقت کی ہو، ادا نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے دوسری کسی دن

کی قضا نماز پڑھی جائے چاہیے ادا اور قضا دونوں نمازیں ایک ہو یعنی امام ظہر کی ادا نماز پڑھا تا ہو اور مقتدی گذشتہ کسی دوسرے دن کی ظہر کی قضا کی نیت کرے تو درست نہیں، اس لیے کہ ادا اور قضا نماز الگ الگ دن کی ہونی کی بنا پر دونوں الگ الگ فرض نماز کے حکم میں ہے، تو امام اور مقتدی کی نماز ایک نہ ہوئی، لہٰذا ظہر کے وقت کی نماز میں قضائے عمری کی نیت سے اقتدا کرنا درست نہیں۔

عمدۃ الفقہ میں ہے: اتحاد نماز! یعنی امام اور مقتدی دونوں کی نماز میں اتحاد ہونا، اس طرح کہ ایک ہی نماز ہونا، ادا پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے روز کی وہی قضا پڑھنے والے کی اقتدا درست نہیں، کیوں کہ دونوں کی نماز متحد نہیں۔

و کذا (لا یصح) ظهر الامس و ظهر اليوم لانهما فرضان مختلفان و اختلاف الزمانين بمنزلة اختلاف الفرضين.

(فتاویٰ قاضی خاں : ۱/۴۳، عمدۃ الفقۃ : ۱/۱۹۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۶ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

(۷۰۹) چھوٹی ہوئی نماز اور روزے کا فدیہ

سوال: ہمارے والد صاحب کی وفات ہوگئی ہے، اور ان کے ذمہ بیماری کی بنا پر نماز روزہ باقی ہے تو شریعت میں خیرات اور غریب مسکینوں کو کھانا کھلانے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: بیماری کی حالت میں تمہارے والد صاحب کی نمازیں اور روزے چھوٹ گئے ہیں، اگر فدیہ دینے کے لیے وصیت نہ کی ہو تو تم تمہارے مال میں سے چھوٹی ہوئی نمازیں اور روزے کا فدیہ ادا کردو، تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے، کہ چھوٹی ہوئی نمازیں اور روزے کا کفارہ ادا ہوجاوے، فدیہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز اور روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر جتنا ساڑھے تین سیر (پونے دو کیلو گیہوں) (۱ کیلو ۷۵۰ گرام) یا اتنے گیہوں کی قیمت غریبوں کو دے دینا چاہیے، نمازِ وتر کے ساتھ ایک دن کی کل چھ نمازیں شمار کرنی چاہیے۔

(ولو مات و عليه صلوات فائتة و أوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر)كالفطرة (وكذا حكم الوتر) والصوم ، وأما اذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمدؒ في الزيادات إنه يجز يه إنشاء الله تعالىٰ، فعلق الإجزاء بالمشيئة لعدم النص. (شامی : ۷۲/۲ ، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۱۱/۱/۱۹۷۶ء

(۷۱۰) میت کی نماز وروزہ کا فدیہ

سوال: ہمارے گاؤں میں بہت زمانے سے یہ رواج چلا آیا ہے کہ میت کودفن کرنے سے پہلے یہ حیلہ کیا جاتا ہے، کہ میت کو جنازے میں رکھنے کے بعد میت کے سامنے ایک شخص قرآن شریف لیکر کھڑا رہتا ہے، قرآن شریف پرسوا روپیہ اور کچھ گیہوں کے دانے لیکراس طرح بولا جاتا ہے کہ میت کے روزے نماز کے کفارے میں یہ گیہوں دیے، سات آدمی کھڑے رہتے ہیں، اور قرآن مجید اور سوا روپیہ اور گیہوں کے دانے ایک دوسرے کے ہاتھ میں دیتے ہیں، تو کیا اس طرح حیلہ کرنا درست ہے؟ یا صحیح حیلہ کس طرح ہوسکتا ہے؟

جواب: ایک نماز کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے، تو وتر کو ملا کر ایک دن کے چھ فطرے ہوئے، اس حساب سے بالغ ہونے سے لیکر مرنے تک جتنی نمازیں رہ گئی ہو، ہر نماز کے بدلہ صدقۂ فطر کے وزن کے برابر (پونے کیلو گیہوں، ایک کلو سات سو پچاس گرام) دیے جاوے، اسی طرح ہر روزے کے بدلہ میں صدقۂ فطر کے برابر دیا جاوے، اگر پوری زندگی نماز نہ پڑھی ہو تو بالغ ہونے سے لیکر پوری زندگی کا حساب کر کے جتنے گیہوں ہو تے ہو، اتنے گہیوں یا گیہوں کی جو قیمت ہوتی ہو غریبوں کو دیدی جاوے۔

یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے کہ میت نے مال چھوڑا ہوا اور وصیت کی ہو، اگر وصیت نہ کی ہو، تو کوئی بالغ وارث اپنی طرف سے رضامندی کے ساتھ دے تو بھی ادا ہوگا، اگر مرنے والا

غریب ہو کہ اس کے مال میں سے فدیہ ادا نہیں ہوسکتا ہے، تو اس کے لیے شرعی حیلہ کر سکتے ہیں، اور وہ اس طرح کہ ایک صدقۂ فطر کے برابر گیہوں کسی غریب کو دیے جاوے، پھر وہ غریب وارث کو ہدیہ کے طور پر گیہوں واپس دے، اور مرنے والے کا وارث وہی گیہوں دوسری نماز کے بدلہ میں پھر غریب کو دے، پھر وہ غریب وارث کو ہدیہ کردے، اس طرح کرتا رہے، یہاں تک کہ تمام نماز اور روزے کے بدلہ میں گیہوں ادا ہو جاوے۔

سوال میں جو حیلہ لکھا گیا ہے کہ قرآن شریف پر سوا روپیہ اور کچھ گیہوں کے دانے لے کر اس طرح بولا جاوے کہ میت کے روزے نماز کے کفارے میں یہ گیہوں دیے سات آدمی کھڑے رہے، اور قرآن مجید، سوا روپیہ اور گیہوں کے دانے ایک دوسرے کے ہاتھ میں دے یہ بغیر دلیل کی بات ہے اور رسم ورواج ہے جس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ سوال میں لکھا ہوا طریقہ درست نہیں ہے، اس سے میت کی نماز روزہ کا فدیہ ادا نہیں ہوتا۔ نماز روزے کے فدیہ کے لیے اوپر کے مطابق کیا جاوے۔

اذا أراد أن يؤدى الفدية عن صوم أبيه أو صلاته و هو فقير فانه يعطى منوين من الحنطة فقيرا ثم يستوهبه ثم يعطيه هكذا إلى أن يتم.

(فتاویٰ الهندية: ۲/ ۳۹۲)

خلاصہ: جب کوئی شخص اپنے والد کے روزے اور نماز کا فدیہ ادا کرنا چاہے، اور وہ غریب ہو، ہر نماز اور روزے کا الگ الگ فدیہ دے نہیں سکتا، تو پونے دو کیلو گیہوں غریب کو دے، پھر وہ غریب اس کو ہدیہ کے طور پر دے، اور پھر سے وارث غریب کو دے، اس طرح کرتا رہے، یہاں تک کہ ہر نماز، روزے کا فدیہ ادا ہو جائے۔

مذکورہ عبارت اور فقہ کی دوسری کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کے نماز اور روزے کا فدیہ دینا درست ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۷) فدیہ کے متعلق کچھ سوالات

سوال: فدیہ کے متعلق کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، مرحمت فرمائیں؟

(۱) میرے پاس نماز روزے کے فدیہ کی رقم آئی ہے، مجھے خبر نہیں ہے کہ کتنی نماز وروزے کا فدیہ ہے، تو مذکورہ پیسہ سو روپئے دوسو روپئے یا کم وبیش غریبوں میں تقسیم کیا جاوے، تو جائز ہے؟ اور چاول وغیرہ دیں تو پونے دوکیلو یا کم وبیش دے سکتے ہیں؟ یا ہر ایک کو پورے پونے دوکلو دینا ضروری ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں، ایک نماز کا پورا فدیہ ایک فقیر کو دینا چاہیے، کم زیادہ دینا صحیح نہیں اور کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا مفتی بہ قول یہی ہے، اور علم الفقہ، فتاویٰ محمودیہ کا حوالہ زبانی دیتے ہیں، اگر ہم اناج کی قیمت کا فدیہ دیتے ہیں، تو معلوم نہیں ہے، ان کے ملک میں پونے دوکلو گیہوں کی قیمت کیا ہے؟ ہندوستان کے حساب سے غلہ کی قیمت دیں تو صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) حدیث کی کتابوں میں جو نصف صاع غلہ دینا کہا ہے، تو اس کا صحیح وزن کتنا ہے؟ بعض پونے دوکلو بعض ایک کلو پانچ سو پچھتر (۵۷۵) گرام، بعض لوگ ایک کلو تین سو اکسٹھ (۳۶۱) گرام بتلاتے ہیں، تو اس کا صحیح حساب کیا ہے؟

مذکور فدیہ میں سے ہر فقیر کو چار- پانچ کلو چاول یا چار- پانچ کلو گیہوں کا آٹا دیا جاوے تو فدیہ ادا ہوگا؟

جواب: سوال نمبر:۱- میں بہت سی باتیں پوچھی گئی ہے، پہلی بات فدیہ کم -زیادہ دینے کے بارے میں پوچھا گیا ہے، تو جاننا چاہیے کہ ایک ہے روزے کا کفارہ اور ایک ہے روزے کا فدیہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، اور دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہیں۔

روزے کا کفارہ اسی طرح قسم کا کفارہ (جس میں دس غریبوں کو کھانا کھلانا) ظہار کا کفارہ، یا رمضان کے مہینہ میں فرض روزہ رکھ کر عمداً بغیر عذر کے توڑ دینے کا کفارہ (جس میں ساٹھ فقیروں

کوکھانا کھلانا) میں ہرغریب کو پونے دوکلوگیہوں دینا ضروری ہے،تو ایک غریب کوایک دن میں اس سے زیادہ دیا،تو ایک ہی دن کا شمار ہوگا زیادہ دیا وہ شمار نہ ہوگا۔

و إن أعطى مسكينا واحداً ستين يوماً اجزاه و ان اعطاه فى يوم واحد لم يجزهٔ الا عن يومه..... لأن التفريق واجب بالنص. (هداية: ۲/۳۹۵، فصل فى الكفارة)

شیخ فانی جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہےاوراب روزہ رکھنے کی طاقت آنے کی امید بھی نہیں ہے، اس کے لیے رمضان کے روزے کے بدلہ فدیہ دینا صحیح ہے، ہردن کے روزے کے فدیہ کاحکم ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے۔

ایک دن کے روزے کے بدلہ میں پونے دوکلوگیہوں ایک سے زائدفقیروں کودیاتو بھی صحیح ہوگا، روزے کے فدیہ کاحکم صدقۂ فطر کی طرح ہے، ایک فدیہ ایک سے زائدفقیروں کوبھی دے سکتے ہیں۔اور بہت سے روزوں کا فدیہ ایک فقیر کوبھی دیا جاسکتا ہے۔

(و للشيخ الفاني العاجز عن الصوم)..... أى عجزا مستمرا (الفطر و يفدى) وجوبا و لو في أول الشهر و بلا تعدد فقير كالفطرة.... بخلاف نحو كفارة اليمين للنص فيها على التعدد، فلو أعطى هنا مسكينا صاعا عن يومين جاز .

(در مختار و رد المحتار : ۲/۴۲۷،مکتبه سعيد،عمدة الفقه: ۳۴۲ ،کتاب الصوم)

اورصدقۂ فطر میں ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک فقیر کو دینا ، یاتھوڑاتھوڑا کرکے ایک سے زائدفقیروں کودینادونوں طریقہ صحیح ہے،اور یہ بھی جائز ہے،متعددشخصوں کاصدقۂ فطر ایک ہی محتاج فقیرکودیدیاجاوے۔

اسی طرح اگرمتعددروزوں کافدیہ ایک ہی فقیرکودیاتو بھی صحیح ہوجائے گا۔

و يدفع كل شخص فطرته لفقير واحد واختلف فى جواز تفريق فطرة واحدة على اكثر من فقير، وعلى الجواز الأكثر و به جزم فى الولوالجية

و الخانية و البدائع و المحيط ....فكان هو المذهب. (طحطاوی علی المراقی الفلاح ۳۹۵، باب صدقة الفطر، در مختار مع الشامی: ۱۰۶/۲، عمدة الفقة: ۱۷۱/۳)

شیخ فانی ابتدائی ماہ میں ہی پورے ماہ کے روزے کا فدیہ دیدے یا ماہ کے آخر میں تمام روزوں کا فدیہ ایک ساتھ دیدے، دونوں طریقہ صحیح ہے، اور ہر روز کے روزے کا فدیہ ہر روز دیتا رہے، یہ بھی صحیح ہے، نماز روزے کے فدیہ کی رقم (کفارہ نہیں) تھوڑی تھوڑی کر کے فقیروں میں تقسیم کرنا صحیح ہے، اگر فدیہ میں کوئی ایسی چیز دینے کا ارادہ کرے، جس کے متعلق شریعت میں کوئی تشریح نہیں، اس میں پونے دوکلو گیہوں کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی پونے دوکلو گیہوں کی قیمت سے جتنے کپڑے یا چاول آتے ہو، اتنا دینا ضروری ہوگا۔

و ما لم ينص عليه كذرة و خبز يعتبر فيه القيمة .

(در مختار مع رد المحتار: ۳۶۴/۲،مكتبه سعيد، كفايت المفتى: ۲۹۳/۴)

بیرون ملک سے نماز و روزے کا فدیہ یا صدقۂ فطر دینا کہا ہے، تو اعلیٰ اور بہتر قسم کے پونے دوکلو گیہوں دیے جاوے، اگر روپئے دینا چاہے تو غریبوں کا فائدہ سوچتے ہوئے یہاں جہاں روپئے دینا ہے، اور وہ جگہ جس نے فدیہ دینا کہا ہے، اس کے ملک دونوں ملک میں سے جہاں کے روپئے زیادہ بنتے ہوں وہ دیں، جس سے غریبوں کا فائدہ ہوں، فدیہ دینے کا کہنے والے کے ملک میں پونے دوکلو گیہوں کی کیا قیمت ہے وہ معلوم کر لے، اگر قیمت کم دی ہو تو باقی رقم کسی فقیر کو دیدے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۳/۳)

اگر چہ صدقۂ فطر میں جس کی طرف سے صدقۂ فطر دیا جا رہا ہے، اس کے ملک کا اعتبار کرنے کے متعلق کہا گیا ہے۔

و المعتبر فی صدقة الفطر مكان الرأس المخرج عنه فی الصحيح.

(البحر الرائق: ۲۵۰/۲، الفتاویٰ الهندية: ۱۹۰/۱)

(۲) صاع کی مقدار ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ صاع سے صاعِ عراقی مراد لیتے ہیں، جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے، اور امام ابویوسفؒ اور ائمہ ثلاثہؒ صاعِ حجازی مراد لیتے ہیں، جو پانچ رطل اور ایک رطل کا تہائی حصہ کا ہوتا ہے۔

و الصاع عند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالی ثمانیة ارطال بالعراقی و قال ابو یوسفؒ خمسة ارطال و ثلث رطل و هو قول الشافعیؒ.

(هداية : ١٩٠، قبیل کتاب الصوم)

صدقۂ فطر کی مقدار میں فرق اور صاع کی مقدار میں فرق احتیاط پر عمل کرنے کی بنا پر ہوتا ہے، حضرت مولانا کفایت اللہؒ لکھتے ہیں: نصف صاع کا وزن احوط اسی (۸۰) تولے کے سیر سے تقریبا پونے دو سیر ہوتا ہے، یعنی صدقۂ فطر میں گیہوں پونے دو سیر دینا چاہیے، واللہ اعلم بالصواب ۔ (کفایت المفتی: ۲۹۲/۴)

حضرت مولانا سید جوار حسینؒ لکھتے ہیں: انگریزی سیر کے وزن سے یعنی جو سیر کہ اسی (۸۰) تولے کا ہوتا ہے، اور ہندوستان و پاکستان میں رائج ہے، اس کے حساب سے ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے، یہی مفتی بہ ہے ۔ (عمدۃ الفقہ: ۱۷۰/۳)

امداد الاحکام میں ہے: اسی (۸۰) کے حساب سے نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے، اور ہمارے علمائے کرام کا یہی قول ہے۔

خاص نوٹ: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس ایک مُد (صاع کا چوتھا حصہ) تھا، جس کی سند حضرت زید بن ثابتؓ تک پہونچتی ہے، حضرت زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مُد سے ناپ کر وہ مُد بنایا تھا۔

اس مُد کو حضرت مولانا تھانویؒ نے دو مرتبہ بھر کر وزن کیا تو اسی (۸۰) تولے کے سیر کے حساب سے پونے دو سیر ہوا تھا، جو اوپر بتائی ہوئی مقدار کے بہ موجب ہے، والحمد للہ علی ذالک کثیراً کثیراً۔ (امداد الاحکام: ۴۲/۲، ۴۳)

مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ لکھتے ہیں: صدقۂ فطر اگر گندم سے دیا جائے تو نصف صاع واجب ہے، اور نصف صاع بہ وزن انگریزی کہ ایک سیر اسی (۸۰) تولے کا ہوتا ہے، پونے دو سیر ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۶/۳۰۴)

عن ابن عباسؓ قال في آخر رمضان اخرجوا صدقة صومكم فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الصدقة صاعا من تمر او شعير او نصف صاع من قمح الخ. (مظاهر حق: ۲/۵۶)

تشریح: حضرت امام ابوحنیفہؒ اس حدیث کے بہ موجب کہتے ہیں، کہ صدقۂ فطر میں اگر گیہوں دینا ہو تو اس کی مقدار نصف صاع یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس (۶۳۳) گرام ہونی چاہیے۔

و لكل الناس فيما يعشقون مذاهب. (هداية: ۱/۳)

ایک صاع: درہم کے اعتبار سے دوسوستر (۲۷۰) تولے ہوتے ہیں، جس کے ۳ر کلو ۱۴۹ر گرام، ۲۸۰ر ملی گرام حال کہ وزن کے مطابق ہوتے ہیں۔

نصف صاع: کے ار کلو ۵۷۵ر گرام ہوتے ہیں، جس کی مقدار فتاوی رحیمیہ: ۵/۱۷۳، میں لکھی ہے۔ جو مذکورہ حساب کے مطابق ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

سجدۂ سہو کا بیان

(۷۱۲) تیسری رکعت میں بیٹھنے کے ساتھ لقمہ ملنے سے فوراً کھڑا ہوگیا تو کیا حکم ہے؟ سجدۂ سہو کب لازم ہوتا ہے؟

سوال: امام چار رکعت والی نماز میں شک کی بنا پر تیسری رکعت پر بیٹھ گیا اس خیال سے اگر ایک رکعت باقی ہوگی تو مقتدی لقمہ دیں گے، اور ایسا ہی ہوا کہ تیسری رکعت پر بیٹھنے کے ساتھ لقمہ دینے سے امام چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا اور سجدۂ سہو کیے بغیر نماز ختم کی تو کیا سجدۂ ایسی صورت مین لازم ہوگا؟ سجدۂ سہو کب لازم ہوتا ہے؟ اور مقتدی کے غلطی بتلانے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے؟

جواب: سہو کوئی واجب چھوٹ جانے سے یا فرض ادا کرنے میں تاخیر ہونے سے یا کسی رکن میں تقدیم تاخیر کر دینے سے مثلاً سورۂ فاتحہ سے پہلے رکوع کر لیا جاوے یا نماز میں کوئی رکن دو مرتبہ کر لینے سے مثلاً ایک رکعت میں دو رکوع کئے جائے، یا دو کے بدلے تین سجدے کئے جائے، یا واجب میں تبدیلی کرنے سے مثلاً آہستہ قرأت کرنے کی نماز میں زور سے قرأت کر لی جائے، یا واجب کو ترک کرنے سے مثلاً قعدہ اولیٰ ترک کر دیا تو ان صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

اگر نماز کے کسی رکن کے ادا کرنے میں تین مرتبہ کہہ سکے اتنی تاخیر ہوگئی ہو، تو سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، اور اس سے کم تاخیر ہو، تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، سوال سے معلوم ہوتا ہے، کہ امام مقتدی کے لقمہ دینے کی انتظار میں تھا اور لقمہ ملتے ہی فوراً چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا، لہٰذا سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، مقتدی کے سہو سے یا غلطی بتلانے سے نہ مقتدی پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے نہ امام پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

ان تفکر قدر رکن کالرکوع او السجود یجب علیہ سجود السھو ان کان قلیلاً لا یجب. (فتح القدیر : ۱/۳۵۹، حلبی کبیری : ۴۲۱)

بہشتی زیور میں ہے:

مسئلہ: ''**الحمد**'' پڑھ کر سوچنے لگی کہ کونسی سورۃ پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ'' **سبحان الله**'' کہہ سکتی ہے تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔ (بہشتی زیور: ۲/) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۱۳) ایک سجدہ رہ جائے تو دوسری رکعت میں ادا کیا جا سکتا ہے؟

سوال: فرض نماز کے دو سجدوں میں سے ایک سجدہ رہ جائے اور بعد میں یاد آیے تو سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں اور کیا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

جواب: ایک رکعت میں دو سجدہ کرنا فرض ہے، اگر دو کے بدلے ایک سجدہ کیا جائے اور ایک سجدہ رہ جانے کا نماز میں یاد آوے تو یاد آنے پر باقی رہا سجدہ ادا کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی، مگر سجدہ اپنے وقت پر نہ کرنے سے تاخیر کی بنا پر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، نماز میں کوئی فرض رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح نہ ہوگی، نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

لا يجب الا بترك واجب او تاخيره او تاخير ركن........ كتأخير سجدة صلبية من الاولى . (شرح فتح القدير : ۱/۴۳۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۷۱۴) آیت کے اعادہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا

سوال: امام کو قرأت میں مشابہت لگنے سے غلط پڑھ کر دوبارہ صحیح پڑھ لیا اور سجدۂ سہو بھی کیا تو کیا آیت کے اعادہ سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے؟ اگر لازم نہ ہوا اور کر لیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کی آیت میں مشابہت لگنے سے پہلے غلط پڑھا پھر صحیح پڑھ لیا تو آیت کا اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، لہٰذا سجدۂ سہو واجب نہ تھا پھر بھی سجدۂ سہو کر لینے سے نماز میں خرابی نہ آئے گی۔

لان مجرد السجدة لا ينافي احرام الصلوة.

(هداية : ١/ ١٤٤، فتاوى دار العلوم : ٣٨٢/٤) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۱۵) مشابہت لگنے سے دوسری جگہ سے قرأت شروع کردی اور سجدۂ سہو کیا

سوال: امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تیسویں پارے کی سورۂ نبا کی پانچ آیتیں پڑھی، اس کے بعد مشابہت لگنے سے انتیسویں پارے میں سے پڑھنے لگے، اور وہاں سے پڑھ کر رکعت پوری کرلی رکوع سجدہ کیا اور سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی تو نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: امام صاحب نے سورۂ نبا شروع کی پانچ آیتیں پڑھنے کے بعد غلطی سے انتیسویں پارے کی کچھ آیتیں پڑھ لی تو نماز صحیح ہوگئی اور تین آیتیں پڑھنے کے برابر دونوں قرأتوں کے بیچ میں وقت نہ لگا ہو، سجدۂ سہو بھی لازم نہ تھا پھر بھی سجدۂ سہو کیا تو بھی نماز ہوگئی۔

لو قرأ في ركعة من وسط سورة او من اخر سورة و قرأ في الركعة الاخر من وسط سورة اخرى او من اخر سورة اخرى....لو فعل ذالك لا بأس به .

(الفتاوى الهندية: ١/ ٧٨، فتاوى دار العلوم : ٩٠/٤، ٥٢)

لو ظن الامام السهو فسجد له......... قيل لا تفسد وبه يفتى.

(شامى : ١/ ٥٩٩، مكتبه سعيد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۶/محرم الحرام/۱۴۱۵ھ

(۷۱۶) ثنا کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہنے سے سجدۂ سہو کرنا پڑے گا

سوال: فجر، مغرب اور عشا کی نماز جب کھڑی ہوتی ہے، تو امام صاحب ثنا پڑھ کر پانچ سے سات منٹ خاموش کھڑے رہتے ہیں، اس کے بعد قرأت کرتے ہیں، تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اور اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کا صحیح طریقہ بتلائیں۔

جواب: سوال میں تحریر کے مطابق آپ کے امام صاحب جہری نماز میں ثنا کے بعد پانچ سے سات منٹ اگر حقیقۃً خاموش کھڑے رہتے ہوتو ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے، اور سجدۂ سہو نہ کرنے سے نماز ناقص ہوگی، لہٰذا امام صاحب کو اس کے متعلق نرمی سے سمجھایا جائے۔

(شامی: ۱/۶۰۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۱۷) ایک ہی سجدہ کیا پھر یاد آنے پر دوسرا سجدہ کرلیا

سوال: ایک شخص ایک سجدہ کر کے کھڑا ہوگیا یاد آنے پر بعد میں دوسرا سجدہ کیا اور سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی تو نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: نماز ادا ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں جب کہ سجدۂ سہو بھی کرلیا ہے۔

یجب له بعد سلام واحد سجد تان .....اذا قدم رکناً او اخره .... ای اخره عن موضعه. (شرح وقایة و عمدة الرعایة: ۱/۱۸۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۱۸) چار رکعت سنت میں غلطی سے دو رکعت پر سلام پھیر لیا

سوال: ایک شخص نے ظہر کے فرض پہلے کی چار رکعت سنت کی نیت کی، مگر سہواً دو رکعت پر سلام پھیر دیا، فوراً خیال آنے سے کھڑی ہو کر دو رکعت مکمل کی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟ سنتیں ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: ظہر کے فرض سے پہلے سنت ادا کرنے میں سہوا دو رکعت پر سلام پھیر دینے کے بعد یاد آنے سے فوراً کھڑے ہوگی باقی کی دو رکعت ادا کی چار رکعت مکمل کرلی تو سہوا دونوں طرف سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی، اخیر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

یفسدها التکلم .... الا السلام ساهیاً .

(ردالمحتارمع الشامی : ۱/۶۱۳، ۶۱۵، مکتبه سعید)

نماز کسی کے ساتھ بات کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ سہوا نماز سے نکلنے کی نیت سے سلام پھیر دی، تو نماز فاسد ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۱۹) سجدۂ سہو واجب نہ اور کر لیا

سوال: نماز میں ایسی غلطی ہوی جس سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوتا ہو، پھر بھی سجدۂ سہو کر لیا جائے تو نماز ادا ہوگی یا نہیں اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: مذکورہ صورت میں نماز صحیح ہو جاتی ہے مگر بغیر ضرورت کے سجدہ نہ کیا جائے، اس لیے کہ بغیر ضرورت سجدہ کرنے سے بعض علما کے نزدیک مسبوق کی نماز ایسی صورت فاسد ہو جاتی ہے، جو کہ فتاویٰ مسبوق کی نماز فاسد نہ پر ہے۔

(شامی: ۱/ ۵۶۰، خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/ ۱۶۳، احسن الفتاویٰ: ۴/ ۲۹، امداد الاحکام)

لو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لا سهو فالا شبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد ...قيل لا تفسد و به يفتى .و في البحر عن الظهيرة قال الفقيه ابو الليث في زماننا لا تفسد لان الجهل في القُرَّاء غالب.

و الله تعالى اعلم. (شامی : ۱/ ۵۹۹، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۰/ ۱۱/ ۱۹۹۴ء

(۷۲۰) سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ لی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا

سوال: نماز میں الحمد کی کچھ آیتیں یا تمام آیتیں دوبار پڑھ لے، تو نماز کا اعادہ کرنا پڑھے یا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟ یا سجدۂ سہو کیے بغیر نماز درست ہو جائے گی؟

جواب: اگر پوری الحمد شریف یا اکثر پڑھ لی جائے، دوبار پڑھ لی جائے، تو ضمہ سورۃ میں تاخیر ہونے کی بنا پر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

سجدۂ سہو کرلیا ہو، تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر سجدۂ سہو نہ کیا ہو تو نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے۔

فلو قرأها فی رکعة من الاولیین مرتین وجب سجود السهو لتأخیر الواجب و هو السورة کما فی الذخیرة و غیرها، وکذا لو قرأ أکثرها ثم أعادها. کما فی الظهیریة. (شامی : ۱/۴۶۰ ، مکتبه سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۸/۳/۲۰ء

(۷۲۱) کیا سجدہ میں تاخیر کی بنا پر سجدۂ سہو واجب ہے

سوال: فرض نماز میں ایک رکعت میں دو سجدہ میں ایک سجدہ رہ جائے بعد میں یاد آنے پر سجدہ کیا جائے یا نہیں؟ سجدۂ سہو سے نماز ادا ہو جائے گی؟

جواب: ایک سجدہ رہ جانے کا نماز میں یاد آوے، تو یاد آنے کے بعد سجدہ جو رہ گیا ہے اس کو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی، مگر سجدہ اپنے وقت پر نہ کرنے سے تاخیر کی بنا پر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، فرض رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح نہ ہوگی، اعادہ کرنا پڑھے گا۔

ولا یجب الا بترک واجب او تاخیره او تاخیر رکن کتاخیر سجدة صلبیة من الاولی . (شرح فتح القدیر : ۱/۴۳۸)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۸/۱۲/۶ء

(۷۲۲) نماز میں کتنی تاخیر ہونے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے؟ کیا لقمہ دینے سے امام پر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ اعادہ کی جانے والی نماز میں نماز کا وقت نکل جانے کے بعد قضا نہیں ہے؟

سوال: امام صاحب چار رکعت والی نماز پڑھا رہے تھے، تیسری رکعت کے سجدہ میں شک ہوا کہ یہ تیسری رکعت ہے یا چوتھی تو تیسری رکعت کے دونوں سجدہ کر کے انتظار میں بیٹھ گئے اگر غلط ہوگا، تو

فوراً کوئی لقمہ دے گا اور ایسا ہی ہوا، بیٹھنے کے ساتھ فوراً لقمہ ملا اور امام صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور کنکھیوں سے مقتدیوں کھڑے ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور چوتھی رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کئے بغیر سلام پھیر دی تو کیا ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہے، اگر لازم نہیں تو فبہا ورنہ اب کیا کریں، اس معاملہ کو بہت دن گذر گئے؟ کیا ایسا کوئی مسئلہ ہے کہ لقمہ دینے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہو؟

جواب: مسئلہ یہ ہے کہ تین مرتبہ ''**سبحان الله**'' کہہ سکے اتنی تاخیر ہوگئی تو سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، اور اس سے کم تاخیر ہوئی تو سجدۂ سہو لازم نہیں۔

وانما المعتبر قدر ما يؤدى فيه ركن كما في الجهر فيها يخافت و عكسه . (كبيرى : ۱/ ۳۲۱)

ان تفكر قدر ركن كالركوع او السجود يجب عليه سجود السهو و ان كان قليلا لا يجب.(شرح فتح القدير : ۱/ ۴۳۸)

بہشتی زیور میں ہے:

مسئلہ: الحمد پڑھ کر سوچنے لگی کہ کونسی سورۃ پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے، تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔(بہشتی زیور:۲/ ۳۷)

لہٰذا جیسے سوال سے معلوم ہوا کہ امام لقمہ کے انتظار میں تھے، اور لقمہ ملتے ہے فوراً کھڑے ہو گئے تو سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، مگر مقتدی کے سہو سے نہ تو امام پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، اور نہ خود مقتدی پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

سهو الامام يوجب على المؤتم السجود ....فان سهى المؤتم لم يلزم الامام و لا المؤتم السجود . (هداية : ۱/ ۱۳۷، ۱۳۹)

تو مقتدی نے اگر غلطی سے لقمہ دے بھی دیا، تو اس سے امام پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا۔

مسئلہ یہ ہے عمداً کوئی واجب چھوڑ دیا، اگر نماز کا وقت ہے جب تک نماز کا وقت ہے اعادہ ضروری ہے، اگر وقت نکل گیا اور نماز کا اعادہ نہ کیا تو معتمد مذہب کے مطابق کراہۃ تحریمی کے ساتھ فرض ساقط جاتا ہے۔

و ان کان ترکہ الواجب عمداً اثم و وجب علیه اعادة الصلوة تغلیظاً علیه لجبر نقصها فتکون مکملة و سقط الفرض بالاولی. (و وجب علیه اعادة الصلوة) فان لم یعدها حتی خرج الوقت سقطت عنه مع کراهة التحریم . هذا هو المعتمد . (طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۵۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۶/۵/۱۹۸۳ء

(۷۲۳) چھوٹی ہوی رکعت میں قعدہ رہ گیا اور سجدۂ سہو نہ کیا تو۔۔۔۔

سوال: میں مغرب کی نماز میں تیسری رکعت میں شریک ہوا، امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت ادا کرنے میں ایک رکعت پر قعدہ نہ کیا، تو نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: مغرب کی تین رکعت میں سے ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہے اور دو رکعت چھوٹ گئی ہے، تو چھوٹی ہوئی دو رکعت ادا کرنے میں ایک رکعت ادا کرنے کے بعد آپ کو قعدہ کرنا چاہیے تھا، اب سہوا قعدہ چھوٹ گیا اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، تو نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے۔

و لها واجبات لا تفسد بترکها و تعاد وجوباً فی العمد و السهو ان لم یسجد له . (در مختار : ۱/۴۵۶ ، مکتبه سعید)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۲۴) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سہوا الحمد کے بعد سورۃ پڑھ لی

سوال: میں نے فرض نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سنت نماز سمجھ کر سہوا الحمد کے بعد

سورۃ پڑھ لی، کیا اس سے سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ میں نے سجدۂ سہو نہیں کیا اور نماز ختم کر لی، تو نماز ادا ہوئی یا نہ ہوئی؟

جواب: فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف الحمد پڑھنا ہے اور وہ بھی افضل اور مستحب ہے اگر کوئی تسبیح پڑھے یا کچھ بھی نہ پڑھے، اور خاموش کھڑا رہے تو بھی درست ہے، اگر کسی نے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ پڑھ دی تو کوئی حرج نہیں اور صحیح قول کے مطابق اس پر سجدۂ سہو بھی لازم نہیں۔

و يقرأ فيما بعد الاولیين الفاتحة فق و هی افضل و ان سبح او سكت (بقدر تسبيحة) جاز فان زاد على الفاتحة فيهما فلا بأس به و لا تجب سجدة السهو على الاصح كما فی الغنية. (شرح وقاية و عمدة : ۱۴۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۲۵) نماز میں سورۂ فاتحہ چھوٹ گئی

سوال: امام صاحب نے نماز پڑھاتے وقت پوری الحمد کی سورۃ چھوڑ دی بعد میں یاد آیا کہ الحمد کی سورۃ چھوٹ گئی، ایک مولانا صاحب نے کہا کہ نماز ہوگئی، تو ایسی سورۃ میں نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور نماز میں کوئی واجب چھوٹ جانے سے یا واجب میں تاخیر ہونے سے سجدۂ سہو کرنا واجب ہے، اگر سجدۂ سہو کرنا بھی بھول گیا اور سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

مذکورہ صورت میں امام صاحب نے سہوا سورۂ فاتحہ اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

ثم واجبات الصلوة (منها) قرأة الفاتحة و السورة و لا يجب السجود الا بترک واجب او تاخير ركن او تقديمه. (فتاویٰ الهندية : ۱/۱۲۶)

و لها واجبات لا تفسد بتركها و تعاد وجوباً فی العمد و السهو ان لم يسجد له . (شامی : ۱/۴۲۵ ، امداد الفتاوی : ۱/۴۵۶ ، مکتبه سعيد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۶۷) سرًّا قرأت کے بجائے جہراً قرأت کر لینا

سوال: عشا کی تیسری رکعت میں جہرًا الحمد شریف پڑھ لیا تو کیا سجدہ سہو واجب ہے؟ یا نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: عشا کی تیسری رکعت میں تین آیتوں کے برابر زور سے پڑھ لیا، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، تین آیتیں برابر زور سے پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہونے کے باجود سجدہ نہ کیا، تو نماز میں نقص آنے کی بنا پر اعادہ کرنا ضروری ہے، اگر تین آیتوں سے کم مقدار زور سے پڑھا تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

و الجهر فيما يخافت لكل مصل .....بقدر ما تجوز به الصلوة.... لان اليسير من الجهر و الاخفاء لا يمكن الاحتراز عنه، و عن الكثير يمكن، وما تصح به الصلوة كثير، غير ان ذالک عنده آية واحدة، و عندهما ثلاث آيات هدايه . (رد المحتار : ۲/۱۸ ، مکتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

سجدۂ تلاوت کا بیان

(۷۲۷) سجدۂ تلاوت واجب ہے

سوال: سجدۂ تلاوت واجب ہے، یا سنت یا مستحب؟

جواب: سجدے کی آیت پڑھنے والا اور سننے والا دونوں پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

اذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكى يقول يا ويلتى اُمر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة . (مشکوۃ المصابیح : ۸۴)

و امرت بالسجود فابيت فلى النار الخ (فَلِیَ النار) فيه دلالة على ان سجود التلاوة واجب كما هو مذهبنا (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۵۵۰)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۲۸) سجدۂ تلاوت واجب ہے یا سنت

سوال: سجدۂ تلاوت واجب ہے یا سنت؟

جواب: سجدے کی آیت پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے، اس وجوب کا سبب تلاوت اور سماع ہے، لہٰذا جو سجدے کی تلاوت کرے یا سنے اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

قرآن سننے کا ارادہ نہ ہو، پھر بھی سن لے تو بھی سجدہ کرنا واجب ہے۔

والسجدة واجبة............على التالى والسامع سواء قصد سماع القرآن اولم يقصد . (هداية : ۱ / ۱۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے، تو شیطان روتے روتے یہ کہہ کر بھاگتا ہے، افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا

اس کے لیے جنت ہے، اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے سجدہ نہیں کیا تو میرے لیے جہنم ہے، اس کی تشریح میں ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے: اس سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

اذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكى يقول يا ويلتى اُمر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة .و امرت بالسجود فابيت فلى النار .

(مشكوة المصابيح : ۸۴)

فيه دلالة على ان سجود التلاوة واجب كما هو مذهبنا .

(مرقاة المفاتيح: ۱/ ۵۵۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۲۹) سجدے تلاوت کس پر واجب ہے؟ ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیت سجدہ سننے سے سجدے کا حکم

سوال: سجدے تلاوت کس پر واجب ہے؟ چھوٹا بچہ حفظ قرآن کرتا ہو، وہ سجدے کی آیت بار بار پڑھے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: جس پر نماز فرض ہوتی ہو، اور اپنی عقل اور سمجھ سے تلاوت کی صلاحیت ہو، اس پر سجدے کی آیت تلاوت کرنے سے یا سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے، تو چھوٹا بچہ، مجنون اور حائضہ اور نفاس والی عورت ان پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، چاہے سجدے کی آیت خود پڑھے یا دوسرے سے سنے، اس لیے کہ ان میں نماز فرض ہونے کی اہلیت نہیں، اور جن پر نماز فرض ہوتی ہو، لیکن فی الحال نماز نہ پڑھ سکتا ہو، جیسے بے وضو یا بے غسل ان پر نماز فرض ہوتی ہے مگر وضو اور غسل کی حاجت ہونے کی بنا پر وضو اور غسل کیے بغیر نماز ادا نہیں کر سکتے، لہٰذا بے وضو اور غسل کی حاجت والا خود سجدے کی آیت پڑھے یا دوسرے سے سنے ان پر سجدے کی آیت واجب ہے۔

اسی طرح یہ لوگ (جن پر نماز فرض ہوتی ہو) چھوٹے بچہ یا حیض ونفاس والی عورت سے سن لے تو بالغ مسلمان پر سجدۂ تلاوت واجب ہے، جیسے اوپر لکھا کہ سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے لیے عقل اور سمجھ کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا مجنون، طوطا وغیرہ کسی پرندے سے سجدے کی آیت سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، اسی طرح گرامہ فون، ٹیپ روکوٹ کے ذریعہ سجدے کی آیت سننے سے سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، اس لیے کہ غیر ذی روح اور بے شعور آلہ ہونے کی بنا پر تلاوت کا ارادہ نہیں ہوتا۔

ٹیپ ریکارڈ کی پٹی میں قرآن پاک کے حروف دیکھے جا سکتے یا پڑھے جا سکتے اس نہیں ہوتے، گرامہ فون کی پلیٹ اور ٹیپ ریکارڈ کی پٹی ہو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا درست ہے، اگر ریڈیو پر آیتِ سجدہ سنی جائے، تو احتیاط اسی میں ہے، سجدہ واجب ہوتا ہے، لہٰذا سجدہ کر لینا چاہیے۔

(بدائع الصنائع: آلاتِ جدیدہ کے احکام) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۳۰) چودہویں پارے کا سجدہ کون سی آیت پر ہے

سوال: چودہویں پارے میں جو سجدۂ تلاوت نصف پر ہے، وہ سجدے والی آیت ''وللہ یسجد'' سے ''لایستکبرون'' پر سجدۂ تلاوت امام صاحب نے ادا کیا تو یہ سجدۂ تلاوت ادا ہوا یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے مذکورہ آیت کے بعد ''یخافون'' سے '' ما یؤمرون '' پر سجدۂ تلاوت ہونا چاہیے، تو ان دونوں میں سے صحیح کیا ہے؟

جواب: چودہویں پارے کی سورۂ نحل کی آیت میں ''مایؤمرون'' پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا چاہیے یہ بہتر ہے، اگر امام صاحب نے ''لایستکبرون'' سجدہ کر لیا تو بھی سجدہ ادا ہو جائے گا۔

و النحل عند قوله تعالى وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَّالْمَلَائِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ .

(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۶۲)

و قيـل لا يكره الا ان يقرأ اكثر آية السجدة سواء كان للاكثر قبل كلمة السجود او بعدها او هو متوسطة و هو رواية عن محمدؒ و اختاره الزيلعي و تبعه في الدرر . (طحطاوی : ۲۶۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۳۱) سجدۂ کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کر لینا بہتر ہے

سوال: قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت تو اسی وقت سجدہ ادا کرنا چاہیے یا قرآن ختم کر کے ایک ساتھ تمام سجدیں کرلیں؟

جواب: قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت سجدہ کی آیت آوے تو اسی وقت سجدہ کر لینا بہتر ہے، تاخیر کرنا مکروہ ہے، قرآن شریف ختم کر کے تمام سجدہ ایک ساتھ کئے جائے یہ بھی درست ہے۔

و هي على التراخي على المختار و يكره تاخيرها تنزيها.

(در مختار مع الشامی: ۱/ ۷۳۱)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۳۲) رکوع، سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت سے سجدہ ادا ہوگا

سوال: آیت سجدہ نماز میں پڑھی جائے، تو کیا رکوع یا سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرنے سے سجدہ ادا ہوگا؟ ہمارے یہاں تراویح میں حافظ صاحب بعض مرتبہ آیت سجدہ پڑھ کر نماز میں سجدہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں رکوع میں سجدہ ادا ہو جاتا ہے، تو اس کے متعلق صحیح حقیقت کیا ہے؟ آیت سجدہ پر سجدہ کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: حنفی مذہب میں آیت سجدہ پر پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے، سجدہ تلاوت کی آیات پر بعض جگہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے، بعض کا فروں

کے سجدہ کرنے سے انکار کا ذکر ہے، تو کافروں کی مخالفت کر کے سجدہ کرنا واجب ہے، اور بعض جگہ نیک لوگ انبیاء علیہ السلام کے سجدہ کرنے کی خبر ہے، تو ان کی اتباع واجب ہے۔

(اوجز المسالک:۲/۲/۳۷۲)

آیت سجدہ پر جب انسان سجدہ کرتا ہے، تو شیطان روتے ہوئے یہ کہہ کر بھاگتا ہے، کہ افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم ملا اس نے سجدہ کیا تو جنت کا حقدار ہوا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں سجدہ نہیں کیا تو میرے لیے جہنم ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكی يقول يا ويلتیٰ امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة وامرت بالسجود فابيت فلی النار. رواه مسلم.

(مشكوة المصابيح : ۸۴)

نماز میں آیت سجدہ پڑھی، تو اصل یہ ہے کہ نماز میں مستقل طور پر سجدہ تلاوت کیا جائے، اگر کوئی سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً یا سجدہ کی آیت کے بعد دو تین آیت پڑھ کر رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں جاتے وقت سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے تو راجح قول کے مطابق سجدہ درست ہے، رکوع کے بعد رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرنے سے رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا، اگر رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کی جائے، تو سجدہ کی آیت پڑھنے کے فوراً بعد یا دو تین آیت پڑھنے کے بعد رکوع اور نماز کا سجدہ کیا جائے، تو سجدۂ تلاوت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، تو سجدہ تلاوت ساقط ہو جائے گا (ادا ہو جائے گا)، اور اگر سجدۂ تلاوت کے آیت کے بعد تین آیت سے زیادہ پڑھ لیا، اس کے بعد رکوع اور سجدہ کیا جائے، تو سجدہ تلاوت کی نیت کرنے کے باوجود سجدہ ادا نہ ہوگا، اسی طرح نماز ختم کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت کی نیت سے سجدہ کیا جاوے تو سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا، اس لیے کہ نماز میں سجدۂ تلاوت واجب ہونے کی بنا پر اس سجدہ کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے، اور نماز میں واجب شدہ سجدہ نماز کے باہر ادا کرنے

سے ناقص ادا ہوگا، جس سے فقہا فرماتے ہیں: جو تلاوت کا سجدہ نماز میں واجب ہوا ہو، نماز کے بعد ادا کرنے سے ادا نہ ہوگا، ایسی صورت میں تلاوت کا سجدہ رہ جانے کی بنا پر گنہگار رہوگا اس لیے توبہ کرنا ضروری ہے اور مقتدیوں کے لیے حکم ہے، جماعت کے ساتھ نماز ہو، تو رکوع میں مقتدیوں کے اوپر بھی تلاوت کے سجدہ کی نیت کرنا ضروری ہے، اگر مقتدی خود نیت نہ کرے، تو ان کا سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوگا، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تراویح میں آیت سجدہ پڑھ کر فوراً سجدہ کرلیا جائے۔

(لهـا) اى للتلاوة (و) تودى (بركوع صلاة) اذا كان الركوع على الفور مـن قـرأـة آية او آيتين و كذا الثلاث على الظاهر كما فى البحر ان نواه اى كون الركوع لسجود التلاوة على الراجح و تودى بسجودها كذلك اى على الفور و ان لم ينو ....و اذا لم يسجد اثم فتلزمه التوبة .

(در مختار مع الشامی : ۲/۱۱۰، ۱۱۱، مكتبه سعيد)

و كـل سـجـدة وجـبـت فى الصلاة فـلـم يسجدها فيها لم تقض خارج الصلاة لانها صلاتية و لها مزية الصلوة فلا تتادى بالناقص .(هداية : ۱/۱۴۴)

رجـل قـرأ آيـة سجـدة فى الصلاة فـان كانت السجدة فى آخر السورة أو قـريبـاً مـن آخرها بعدها آية أو آيتان الى آخرها فهو بالخيار ان شاء ركع بها يـنوى التلاوة و ان شاء سجد ثم يعود الى القيام فيختم السورة .... ولو ركع لـصـلاته على الفور وسجد تسقط عنه سجدة التلاوة نوى فى السجدة السجدة لـلتـلاوة أو لم ينو............ هذا كله اذا ركع وسجد على الفور فان لم يفعل حتـى طالت القراء ة ثم ركع ينويها أولم ينوها فى الركوع ونواها فى السجود لم تجزه لانها صارت ديناً فى ذمته لفوا تها عن محلها . (فتح القدير : ۱/۴۷۰، ۴۷۱)

واللہ اعلم بالصواب

۱۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۹ھ

(۷۳۳) نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کرنا رہ گیا، تو اب کیا کرے؟

سوال: تراویح میں سجدۂ تلاوت رہ گیا اور امام نے آگے پڑھ لیا اور دوسرے دن وہ سجدہ وتر میں ادا کیا تو سجدہ ادا ہوا یا نہیں؟

جواب: تراویح میں سجدہ رہ گیا وتر میں ادا کرنے سے ادا نہ ہوگا، توبہ کرنی چاہیے۔

(ولو تلاها في الصلاة سجدها فيها لا خارجها) لصيرورتها جزأً من الصلاة .... و في البدائع و اذا لم يسجد اثم فلزمه التوبة..... قال في شرح المنية و كل سجدة و جبت في الصلاة و لم تؤد فيها سقطت أي لم يبق السجود لها مشروعاً لفوات محله. (شامی:۲/۱۱۰، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۳۴) سجدہ تلاوت کرنے کے بجائے رکوع میں چلا گیا، پھر بتلانے پر سجدہ کیا تو اس کا کیا حکم ہے

سوال: زید نے اعلان کیا کہ ’’دوسری رکعت میں سجدہ ہے‘‘ اور زید سجدہ کے بجائے رکوع میں گیا اور مقتدی سب سجدہ میں گئے، لقمہ دینے سے زید اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں سے سجدہ میں چلا گیا اور پھر کھڑا ہوکر تھوڑا سا قرآن پڑھ کر پھر رکوع میں گیا اور سجدۂ سہو کرکے نماز ختم کی تو سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں دو رکعت صحیح ہوئی یا باطل ہوئی؟

جواب: سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہوگئی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۳۵) نماز سے باہر کسی شخص نے آیت سجدہ سنی تو سجدہ کس طرح کرے

سوال: اگر امام نماز میں آیت سجدہ پڑھے اور نماز کے باہر کوئی شخص سنے تو وہ کس طرح سجدہ کرے؟

جواب: اگر امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدۂ تلاوت کرلیا اور خارج نماز شخص نے آیت سجدہ سنی اور امام کے سجدۂ تلاوت کر لینے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا، تو اس شخص کو سجدۂ تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں وہ رکعت ملنے سے وہ سجدہ بھی مل گیا، اور اگر دوسری رکعت میں شریک ہوا یا امام کے ساتھ نماز میں شریک ہی نہ ہوا، تو خارج صلاۃ کو خود سجدۂ تلاوت کرنا ضروری ہے۔

فان قرأها الامام وسمعها رجل ليس معه فى الصلوة فدخل معه بعد ما سجدها الامام لم يكن عليه ان يسجدها لانه صار مدركًا لها بادراك الركعة .

(هدايه: ۱/۱۴۴، شرح وقايه : ۱/۲۳۰) فقط

والله اعلم بالصواب

(۷۳۶) اما صاحب آیت سجدہ پڑھے اور خارج صلاۃ کوئی شخص سنے تو وہ کس طرح سجدہ کرے

سوال: ہمارے یہاں امام صاحب جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت سورۂ دہر پڑھتے ہیں، جس میں سجدے کی آیت بھی آتی ہے، تو جب سجدے کی آیت پڑھے تو بعد میں آنے والے اور سنت پڑھنے والے کے لیے سجدے کا کیا حکم ہے؟

جواب: امام نے آیت سجدہ پڑھی تو آنے والا امام کے ساتھ فی الحال نماز میں شریک نہ ہوا، دوسری رکعت میں شریک ہوا، تو اس کو نماز کے سلام کے بعد الگ سجدۂ تلاوت کرنا چاہیے، نماز میں یہ سجدہ کرنا درست نہیں، اگر پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا، تو اگر امام کے تلاوت کا سجدہ کرنے سے پہلے شریک ہوا تو امام کے ساتھ سجدہ کرلے، اور اگر امام کے تلاوت کا سجدہ کرنے کے بعد شریک ہوا تو اب تلاوت کا سجدہ نہ کرے امام کے ساتھ پہلی رکعت ملنے سے سجدہ بھی مل گیا۔

(شرح وقایہ عمدۃ الرعایہ:) فقط

والله اعلم بالصواب

(۷۳۷) طلوع وزوال اورغروب کے وقت سجدۂ تلاوت کاحکم

سوال: طلوع آفتاب، زوال آفتاب اورغروب آفتاب کے وقت سجدۂ تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: طلوع آفتاب، زوال آفتاب اورغروب آفتاب کے وقت سجدہ کی آیت تلاوت کی جاوے افضل یہ ہے کہ اس وقت میں سجدۂ تلاوت نہ کیا جائے ، بل کہ مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد سجدہ کیا جاوے، اگران مکروہ اوقات میں سجدۂ تلاوت کرے گا تو مکروہ تنزیہی ہوگا، اوراگراوقات مکروہہ کے علاوہ ت دوسرے اوقات میں آیت سجدہ تلاوت کی جاوے تو مکروہ اوقات میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، ایسی صورت میں یہ سجدہ غیرمکروہ وقت میں ہی ادا کرنا چاہیے۔

(وسجدة تلاوة،.... تليت) الآية (فى كامل .....)فلا يتأدى ناقصاً، فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما :أى تحريماً...... افاد ثبوت الكراهة التنزيهية .

(شامی : ۱/۳۷۴، مکتبہ سعید ، فتاویٰ الهندية : ۱/۵۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۳۸) اوقات مکروہہ میں سجدۂ تلاوت ادا کیا جاسکتا ہے

سوال: کونسے وقت میں نماز پڑھنا جائز نہیں اورعصر ومغرب کے درمیان سجدۂ تلاوت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: تین اوقات ایسے ہیں جس میں کوئی بھی نماز فرض ،نفل، سجدۂ تلاوت، جنازے کی نماز وغیرہ پڑھنا جائز نہیں ،طلوع آفتاب، زوال آفتاب اورغروب آفتاب، البتہ غروب کے وقت اسی دن کی عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت ادا کرنا درست ہے مگر اتنی تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے، صبح صادق سے طلوع آفتاب اورعصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے لیکر غروب آفتاب کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے ، البتہ قضا نماز، سجدۂ تلاوت اور جنازے کی نماز ادا کرنا درست ہے ، لہٰذا عصر ومغرب کے درمیان سجدۂ تلاوت کیا جاسکتا ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۹/۱۰/۲۴ء

مسافر کی نماز کا بیان

(۷۳۹) سفر میں قصر کی حکمت

سوال: سفر میں چار کے بجائے دو رکعت کیوں رکھی گئی؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ اصل نماز دو رکعت تھی، بعد میں چار رکعت کی گئی، اور سفر میں دو رکعت باقی رکھی گئی، ایک حکمت یہ ہے کہ سفر میں بہت تکالیف اور مصائب اور سہولیات کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مسافر مالدار ہو تو بھی ایک قسم کی تکلیف تو ہوتی ہی ہے، لہٰذا دو رکعت رکھی گئی۔

(المصالح العقلیہ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۶/۶/۱۹۸۰ء

(۷۴۰) نوکری والی جگہ پر دو تین آنے سے مسافر شمار ہوگا، وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے

سوال: ایک شخص ہندوستان سے ریونین مدرس اور امام بن کر آیا، اور چار سال سے کام کر رہا ہے، مذکورہ مدرس اپنے کام کی جگہ سے ۵۰-۵۵/میل دور سینٹ ڈینس گیا، اور وہاں ۲-۴/دن رہا، اس کے بعد کچھ کام کے لیے پہلے کام والی جگہ پر آیا، سینٹ ڈینس سے نکلتے وقت ارادہ یہ تھا کہ اپنی یہ کام والی جگہ پر ۱-۲/دن رہکر ۱۰-۱۲/میل دور اطراف کے دیہات میں جانا ہے، تو مذکورہ مدرس اپنے یہ کام کی جگہ پر مسافر ہوگا یا مقیم؟

جواب: مذکورہ مدرس کے لیے یہ پڑھانے کی جگہ وطن اقامت ہے، اب وہ اس جگہ سے ۵۰-۵۵/میل دور دوسرے گاؤں گیا، جس سے ان کا وطن اقامت باطل ہوا، تو جب تک اپنے یہ پڑھانے کی جگہ پر دوبارہ پندرہ دن رہنے کی نیت نہ کرے، وہاں تک مقیم نہ ہوگا، مذکورہ صورت میں

سینٹ ڈینس سے نکلتے وقت پڑھانے کی جگہ سے ۱-۲/دن یا ۲-۴/دن بعد اطراف کے دیہات میں جانے کی نیت ہے، تو پڑھانے کی جگہ پر ۱-۲/دن رہنے سے مقیم نہ ہوگا، اور نماز قصر کرنا پڑے گی، جب تک کہ وہ پڑھانے کی جگہ پر پورے پندرہ دن کی نیت نہ کرے، وہاں تک مقیم نہ ہوگا۔

یبطل وطن الاقامة بانشاء السفر بعده حتی لو عاد الی حاجة فیه قصر.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۳۳)

امـا وطن الاقامة فانه یبطل بوطن الاقامة .....اذا سافر منه لانه انما صار وطنا بقامته و السفر ضدها فتبطل بوروده .

(عمدة الرعایة : ۱/۱۹۷، باب صلاة المسافر ، تعریف الوطن الأصلی و وطن الإقامة)

اگر دن میں اطراف کے دیہات میں جا کر رات اپنے پڑھانے کی جگہ پر گذارنے کی نیت ہو تو اس صورت میں پڑھانے کی جگہ پر مقیم ہوگا، اور نماز پوری پڑھنا پڑے گی۔

لـو نـوی الاقـامة خـمسة عشر یوما بقریتین النهار فی احداهما واللیل فی الأخریٰ یصیر مقیما إذا دخل التی نوی البیتوتة فیها هکذا فی محیط السرخسی.

(الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۴۱)وطن اصلی میں پوری نماز پڑھے، اور تجارت کی نیت سے کسی جگہ پر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے پر قصر کرے

سوال: ہماری تجارت دبئی، بحرین، ممبئی اور ویراول میں ہے، اور ہمارا وطن اصلی ویراول ہے، اور ہر جگہ دوکانیں اور مکان ہیں، اور ہماری فیملی کبھی دبئی تو کبھی ممبئی میں رہتی ہیں، ہمارا وطن اصلی ویراول ہے مگر یہاں کوئی بھائی دائمی طور پر نہیں رہتا ہے، تفریح کے لیے کبھی کبھی ویراول آتے ہیں، تو ویراول میں قصر کرنا پڑے گی یا پوری نماز پڑھنا پڑے گی؟ اسی طرح دبئی، یا بحرین جاتے وقت ممبئی میں قیام کرتے ہیں، اور ممبئی میں کسی بھی ایک بھائی کی فیملی ہوتی ہے، تو ممبئی میں قصر کرنا پڑے

گی یا پوری نماز پڑھنا پڑے گی؟

جواب: ویراول آپ کا وطن اصلی ہے، ویراول کو کلی طور پر چھوڑا نہیں ہے، اس طرح اس کو چھوڑ دے کہ دوسرے شہر میں اپنے بال بچے اور وہاں زندگی گذارنے کی نیت سے چلے گئے ہوں، اور اس کو اپنا وطن اصلی بنالیا ہوں ایسا نہیں ہوا ہے۔

تو ایسی صورت میں اگر چہ پندرہ دن سے کم تم تمہارے وطن اصلی ویراول میں آ ؤ تو تم کو پوری نماز پڑھنا پڑے گی۔

الوطن الاصلی یبطل بمثله لا غیرو .... والاصل ان الشیء یبطل بمثله ، وبما فوقه لا بما دونه . (درمختار مع الشامی: ۲/ ۱۳۱، ۱۳۲، مکتبہ سعید)

فاذا انتهی الی مقصده ان کان ذالک و طنا أصلیا له ..... یتم الصلاۃ لانه صار مقیما بمجرد الدخول. (قاضی خان : ۱/ ۱۶۵)

آپ کا وطن اصلی ویراول ہے، اور تجارت کے لیے ممبئ، دبئ اور بحرین کا سفر کرتے ہو، دبئ، بحرین سے آتے وقت ممبئ میں قیام ہوتا ہے تو اگر ممبئ کو وطن اصلی نہیں بنایا بل کہ تجارت کے لیے وطن اقامت کے طور پر ٹھہرنا ہوتا ہے، تو دبئ، بحرین سے آ کر جو بھائی بھی ممبئ میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت سے رکے اسے قصر کرنا پڑے گی، اس لیے کہ ممبئ کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے، اور فقط مکان اور جائداد ممبئ میں ہونے سے ممبئ وطن اصلی نہیں بنے گا، خصوصاً ان کی آل اولاد بھی ممبئ میں نہ ہوں۔

ولو کان له اهل ببلدتین فأیتهما دخلها صار مقیما، فان ماتت زوجته فی إحداهما و بقی له فیها دور وعقار قیل لایبقی وطنا له إذ المعتبر الأهل دون الدار.

(شامی : ۲/ ۱۳۱، مکتبہ سعید، غنیۃ المتملی: ۵/ ۶) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۴؍ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ

(۴۲۷) حج کے لیے مکۃ المکرّمہ میں جانے کے بعد نماز قصر کرے یا پوری پڑھے؟

سوال: حج کے لیے جب مکۃ المکرّمہ جائیں، تو وہاں نماز قصر کرنا چاہیے یا پوری پڑھنا چاہیے؟ پندرہ دن کا حساب کس طریقہ سے شمار کرے؟ اور اگر یہ حالت مسافر کی شمار ہو تو مسافر پر صاحب نصاب ہونے کی جو قربانی ہر سال گھر پر رہ کر عید کے دن کرتے تھے، وہ قربانی واجب نہیں ہے، تو کیا مسافر کے حکم میں ہونے سے اس پر مالداری کی قربانی کرنا واجب نہ ہوگی؟

جواب: آج تک حاجیوں کے لیے مقیم اور مسافر ہونے کے لیے حنفی مذہب کے مطابق اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ حاجی جب اپنے وطن سے مکۃ المکرّمہ میں آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ میں جانے سے پہلے پندرہ دن رہنے کی مدت ہوتی ہو تو وہ مقیم ہوگا، ورنہ مسافر، مگر اب مکۃ المکرّمہ کی میونسپل کارپاریشن (اس کو انگریزی میں لکھا جاوے) نے منیٰ کو مکۃ المکرّمہ شہر میں داخل کر دیا ہے، لہٰذا منیٰ مکۃ المکرّمہ کی فناءِ شہر شمار ہوگا، (مکۂ معظّمہ شہر کی ضروریات کا حصہ) لہٰذا منیٰ مکہ ہی کا ایک حصہ ہو جانے کی بنا پر منیٰ کا حکم بھی مکۃ المکرّمہ کی طرح ہوگا، لہٰذا حاجی لوگ مکۃ المکرّمہ پہونچنے کے بعد مکہ اور منیٰ میں ٹھہرنے کے دن سب ملا کر واپسی دن تک پندرہ دن ہوتے ہوں تو مقیم ہوگا، اور مکۃ المکرّمہ، منیٰ، عرفہ اور مزدلفہ ہر جگہ پوری نماز پڑھی جائے گی، منیٰ میں جمعہ کا دن آجاوے تو جمعہ کی نماز بھی پوری پڑھنا ضروری ہوگی، اور مالداری کی قربانی بھی واجب ہوگی، یہ قربانی اپنے وطن میں بھی کر سکتا ہے، اور اگر مکہ میں آنے کے بعد سے واپسی تک ٹھہرنے کے دن پندرہ دن سے کم ہوتے ہوں، تو ہر جگہ قصر ہوگی۔ ہند. و پاک. کے علما نے وہاں جا کر دیکھ کر جانچ کر یہ فیصلہ کیا ہے، مزدلفہ کو بھی فناءِ مکہ معظّمہ میں شامل مانا ہے۔

نوٹ: اس مسئلہ کا تعلق مقامات مطہرہ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی جو حد شرعی متعین کی گئی ہے، اس کے ساتھ نہیں، اس لیے کہ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی حد من جانب شرع متعین ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۴۳) کام کرنے کی جگہ پر پندرہ دن رہنے کی نیت نہ ہو، مسافر شمار ہوگا

سوال: ایک امام اپنے گاؤں سے ۱۰۰؍میل دور کام کرتا ہے، کام کی جگہ پر وہ ہفتہ میں پانچ دن رہتا ہے، پندرہ دن رہنے کی نیت ہوتی ہی نہیں، تو کام والی جگہ پر مسافر ہوگا یا مقیم؟

جواب: امام صاحب اپنے کام کرنے کی جگہ پورے پندرہ دن رہنے کی نیت نہیں کرتے، جس کی بنا پر وہ وہاں مسافر ہوں گے، اور ان کو نماز کی قصر کرنا پڑے گی، جب بھی کام کرنے کی جگہ پر پورے پندرہ دن رہنے کی نیت کریں گے جب مقیم ہوں گے، ایک ساتھ پورے پندرہ دن رہنے کی نیت نہ کرے وہاں تک مسافر ہوں گے۔

ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوماً او أکثر و ان نوی اقل من ذلک قصر . (هداية: ۱/۱۴۶)

والله اعلم بالصواب

(۷۴۴) وطنِ اصلی کس کو کہتے ہیں، جہاں نکاح کیا ہو، وہاں نماز کا حکم

سوال: وطنِ اصلی اور وطن اقامت کس کو کہتے ہیں؟ میرا وطن اصلی بلساڑ ہے، اور کام کے لیے ۲۵؍سال سے نواپور میں رہتا ہوں، اتنے طویل زمانے سے یہاں رہتا ہوں، تو یہ کونسا وطن کہا جائے گا؟ ایک شخص اپنے وطن اصلی کے علاوہ دوسرے جگہ نکاح کرے تو نکاح والی جگہ وطن اصلی شمار ہوگی؟

جواب: وطنِ اصلی اس کو کہتے ہیں، جہاں انسان کی پیدائش ہوئی، اور وہی رہتا ہو، یا دوسری جگہ ہمیشہ رہنے کا ارادہ ہو، آل اولاد کے ساتھ وہی اپنا گھر بنالیا ہوں، اس کو وطن اصلی کہتے ہیں، اور جہان مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ کیا ہو، اسے وطن اقامت کہتے ہیں، جس جگہ پر انسان نے نکاح کیا ہو، اس کے وطن اصلی ہونے میں علما کا اختلاف ہے، بعض فقہا

فرماتے ہیں، کہ کسی جگہ صرف نکاح کر لینے سے وطن اصلی نہیں ہوتا، بل کہ جہاں نکاح کیا ہو، وہاں اپنی بیوی کو رکھنا، وہاں سے دوسری جگہ نہ لے جانا شوہر کے حق میں وطن اصلی ہونے کے لیے شرط ہے، لہٰذا نکاح کرنے کے بعد عورت کو اس کے والد کے یہاں نہ رکھے، تو نکاح والی جگہ شوہر کے لیے وطن اصلی نہ ہوگی، شوہر اپنے سسرال میں جاوے اور شرعی مسافر ہوں تو قصر کرنا پڑے گی۔

أو لم يكن مولده ولكنه تأهل به و جعله داراً يصير مقيماً .

(فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۶۵، بحر الرائق: ۱/۱۳۶، امداد الاحکام: ۱/۷۰۴، امدادالفتاوی: ۱/۵۶۳)

آپ کا وطن اصلی بلساڑ ہے اور کمانے کے لیے ۲۵؍سال سے نواپور میں رہتے ہوں، اگر نواپور ہمیشہ رہنے کا مع اہل وعیال کے ساتھ تمہارا ارادہ ہو، چاہے ملازمت ہو کہ نہ ہو، تو نواپور تمہارا وطن اصلی شمار ہوگا، اور اگر صرف ملازمت کے لیے رہنے کا ارادہ ہو، ہمیشہ رہنے کا ارادہ نہ ہو تو نواپور وطن اقامت ہوگا۔

وطن اقامة وهو البلد الذى ينوى المسافر الاقامة فيه خمسة عشر يوماً او اكثر. (فتاویٰ الهندية : ۱/۱۴۲) فقط

والله اعلم بالصواب

(۴۵۷) پہلے چوالیس (۴۴) میل اس کے بعد ۴؍میل کا سفر

سوال: ایک شخص اپنے وطن سے چوالیس (۴۴) میل کا سفر کرے، پھر وہاں ٹھہر جائے، پھر وہاں سے ۴؍کا سفر کرے تو وہ مسافر کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

جواب: جس جگہ پر چوالیس (۴۴) میل کا سفر کر کے پہونچے وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو، بل کہ کچھ دن رہ کر وہاں سے چار (۴) میل جانے کی نیت ہو تو یہ مسافر شمار ہوگا، اور اگر چوالیس (۴۴) میل دور والی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو، پھر وہاں سے چار (۴) میل دور والی جگہ جانے سے مسافر نہ ہوگا، پوری نماز پڑھنا پڑے گی۔

و لا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر و ان نوی اقل من ذلک قصر لانه لا بد من اعتبار مدة لان السفر یجامعه اللبث فقدرناها بمدة الطهر . (هداية : ١/١٤٩) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۰/۳/۳ء

(۷۴۶) وطن اقامت وطن سکنیٰ سے باطل نہیں ہوتا

سوال: میرا گاؤں ''کوٹھی'' ہے میں تراج مدرسہ میں پڑھتا ہوں، میرے وطن اصلی ''کوٹھی'' سے تراج ننانوے (۹۹) کلومیٹر ہے، اور ''کوٹھی'' سے سورت اناسی (۸۹) کلومیٹر ہے، میں سورت ہوکر تراج جاتا ہوں، اور سورت ۲-۴/دن میرے والد صاحب کے پاس ٹھہرتا ہوں، تو سورت میں نماز قصر پڑھنا پڑے گی یا پوری؟ اور ہر ہفتہ جمعرات کے دن تراج سے سورت جاتا ہوں، اور جمعہ کی شام کو واپس تراج آتا ہوں، یعنی ہفتہ میں چھ دن تراج رہتا ہوں، کبھی بھی پندرہ دن نہیں رہتا تو تراج میں قصر کروں یا پوری نماز پڑھوں یا پوری نماز پڑھوں؟

جواب: آپ پڑھنے کے لیے ''کوٹھی'' سے تراج جاتے وقت سورت ہوکر تراج جاتے ہو، مطلب یہ ہوا کہ ''کوٹھی، سورت پھر تراج'' سفر کا نظام اس طرح رہتا ہے، اور سورت ٹھہر کر تراج جاتے ہو، سورت میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہیں ہوتا لہٰذا سورت میں نماز قصر کرنا پڑے گی۔

تراج سے ہر ہفتہ سورت ایک دن کے لیے آتے ہو، تو تراج وطن اقامت رہے گا، سورت ایک دن کے لیے آنے کی نیت سے وطن اقامت ختم نہ ہوگا، تراج میں پوری نماز پڑھنا پڑے گی، سورت وطن سکنیٰ ہوا اور وطن سکنیٰ سے وطن اقامت ختم نہیں ہوتا۔

و لا ینتقص و طن الاقامة بوطن السکنی لانه دونه فلا ینسخه.

(بدائع: ١/١٠٤، مطلب فی الاوطان ثلثة) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۷ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

(۴۷۷) سفر میں سنن کا حکم

سوال: مسافر کے لیے سنتیں چھوڑنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جلدی کی صورت میں فجر کی سنتوں کے علاوہ دوسری سنتیں چھوڑنا جائز ہے، اطمینان کی حالت میں سنت مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں سنتیں پڑھی ہے۔ (اعلاء السنن: ۷/۱۹۱، ۱۹۳)

(ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمن و قرار وإلا) بأن كان في خوف و فرار (لا) يأتي بها هو المختار، لأنه ترك لعذر، "تجنيس"، قيل: إلا سنة الفجر . (رد المحتار: ۲/۱۳۱، مكتبه سعيد)

واللہ اعلم بالصواب

۱۷/نومبر ۱۹۹۳ء

(۴۷۸) مسافر امام نے چار رکعت نماز پڑھا دی تو مقیم کی نماز ہوگی یا نہیں

سوال: دس دن کی ایک جماعت چکھلی تحصیل میں نکلی، "اناول، چاپلدھرا، سرخائی، ہرن گاؤں" ان دیہاتوں میں کام کیا، جماعت کے امیر صاحب نے عشا کی نماز پڑھائی، تو وہ امام صاحب چار رکعت پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک شخص کا کہنا ہے، قصر ہے اس لیے چار رکعت نہیں پڑھا سکتے، تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: آپ کی جماعت دس دن کے لیے اللہ کے راستہ میں نکلی ہے، آپ کو جن جن دیہاتوں میں جانا ہے، تو آخری دیہات تمہاری جگہ سے اڑتالیس (۴۸) میل دور ہوں تو تم مسافر ہوں گے، اپنی جگہ سے نکل کر درمیان میں جن جن دیہاتوں میں قیام کیا وہاں قصر کرنا پڑے گی، اور اگر آخر میں جس دیہات میں آپ کو جانا ہے، وہ دیہات آپ کے دیہات سے اڑتالیس (۴۸) میل دور نہ ہو، تو مسافر نہ ہوں گے، اور ہر جگہ پوری نماز پڑھنا چاہیے۔ (شامی/ بحر)

اگر مسافر ہوں، اور دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی اگر دو رکعت پر قعدہ کیا ہو، تو امام نماز ہوگئی، اور مقتدیوں میں جو مسافر ہوں، ان کی نماز ہوگئی، مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، ان کو اعادہ کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ امام کی آخری دو رکعت نفل ہوگی، اور مقیم مقتدی کی فرض ہوگی، اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

فلو اتم المقيمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل.

(شامی: ۲/ ۱۳۰، مکتبہ سعید)

(اتموا صلاتكم) و اما الثانى (اى شرط القصر) فهو ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام فلو طاف الدنيا من غير قصد الى قطع مسيرة ثلاثة ايام لا يترخص.

(بحر الرائق، بحواله كفايت المفتى : ۳/ ۳۳۵)

من خرج من عمارة موضع اقامته .... قاصدا .... و من طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر . (در مختار مع الشامی: ۲/ ۱۲۱/ ۱۲۲، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۲/ ربیع الثانی/ ۱۴۱۳ھ

(۴۹۷) مختصر اور طویل راستہ سے سفر کے حکم میں فرق

سوال: بھروچ سے سورت جانے کے لیے ریل کے راستہ سے اڑسٹھ (۶۸) کلومیٹر ہوتے ہیں، اور بس (Bus) کے راستہ سے اناسی (۷۹.۳۱) کلومیٹر ہوتا ہے، اسی طرح سے بھروچ سے بڑودہ ریل کے راستہ سے ستر (۷۰) کلومیٹر ہوتا ہے، اور بس کے راستہ سے ستہتر (۷۷.۶۷) کلومیٹر ہوتا ہے، تو بس کا سفر (By Road) کرنے سے دونوں صورتوں میں مسافر ہوگا؟

جواب: شریعت کا اصول ہے کہ کسی جگہ جانے کے لیے دو راستے ہوں، ایک راستہ سفر کی مدت یعنی اڑتالیس میل دور ہوں، اور دوسرا راستہ اڑتالیس (۴۸) میل سے کم ہو، تو اڑتالیس (۴۸) میل والے راستہ سے سفر کرے تو مسافر ہوگا، اور اڑتالیس (۴۸) میل سے کم والے راستہ سے سفر کرے تو مسافر نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ جس راستہ سے سفر کیا جاوے اس کے موافق حکم ہوگا، تو دونوں صورتوں میں بھروچ سے سورت اور بھروچ سے بڑودہ ریل کے راستہ سے سفر کرے تو سفر کی مسافت کم ہونے کی بنا پر مسافر نہ ہوگا، اور اگر بس (By Road) سفر کرنے سے سفر کی مسافت ستتر کلومیٹر ہوجانے کی بنا پر مسافر ہوگا۔

فإذا قصد بلدة و الى مقصده طريقان احدهما مسيرة ثلاثة ايام و ليالها والآخر دونها فسلک الطريق الابعد کان مسافراً عندنا....... وإن سلک الأقصر يتم کذا فی البحر الرائق .

(الفتاویٰ الهندية: ا/۱۳۸، فتاوی قاضی خان: ا/۸۰، شامی: ا/۷۳۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۰) نماز میں قصر کب شروع کی جائے

سوال: بہت سے لوگوں کا خیال ہے، کہ اڑتالیس (۴۸) میل دور جانے کے بعد مسافر شمار ہوتا ہے، اڑتالیس (۴۸) میل تک مسافر نہیں ہوتا تو سفر میں نماز پوری پڑھنی چاہیے، جب مسافر بنے تب قصر کرے تو کیا یہ صحیح ہے؟ دوران سفر قصر کرے یا پوری پڑھے؟ کب سے قصر شروع کرے؟

جواب: جو شخص اڑتالیس (۴۸) میل ستتر (۷۷) کلومیٹر دور جانے کی نیت سے سفر کرے، تو اپنے دیہات کی آبادی اور دیہات کی ضرورت کی جو چیزیں ہو، مثلاً قبرستان، خلیان، پولس تھانہ، اس سے باہر نکلنے کے بعد آدمی مسافر ہوتا ہے، وہاں پہونچ کر نماز پڑھی جاوے، تو قصر کرنی چاہیے، یوں خیال کرنا کہ شرعی مسافر کو اڑتالیس (۴۸) میل دور جانے کے بعد قصر کرنی چاہیے، یہ خیال غلط ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع موقع پر مدینہ طیبہ میں ظہر کی پوری نماز (چار رکعت پڑھی) مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ پہونچ کر عصر کی دو رکعت یعنی قصر ادا فرمائی، مدینہ طیبہ اور ذوالحلیفہ کے درمیان تقریباً ۶-۷ میل کا فاصلہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ جانے کے روانہ ہوئے، تو شہر میں ظہر کی نماز چار رکعت ادا کی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے کے مکانوں کی طرف جا کر فرمایا: اگر ہم ان مکانوں سے آگے چلے جاتے تو قصر کرتے۔

(ہدایہ:۱/۱۴۶)

اس سے ثابت ہوا کہ اپنے گاؤں سے نکل جانے سے آدمی مسافر ہوتا ہے، شہر کی حد جہاں سے شروع ہوتی ہے، مثلاً زکوۃ ناکہ وہاں سے شہر شمار ہوتا ہے، اس سے آگے نکل جانے پر قصر کرے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۱) وطن اقامت میں اہل وعیال رہتے ہوں تو وہاں دو دن کے لیے آنے سے بھی پوری نماز پڑھنا

سوال: زید احمد آباد کا باشندہ ہے، اس کا مکان اور جائداد وہاں ہے، اس کا وطن اصلی احمد آباد ہے، اور سورت شہر میں اہل وعیال کے ساتھ دینی خدمت کے لیے رہتا ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے، اب مسئلہ یہ ہے، کہ زید جب احمد آباد جاتا ہے تو وہ وطن اصلی ہونے کی بنا پر نماز پوری پڑھتا ہے، اور جب سورت آتا ہے، تو نماز پوری پڑھاتا ہے، اس لیے کہ سورت اس کا وطن اقامت ہے، وطن اقامت کے لیے پندرہ دن رہنے کی نیت ضروری ہے، اب زید احمد آباد سے آکر دو دن کے بعد ممبئی جانے والا ہے، یعنی سفر متعین ہے، تو احمد آباد سے آکر سورت میں مسافر رہے گا؟ میں نے کچھ مفتی صاحب سے سنا ہے، جہاں اہل وعیال رہتے ہوں، وہاں سفر کر کے آوے اور وطن اقامت پہونچ جائے تو وہ مقیم ہو جائے گا، مسافر نہ ہوگا، اب سوال یہ ہے کہ زید نے ۱۵/ دن کی نیت نہیں کی ہے، تو کس طرح مقیم ہوگا؟ دوسرا یہ کہ زید ۲/ شہر کو وطن اقامت بنا سکتا ہے؟ وطن اصلی سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے، تو اوپر کی صورت میں باطل ہونا چاہیے، اہل وعیال کے ساتھ رہنے کی صورت میں۔

جواب: وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں ۱۵/ دن اور اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

وطن اقامة و هو البلد الذى ينوى المسافر الاقامة فيه خمسة عشر يوماً أو أكثر . (الفتاویٰ الھندیة: ۱/۱۴۲)

عام طور پر فقہا یہی فرماتے ہیں کہ وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے۔

وطن الاقامة تبطل بمثله و بالسفر و بالاصلی. (هداية : ۱۴۷)

مگر اس کی زیادہ تفصیل نہیں ہے، البتہ بدائع، بحر، مجمع الانہر فتاویٰ سراجیہ میں اس کے متعلق تشریح ہے۔

مسافر دخل بلدة فیما اهله یصیر مقیماً و ان لم ینو الاقامة.

(سراجية، امداد الاحكام : ۱/۲۰۸)

لہٰذا وطن اقامت میں اہل وعیال رہتے ہوں تو وہاں جانے سے مقیم ہوجائے گا، چاہے اقامت کی نیت نہ کی۔

خلاصہ یہ کہ وطن اقامت صرف سفر کی نیت سے نکلنے سے باطل نہیں ہوتا، بل کہ اپنے سامان اور اہل وعیال کو بھی لے جاوے تو وطن اقامت باطل ہوگا، جس سے سمجھا جاوے کہ اب یہاں آنے کا ارادہ نہیں، مگر اہل وعیال کو چھوڑ کر جانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ آنے کا ارادہ ہے۔

وطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل و ان اقام بموضع آخر .

(البحر الرائق : ۲/۱۳۹، مجمع الانهر : ۱/۱۶۴)

مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ جو شخص باقاعدہ اہل وعیال کے ساتھ رہائش رکھتا ہوں اور اس کا ذریعۂ معاش بھی اسی شہر سے ہوں، تو اس کا یہ وطن تب باطل ہوگا جب کہ اس شہر سے رہائش ختم کر کے چلا جاوے، محض عارضی طور وقتی اسفار سے اس کا یہ وطن اقامت باطل نہ ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ:۱/۱۰۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

(۷۵۲) ہم کو بڑودہ جیل میں سے تھوڑے تھوڑے دن سورت لایا جاتا ہے تو ہم جیل میں مسافر ہوں گے یا مقیم؟

سوال: ہم کچھ ساتھی جو سورت کے رہنے والے ہیں، اور ہمارا وطن اصلی سورت ہے، ہم کو ایک الزام میں گرفتار کر کے بڑودہ جیل میں ڈیڑھ سال سے رکھا گیا ہے، ہم کو کبھی پندرہ دن میں کبھی پندرہ سے زائد دنوں میں سورت کی عدالت میں لایا جاتا ہے، یہ ہمارے اختیار میں نہیں، کبھی نہیں بھی لے جاتے ہیں، راستہ میں نماز پڑھنے کا موقع نہیں دیتے، ہم ظہر سے پہلے سورت پہونچتے ہیں، اور عصر سے پہلے سورت سے واپس ہوتے ہیں، تو یہ نمازیں پوری پڑھیں یا قصر کریں؟ اور جیل میں مسافر رہیں گے یا مقیم؟

جواب: تم لوگ جیل میں ہو، نماز پوری پڑھے یا قصر کرے اس کا حکم یہ ہے، ایک ساتھ ۱۵؍دن جیل میں رہنے کا گمان غالب ہوں تو جیل میں پوری نماز اور سنتیں بھی پڑھی جاوے اگر ۱۵؍دن کے اندر سورت آنا متعین ہو تو نماز قصر کی جاوے، جب تم کو سورت لایا جاوے، تو سورت وطن اصلی ہونے کی بنا پر سورت کی حد میں داخل ہونے سے نماز پوری لازم ہوگی، سورت نماز نہ پڑھ سکو، تو بڑودہ جا کر پوری پڑھنی چاہیے، راستہ میں چھوٹی ہوئی نماز کی قصر کی جائے گی۔

(احسن الفتاویٰ: ۴/ ۸۷) فقط

والله اعلم بالصواب

۷؍رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

(۷۵۳) ملازمت کی جگہ پر پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت

سوال: میں ساؤتھ افریقہ میں امامت کی خدمت انجام دیتا ہوں میرا بھائی مجھ سے دور رہتا ہے، یہاں پر سنیچر، اتوار دو دن چھٹی رہتی ہے، اکیلا ہونے کی بنا پر میں میرے بھائی کے پاس چلا جاتا ہوں، سوال یہ ہے کہ جب میرے بھائی کے پاس سے میں اپنی ملازمت کی جگہ آتا ہوں، اسی

وقت سے دوسرے ہفتہ بھائی کے پاس جانے کی نیت ہوتی ہے تو ملازمت کی جگہ پر مجھے پوری نماز پڑھنا پڑے گی؟

جواب: آپ اپنی ملازمت کی جگہ سے اپنے بھائی کے پاس جانے کا ارادہ رکھتے ہو، اور جب سے اپنے بھائی کے پاس اپنی جگہ پر آتے ہو، اس وقت سے ہی واپس جانے کی نیت ہوتی ہے، تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کا نہ ہوتا ہو، تو مسافر کہلاؤ گے، وطن اصلی اور وطن اقامت کسے کہتے ہیں اس کو بھی جان لو، وطن اصلی جہاں انسان پیدا ہوا یا جہاں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہو، اور وہاں سے دوسری جگہ جانے کا ارادہ نہ ہو، اس کو کہتے ہیں۔

وطن الاصلی و هو مولد الانسان او البلدة التی تأُهل فیها ای من قصد التعیش لا الارتحال. (تبیین الحقائق : ۱/۲۱۴، فتاویٰ الهندیة : ۱۴۲)

اصلی و یسمی اهلیة و هو الذی یستقر الانسان فیه مع اهله و ذالک لا یبطل الا بمثله. (کتاب الاختیار)

وطن اقامت جہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کئی دن اور مہینہ نیت کے ساتھ ٹھہرے، اسے کہتے ہیں۔

تو اگر آپ اپنی ملازمت والی جگہ سے پندرہ دن سے پہلے جانے کی نیت ہو تو اپنی ملازمت والی جگہ پر مسافر کہلاؤ گے، اور قصر کرنا پڑے گی، اس لیے کہ دو الگ الگ جگہ پر مل کر پندرہ دن رہنے سے مقیم نہیں بنتا، بل کہ مسافر رہتا ہے۔

الغرض ملازمت والی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھی جائے گی، ورنہ قصر کی جائے گی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۴) مسافر کو راستہ میں قصر کرنا ضروری ہے

سوال: ایک شخص اپنی ملازمت کے لیے سو میل دور جاتا ہے تو راستہ میں نماز پوری پڑھے یا قصر؟

جواب: جو شخص اڑتالیس (۴۸) میل ستتر (۷۷) کلومیٹر جانے کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلا اسے راستہ میں نماز قصر کرنا پڑے گی، اپنی ملازمت کی جگہ پہونچ کر پندرہ دن رہنے کا ارادہ ہو، تو وہاں پوری نماز پڑھی جاوے، اسی طرح اپنے وطن میں آتے وقت واپسی وقت راستے میں قصر کرے، اور گھر میں پوری نماز پڑھے۔

إذا خرج من هنا الى السفر بعد ذلک يقصر الصلاة فاذا انتهى الى مقصده ان كان ذلک وطناً اصلياً له .... يتم الصلوة .

(فتاوى قاضي خان : ١/١٦٥) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۵) سفر میں سنت نمازوں کا حکم، شرعی مسافر کب بنتا ہے

سوال: قصر نماز کب لازم ہوتی ہے؟ اور کتنی رکعت پڑھنے کی ہوتی ہے؟ سفر میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: عام طور پر ہندوستان کے راستہ قریباً ایک طرح کے ہوتے ہیں، پہاڑی راستے نہیں ہوتے اس وجہ سے مسافر ہونے کے لیے اڑتالیس (۴۸) میل (۷۷، کلومیٹر) متعین کیے ہیں، اپنے گاؤں سے باہر نکلے تو وہ مسافر شمار ہوتا ہے، ظہر، عصر اور عشا چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔ (فتح القدیر: ۱/ جواہر الفقہ: ۱/۴۳۶)

سفر میں سنتوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ سفر میں اطمینان ہو، کسی جگہ قیام کیا ہے، تو سنتیں پوری پڑھنی چاہیے، اگر سفر میں جلدی ہو تو سنتیں چھوڑ دینا درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں سنتیں پڑھی ہے، اور سفر میں جلدی ہونے کی وجہ سے سنتیں چھوڑ بھی دی ہے۔

(ترمذی شریف، شامی: ۱/۷۴۲)

فجر کی سنتوں کی تاکید زیادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے آجاؤ تو بھی فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، لہٰذا سفر میں سنتیں ادا کرلینی چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۶) سفر میں نماز قصر نہ کرنا کیسا ہے، قصر کی حکمت

سوال: مسافر نماز میں قصر نہ کرے، اور پوری نماز پڑھے، تو کوئی حرج ہے؟ اور قصر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: مسافر پر قصر کرنا، یعنی چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنا واجب اور ضروری ہے، نماز میں قصر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے، اور قصر نہ کرنے سے انعام کو قبول نہ کرنا لازم آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته.** نماز میں قصر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر انعام ہے، تو تم اس کو قبول کرو۔

(مشکوۃ المصابیح: ۱۱۸)

عمداً قصر نہ کرنے سے گناہ ہوگا، ایسے شخص پر اپنے اس گناہوں کی توبہ کرنی ضروری ہے۔

سفر میں اگر پوری نماز پڑھ لی جاوے اگر دوسر رکعت پر قعدہ کیا ہو تو نماز صحیح ہوگی، مگر سلام میں تاخیر اور قصر کرنا جو واجب ہے اس کو چھوڑ دینے کی بنا پر سجدۂ سہو واجب ہے، اور اگر دو رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو کر چاروں رکعتیں نفل ہوگی۔ (شامی: ۱/ ۷۳۹، ۷۴۰)

قصر میں حکمت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل میں چار رکعت والی نماز دو ہی رکعت تھی، مگر ہجرت کے بعد چار رکعت کردی گئی، اور سفر میں دو ہی رکعت باقی رکھی گئی۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مسافر چاہے کتنی راحت میں سفر کرتا ہو، پھر بھی سفر میں محنت اور تکلیف میں رہتا ہے، لہٰذا سفر محنت اور تکلیف والا ہے، اس تکلیف کی بنا پر دو رکعت رکھی گئی۔

(المصالح العقلیہ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۷) وطن اصلی اور وطن اقامت کی تعریف ، سنتوں کی جگہ پر قضا پڑھنا ، وطن اصلی میں تین دن رہنا ، باقی دن سفر میں گذارنا

سوال: زید اپنے وطن اصلی میں ہفتہ میں تین دن رہتا ہے ، باقی دن سفر میں گذارتا ہے ، مثلاً ایک شخص کا وطن اصلی بڑودہ ہے اور وہ احمد آباد میں زیادہ رہتا ہے ، بڑودہ میں صرف ہفتہ میں تین رہتا ہے ، اور احمد آباد میں پندرہ دن سے کم رہتا ہے تو اس کا وطن اصلی کونسا کہلائے گا ؟ وطن اصلی کی تعریف کیا ہے؟ احمد آباد میں نماز قصر کرے گا ، اور بڑودہ میں پوری پڑھے گا یا نہیں؟ یا اور کوئی حکم ہے؟

(۲) زید نے مسلسل سفر کی بنا پر پچھلے سالوں میں کئی نمازیں ادا نہیں کی ، اب یہ ادا کرنا چاہتا ہے ، تو فرض نماز سے پہلے یا بعد سنتوں کی جگہ پر ان چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ایک ہے وطن اصلی اور ایک ہے وطن اقامت ، وطن اصلی اس کو کہتے ہیں ، جہاں پیدا ہوا ، جب کہ وہاں رہتا ہوں ، یا وہ جگہ جہاں اس کے اہل وعیال رہتے ہو ، اور اس نے وہاں گھر بھی بنالیا ہو ، اور وطن اقامت اس کو کہتے ہیں ، جہاں مسافر پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کرے۔

أن الأوطان ثلاثة وطن أصلي و هو مولد الرجل أو البلد الذي تأهل به و وطن سفر وقد سمي وطن إقامة و هو البلد الذي ينوي المسافر الإقامة فيه خمسة عشر يوماً أو أكثر ووطن سكنى وهو البلدالذي ينوي الإقامة فيه دون خمسة عشريوما . (فتاوىٰ الهندية : ۱/۱۴۲)

جب کہ وطن اصلی بالکل چھوڑا نہیں بل کہ ہفتہ میں تین دن بڑودہ آکر رہتا ہے ، تو بڑودہ وطن اصلی ہے وہ ختم نہ ہوگا وہاں پوری نماز پڑھنا پڑے گی ، اور احمد آباد وطن اقامت ہے ، اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھنا پڑے گی ورنہ قصر ہوگی۔

اما إذا لم ينتقل بأهله و لكنه استحدث أهلاً ببلدة أخرى فلا يبطل وطنه الأول و يتم فيهما. (الفتاوىٰ الهندية : ۱/۱۴۲)

(۲) سفر میں اطمینان ہو تو سنتیں ادا کر لینا بہتر ہے کہ سنت مؤکدہ ادا کر لی جاوے، اور غیر مؤکدہ اور نوافل کے بدلہ قضائے عمری ادا کر لی جاوے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۸) نماز کی قصر اور نماز کو پوری پڑھنے کا مدار نماز کے آخری وقت پر ہے

سوال: زوال کے بعد میں سفر کے لیے روانہ ہوا، اڑتالیس میل سے زیادہ سفر کرنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھوں تو پوری پڑھوں یا قصر پڑھوں؟ زوال ہوا تو میں اڑتالیس میل دور سفر میں نکلا ابھی ظہر کا وقت باقی تھا کہ میں گھر آ گیا تو اب میں پوری نماز پڑھوں کہ قصر نماز پڑھوں؟

جواب: سفر یا گھر پر رہنے کی حالت میں پوری نماز پڑھنے یا قصر کرنے اس کے لیے مدار نماز کے آخری وقت پر ہے، تو نماز کے آخری وقت میں سفر کی حالت میں ہو تو قصر کرنا چاہیے، چاہے ابتدائی وقت میں گھر پر ہو، اسی طرح نماز کے ابتدائی وقت میں سفر میں ہو، اور نماز کے آخری وقت میں گھر پر ہوں، اور نماز باقی ہو تو پوری چار رکعت پڑھے۔

و المعتبر فيه آخر الوقت اى المعتبر فى وجوب الاربع او الركعتين عند عدم الاداء فى اول الوقت الجزء الاخير فان كان فيه مقيما وجب عليه اربع و ان كان مسافرا فركعتان. (البحر الرائق : ۲/۱۳۷)

ثم المعتبر عندنا آخر الوقت. (شرح الوقاية : ۱۱۴، كتاب الطهارة) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۵۹) وطنِ اقامت سے وطنِ اصلی پر آئے تو نماز کا حکم

سوال: میں کاٹھیاواڑ کے امریلی گاؤں میں رہتا ہوں، وہاں میرا مکان ہے، فی الحال ہم پورے اہل وعیال امریلی سے سورت آ کر تجارت کے لیے مقیم ہے، اور ہم سب سورت میں رہتے ہیں، سال میں دو تین مرتبہ امریلی جاتے ہیں، تو امریلی پوری نماز پڑھے یا قصر؟

جواب: آپ کا وطن اصلی امریلی ہے، اور سورت تجارت کے لیے مع اہل وعیال رہتے ہو، امریلی میں آپ کا مکان ہے، سال میں دو تین مرتبہ جاتے ہو، تو امریلی آپ کا وطن اصلی باقی ہے، وہاں جانے سے پوری نماز پڑھنا پڑے گی، اس لیے کہ امریلی میں آپ نے مکان سال کے درمیان آکر رہنے کے لیے رکھا ہے، لہٰذا آپ کا وطن اصلی باطل نہ ہوگا، اور آدمی اپنے وطن اصلی میں تھوڑی دیر کے لیے بھی جاوے، تو وہاں پوری نماز پڑھنا پڑے گی، شریعت کا اصل قاعدہ یہی ہے کہ مسافر وطن اور بستی میں داخل ہو جاوے تو سفر کا حکم ختم ہو جائے گا، لہٰذا دوسرے ملک سے اپنے وطن میں آٹھ دن کے لیے بھی آوے تو وہ اپنے وطن میں مسافر شمار نہ ہوں گے۔

و لو انتقل بأهله و متاعه إلى بلد و بقى له دور و عقار فى الأول قيل بقى الاول وطنا له و إليه أشار محمدؒ فى الكتاب. (فتاویٰ الهندية : ١/١٤٢)

و لو نقل اهله و متاعه و له دور فى البلد لا تبقى وطناً له و قيل تبقى كذا فى المحيط وغيره.

(شامی : ١٣٢/٢، مطلب فى وطن الاصلى و وطن الاقامة، مكتبه سعيد) **فقط**

واللہ اعلم بالصواب

بیمار کی نماز کا بیان

(۷۶۰) کون سی حالت میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟ اگر بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو کس طرح نماز پڑھے؟

سوال: بیماری کی بناپر کھڑے رہ کر نماز پڑھنے میں تکلیف ہوتو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہوں؟

جواب: نماز میں قیام فرض ہے ،تو جب تک کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہو، بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر پورے قیام میں کھڑا نہ رہ سکتا ہو،تو تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو، چاہے ''اللہ اکبر'' کہنے کی مقدار کھڑے رہنے کی طاقت ہو تو اتنی دیر کھڑے رہ کر نماز پڑھنی چاہیے، باقی نماز بیٹھ کر پڑھے، اگر کھڑے رہ بالکل طاقت نہ ہو تو ، نہ خود کھڑا رہ سکتا ہو، نہ دیوار یا لکڑی کے سہارے کھڑا رہنے کی طاقت ہو، کھڑے رہنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو، یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو، یا کھڑے رہ کر پڑھنے سے دیر سے اچھا ہونے کا خطرہ ہو ، جس کا پہلے تجربہ ہو یا مسلمان ہوشیار پابند شرع ڈاکٹر کا مشورہ ہو، یا کھڑے رہ کر نماز پڑھنے سے چکر آتے ہو، تو مذکورہ صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، بیٹھ کر رکوع سجدہ کیا جاوے، بیٹھ کر رکوع کرنے میں سر زمین کی طرف جھکالینا کافی ہے، اور سجدہ کے لیے رکوع سے زیادہ سر جھکاوے، بیٹھ کر نماز پڑھتے وقت اگر تکلیف نہ ہوتو التحیات کے لیے قعدہ میں جس طرح بیٹھتے ہیں، اس طرح بیٹھنا چاہیے، اگر اس طرح بیٹھنے میں تکلیف ہوتو جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو، اس طرط بیٹھا جاوے ، اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہوتو اشارے سے نماز پڑھنی چاہیے، ایسی صورت میں افضل طریقہ یہ ہے کہ پشت زمین کے ساتھ لگا کر چت لیٹا جاوے ، قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے ، لہٰذا گھٹنے کھڑے رکھے جاوے، سر کے نیچے تکیہ رکھا جاوے، تا کہ آسمان کی طرف نہ رہے، بل کہ قبلہ کی طرف ہو جاوے۔

(شامی، عالمگیری، ہدایہ، مجمع الانہر) فقط

والله اعلم بالصواب

(۷۶۱) بیٹھنے پر طاقت نہ ہو تو سوتے سوتے نماز پڑھنا۔

سوال: آنکھ کی موتی (بند) نکالنے کی بنا پر ڈاکٹر نے اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا تو لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: آنکھ کے موتی (بند) نکالنے کی بنا پر ڈاکٹر نے اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا ہے، تو جب تک بیٹھنے کی اجازت نہ ملے، لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

إن تعذر القعود و لو حكما اومأ مستلقيا. قال فى رد المحتار كما لو قدر . (شامی: ۹۹/۲، مکتبہ سعید)فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۶۲) کمزوری کی بنا پر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا

سوال: کمزوری کی بنا پر بیٹھ کر فرض نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جو شخص کھڑے رہ کر نماز نہیں پڑھ سکتا اسے سخت تکلیف ہوتی ہو، یا بیماری بڑھ جانے کا یا دیر سے اچھا ہونے کا خطرہ ہو یا کھڑے رہ کر نماز پڑھنے سے چکّر آتے ہوں، تو ایسی حالت میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، معمولی تکلیف کی بنا پر فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، اگر پوری رکعت میں کھڑے رہنے کی طاقت نہ ہو، تو جتنی دیر کھڑا رہ سکتا ہو اتنی دیر کھڑا رہنا ضروری ہے، اس کے بعد باقی نماز بیٹھ پوری کرے۔ (فتاوی عالمگیری، درمختار مع الشامی: ۷۰۹/۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۸۱/۲/۱۶ء

(۷۶۳) بیماری کی بنا پر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال: اگر بیماری میں سہارے کے بغیر کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو، مگر دیوار وغیرہ کے سہارے سے کھڑا رہ سکتا ہو تو کس طرح نماز پڑھے؟ اور رکوع، سجدہ کس طرح کرے؟ کیا کرسی

پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ کرسی پر نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے اور کب پڑھی جاسکتی ہے؟ کرسی پر بیٹھ کر رکوع، سجدہ کس طرح کیا جائے؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: اگر بیمار میں بغیر سہارے کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو، مگر دیوار وغیرہ کے سہارے سے کھڑا رہ سکتا ہو، تو سہارا دے کر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے، اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو، جتنی دیر کھڑے رہنے کی طاقت ہو، اتنی دیر کھڑا رہنا ضروری ہے، اگر نماز میں بالکل کھڑا رہنے سے عاجز ہو، کہ کھڑے رہ کر نماز پڑھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہو، یا بیماری بڑھ جانے کا یا دیر سے اچھا ہونے کا یا چکّر آنے کا خطرہ ہو تو ایسے شخص کو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، بیٹھ رکوع سجدہ کرے، بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں رکوع، سجدہ کرنے کی طاقت ہو تو رکوع سجدہ کرنا ضروری ہے، اشارہ کر لینا کافی نہیں۔

من تعذر عليه القيام لمرض بأن خاف زيادته او بطء برئه بقيامه او دوران رأسه او وجد لقيامه ألماً شديداً صلى قاعداً بركوع و سجود وان قدر على بعض القيام ولو متكئاً على عصا او حائط قام لزوماً بقدر ما يقدر .

(در مختار مع الشامی : ۲/ ۹۶،۹۷، مکتبہ سعید)

إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع و يسجد . و اصح الاقاويل فى تفسير العجز ان يلحقه بالقيام ضرر و عليه الفتوى، وكذلك اذا خاف زيادة المرض او ابطاء البرء بالقيام او دوران الرأس.

(فتاوی فتاویٰ الهندية: ۱/ ۱۳۶)

لم يسقط الركوع و السجود عند تعذر القيام .

(رد المحتار : ۲/ ۹۷، مکتبہ سعید)

اگر بیمار کو زمین پر سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو سجدے کے لیے رکوع کے اشارے سے زیادہ جھکا جائے۔

یکفیه أدنی الإنحناء عن الرکوع وأنه لا یلزم تقریب جبهته من الارض بأقصی ما یمکنه . (شامی: ۹۸/۲، مکتبه سعید)

اگر بیمار میں فقط کھڑا رہنے کی طاقت نہ ہومگر رکوع سجدہ برابر کرسکتا ہو، یعنی سجدہ کے لیے پیشانی اور ناک زمین پر رکھ کرسجدہ کرنے کی طاقت ہو،تو زمین پر بیٹھ کر رکوع ،سجدہ کر کے نماز ادا کرے، ایسی صورت میں اگر کرسی پر بیٹھ کرنماز پڑھے،تو اشارے سے رکوع سجدہ کرنا جائز نہیں، نماز ادا نہ ہوگی ،ایسی حالت میں سامنے ٹیبل رکھ کراس کے اوپر سجدہ کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ ٹیبل پر گھٹنے رکھے ،اگر گھٹنے ٹیبل پر نہ رکھے گا تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے، کہ جس ٹیبل پرسجدہ کیا جاوے وہ ٹیبل کرسی سے اونچا نہ ہو،اس سے نیچا ہونا چاہیے۔

یظهر لی أنه لو کان قادراً علی وضع شیء علی الارض مما یصح السجود علیه أنه یلزمه ذلک لأنه قادر علی الرکوع و السجود حقیقة ، ولا یصح الإیماء بهما مع القدرة علیهما بل شرطه تعذرهما کما هو موضوع المسألة. (شامی : ۹۹/۲، مکتبه سعید)

و سجد بانفه و جبهته......... و اما الیدان و الرکبتان فظاهر الروایة عدم افتراض وضعهما، و علیه فتوی مشائخنا..........لکن مقتضاه و مقتضا المواظبة الوجوب و قد اختاره المحقق فی فتح القدیر و هو انشاء الله تعالی اعدل الاقوال لموافقة الاصول وان صرح کثیر من مشائخنا بالسنیة ومنهم صاحب الهدایة . (البحر الرائق : ۳۱۸/۱)

اگر رکوع سجدہ کرنے کی طاقت ہواور مسجد میں کرسی ٹیبل پر بیٹھ کر باجماعت نماز پڑھنے میں سجدے کے لیے سامنے ٹیبل نہ رکھ سکتے ہواور گھر میں ٹیبل رکھ کراس پر سجدہ ہو سکتا ہو،تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھر میں ٹیبل پر سجدہ کر کے نماز ادا کرے،اگر ہوسکتا ہوتو

باجماعت پڑھے، ورنہ گھر میں اکیلا نماز پڑھے، اس لیے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ واجب کے قریب ہے، اور سجدہ کی طاقت ہو تو نماز کا سجدہ فرض ہے، اور سنت یا واجب کے لیے فرض چھوڑنا جائز نہیں۔

و لو أضعفه عن القيام الخروج لجماعة صلى في بيته قائما، به يفتى قال العلامة الشاميؒ : وجهه أن القيام فرض بخلاف الجماعة ، و به قال مالكؒ والشافعيؒ . (در مختار مع رد المحتار : ۱/۴۴۶ ، مكتبه سعيد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

جواب صحیح ہے۔

الاحقر

(حضرت مولانا مفتی) سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری غفرلہ (صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

واللہ اعلم بالصواب

(۷۶۴) بیماری کی بنا پر سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو رکوع کرنا ضروری نہیں

سوال: میری عمر انسٹھ (۵۹) سال ہے، میں اپنے گھٹنوں کے درد کی بنا پر مسجد میں نماز کے لیے کرسی یا ٹول (ٹیبل) نماز کے لیے لاتا ہوں، اور ڈاکٹر کا سوجی لالا اور ڈاکٹر کڑتی والا کی بھی نماز اور استنجا کے لیے یہی مشورہ ہے۔ میں نماز کے لیے کرسی صف کی لائن میں لے جا کر اس کے آگے کھڑے رہ کر فرض، سنت تمام نمازیں پڑھتا ہوں، اور رکوع کرسی پر بیٹھے بغیر ادا کر کے صرف سجدہ اور قعدہ کے لیے کرسی استعمال کرتا ہوں، تو میری نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: فقہائے کرام فرماتے ہیں: اگر قیام پر طاقت ہو مگر سجدہ کرنے سے عاجز ہو تو ایسے شخص پر قیام فرض نہیں، اور جو سجدہ نہ کر سکتا ہو، اس پر رکوع ضروری نہیں، چاہے رکوع کرنے کی طاقت ہو، لہٰذا آپ سجدہ نہ کر سکتے ہوں، تو قیام اور رکوع کرنا ضروری نہیں فقط اشارے سے رکوع سجدہ ادا کرلو، تو بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔

و لو عجز عن السجود و قدر على القيام فانه لا يجب عليه القيام.
(البحر الرائق : ۱۱۲/۲ ،باب صلاة المريض)

و فی البدائع ان الركوع يسقط عمن يسقط عنه السجود و ان كان قادراً على الركوع . (البحر الرائق : ۱۱۲/۲ ، باب صلاة المريض) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۷۶۵) بیماری کی قضا نمازیں حالت صحت میں کس طرح پڑھی جائے؟

سوال: بیماری کی بنا پر نمازیں چھوٹ گئی ہیں، بیماری میں کھڑے رہنے کی طاقت نہ تھی ،تو صحت میں قضا کرتے وقت کھڑے رہ کر نماز پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: بیماری کی حالت میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی حالت صحت میں قضا کرتے وقت صحت مند نماز پڑھتا ہے،اس طرح یعنی کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ضروری ہے، بیٹھ کر قضا کرنا جائز نہیں۔

المريض إذا فاتته الصلوة فقضاها في حالة الصحة فعل كما يفعل الاصحاء و لو قضاها كما فاتت لا يجوز . (فتاویٰ الهندية: ۱۳۸/۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

بحمد اللہ